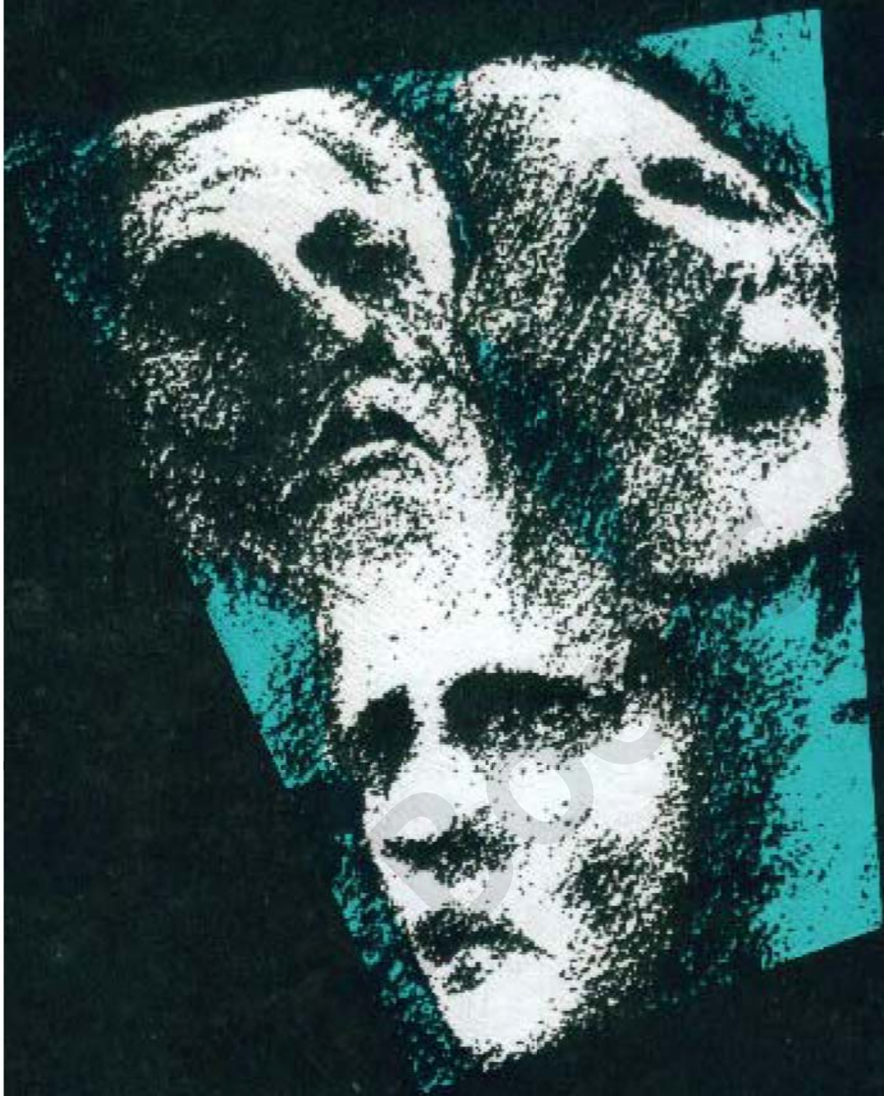

دور جدید کا عظیم جاپانی ناول

# خاموشی

سوشاکو اینڈو

ترجمہ: مسعود اشعر

# خاموشی

سوشا کواینڈو

مترجم۔ مسعود اشعر

MashalBooks.com

مشعل
آر۔بی 5 ' سیکنڈ فلور' عوامی کمپلیکس
عثمان بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن' لاہور54600 ' پاکستان

# خاموشی کے بارے میں کچھ گفتگو

جاپانی ادب سے ہمارا تعارف ایک فلم کے ذریعے ہوا تھا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد جاپان اور اٹلی میں جو حقیقت پسندانہ آرٹ فلمیں بننی شروع ہوئی تھیں انہوں نے دنیا کو چونکا دیا تھا۔اٹلی کی جو فلمیں فوری طور پر ذہن میں آتی ہیں ان میں 'Bitter Rice' ، The Bicycle Thief اور Never take no for an answer Devil a woman خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔مگر جس فلم نے ہمیں ہلا کر رکھ دیا تھا وہ ایک اور جاپانی فلم تھی اور اس کا نام راشومون Rashomon تھا' یہ فلم جاپان کے شہرہ آفاق فلم ڈائریکٹر اکیرا کوروساوا Akira Korosawa نے شی نوبو ہاشی موٹو Shinobu Hashimuto کے ساتھ مل کر لکھی تھی مگر اس سے پہلے اس فلم کی دو کہانیاں رایوسوکو آکوتاگاوا لکھ چکے تھے۔ راشومون قدیم' شہر کیوتو کا سب سے بڑا دروازہ تھا جس کی چوڑائی 106 فٹ' گہرائی 26 فٹ' اور اونچائی 75 فٹ تھی۔ اس کے بارے میں دونوں کہانیاں 1892ء اور 1927ء کے دوران لکھی گئی تھیں۔ اس کا موضوع ایک نوبیاہتا سوداگر کا قتل اور اس کی بیوی کا ریپ تھا۔ پھر اس واقعے کو مختلف گواہوں کی زبان سے کوئی پانچ بار بیان کیا گیا تھا اور ہر بار یہ واقعہ اپنی تفصیلات میں تبدیل ہو جاتا تھا۔

یہ فلم تو عظیم تھی ہی مگر اس کی کہانی ایسی زبردست تھی کہ اس جیسی کہانی نہ ہم نے پہلے کبھی سنی اور نہ بعد میں سننے کا اتفاق ہوا' کچھ دنوں کے بعد ایک اور جاپانی فلم دیکھنے کا موقع ملا' اس کا نام یوکی واری سو Yuki Wari So تھا اس کا تعلق دوسری جنگ عظیم سے

MashalBooks.com

تھا اور یہ کہانی ایک ناجائز بچے کے گرد گھومتی تھی۔اس کہانی نے بھی ہمیں بہت متاثر کیا تھا۔ (پھر کچھ ہی دنوں بعد اردو کے ایک نامور ادیب نے اس کا ایک چربہ اپنے نام سے شائع کر دیا تھا)۔

مذکورہ بالا دونوں فلموں نے ہماری توجہ جاپانی فلم اور ادب کی طرف مرکوز کرائی تھی، اس کے بعد مدتوں تک کوئی جاپانی فلم دیکھنے کا تو اتفاق نہ ہوا البتہ ہمارے ایک مرحوم دوست مشتاق قمر نے تانی زاکی Tanizaki کی کتاب The Key کہیں سے حاصل کر کے پڑھ لی تھی۔ یہ 1967ء کا واقعہ ہے جب میں ٹی وی سے متعلق ہو کر راولپنڈی میں مقیم تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ پنڈی میں کتابوں کی دکان سے ہمیں The Key کے ساتھ The Diary of a mad old man مل گئی۔ یہ جاپانی فکشن سے ہمارا پہلا باقاعدہ تعارف تھا۔ یہ دونوں کتابیں اپنے موضوع اور طرزِ احساس کی سطح پر اس قدر بے باک تھیں کہ ہمارے ادیب ان کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے ''دی کی'' جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے ایک شادی شدہ جوڑے کی جسمانی زندگی کی تانک جھانک سے متعلق کتاب تھی۔ یہ کتاب انتہائی بے تکلفی سے لکھی گئی تھی مگر اسے کسی طرح بھی شہوانی ادب نہیں کہا جا سکتا تھا۔ دوسری کتاب جسے بوڑھے دیوانے کی ڈائری کا نام دیا جا سکتا ہے۔ایک ایسے بوڑھے کی کہانی تھی جو اپنی ہی بہو کی عریانی کو دیکھنا چاہتا ہے۔اس نے ایک جدید طرز کا غسل خانہ بنوایا ہے جہاں وہ نہانے کے لئے آتی ہے اس کا موضوع نابوکاف Nabokov کے ناول لولیتا Lolita سے بہت ملتا جلتا تھا اور لولیتا ہم نے کچھ برس پہلے ہی پڑھی تھی اور اس سے بہت متاثر بھی ہوئے تھے، مگر تانی زاکی کی کتاب ہر لحاظ سے اس سے بہتر تھی، چنانچہ ہمیں جلد ہی احساس ہو گیا کہ جاپانی ادب نہ پڑھنا ایک ایسی محرومی ہے جس کا کوئی بدل موجود نہیں تانی زاکی کے تین اور ناول ہم نے بعد میں پڑھے۔ Some Prefer Nettles جو جدید اور قدیم کے تصادم کے پیش منظر میں لکھا گیا تھا نومی NAOMI تانی زاکی کا پہلا بڑا ناول تھا۔اس کا تعلق بھی بدلتی اقدار سے تھا اور زمانہ 1920ء کے لگ بھگ کا تھا۔اس میں اس نے حیات اور دانش کا ایک نادر ملاپ پیش کیا تھا۔دی ماکیوکا سسٹرز The Makioka sisters اس کا عظیم ترین ناول شمار ہوتا ہے۔ یہ ایک عظیم خاندان کے معدوم ہونے کی کہانی ہے جس کا تعلق اوساکا کے شرفا کے اعلیٰ ترین طبقے سے ہے۔ میں ذاتی طور پر اسے مٹتی ہوئی جاپانی ثقافتی روایت کا نوحہ سمجھتا ہوں۔تانی زاکی کا ایک اور بڑا کام ''سات جاپانی کہانیاں'' ہے۔ان روایتی کہانیوں کو

جس خوبصورتی سے تانی زاکی نے بیان کیا ہے شاید کوئی اور نہ کر سکتا۔ اگر اس کا مقابلہ لوہسون Luhsun کی کتاب Old Tales Retold سے کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ تانی زاکی نے قدیم روایتی کہانیوں کو جس خوبصورتی سے زندہ حقیقتیں بنا دیا ہے اس کی ایک جھلک بھی لوہسون کے ہاں موجود نہ تھی۔ ممکن ہے اس کی وجہ سیاسی عوامل بھی ہوں مگر جاپانی ادب کا عمومی رویہ بے لاگ اور بے باک محسوس ہوتا ہے۔

اسی دوران ہم یوکیو مشیما Yukio Mishima کو بھی دریافت کر چکے تھے' اس کی بہت سی کتابیں ہم نے یکے بعد دیگرے پڑھیں' جن میں اس کے چار ناولوں کا سلسلہ بھی شامل تھا' اس میں Spring Snew' Runaway Horses اور The Temple of Dawn کے علاوہ ایک اور ناول بھی تھا جس کا نام مجھے اب یاد نہیں ہے۔ ان کے علاوہ مشیما کے دو ناول Forbiden colours اور Confections of a mark خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان میں ہم جنسیت اور تشدد کے رجحانات کو موضوع بنایا گیا ہے' اس میں طبقاتی سازشیں اور انفرادی لگاوٹیں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان ہوئی ہیں۔ ان ناولوں کے بنیادی مسائل ہماری نسل کے مسائل سے ملتے جلتے ہیں مگر ہم میں سے کسی نے بھی اس بے رحمی کے ساتھ اپنا قلم استعمال نہیں کیا ان کے بعد اس کا ناول Thirst for life آتا ہے۔ جو ایک معصوم لڑکی کی کہانی ہے جس کا خاوند مر جاتا ہے اور اس کا سسرا سے اپنی جنسی کنیز بنا لیتا ہے۔ پھر اس کے دل میں ایک کسان لڑکے ساجو رد کی محبت جاگتی ہے اور یوں اس کا یہ عظیم جذبہ اس کی مکمل تباہی کا سبب بنتا ہے۔ ان ناولوں کے علاوہ اس کی کہانیوں کے دو مجموعے بھی ہم نے پڑھے تھے۔ Death in Summer اور The Sailor who fell from the grace with the sea

ان کہانیوں میں بھی یوکیو مشیما کے موضوعات وہی ہیں جو اس کے ناولوں میں ہیں۔ مشیما نے 1970ء میں ہارا کری (Hara-Kiri) یعنی خنجر سے خودکشی کر کے سب کو حیران کر دیا تھا۔

ایک اور جاپانی مصنف جس کی طرف خاص طور پر توجہ مبذول کی گئی' یاسوناری کاواباٹا (Yasunari Kawa Bata) تھا جسے 1968 میں نوبل انعام کا حقدار قرار دیا گیا۔ اس کی بہت کم کتابیں مارکیٹ میں ملتی تھیں' ہم کو صرف The mastir of go اور Snow country ہی میسر آسکیں' ہمارے لئے یہ سمجھنا بہت مشکل تھا کہ تانازاکی اور یوکیو مشیما کے

MashalBooks.com

مقابلے میں کاواباٹا کو اس انعام کا حقدار کیوں قرار دیا گیا؟ اس کی ایک ہی وجہ سمجھ میں آتی تھی کہ تانی زاکی اور مشیما ان موضوعات پر بھی بے باکانہ قلم اٹھاتے تھے جنہیں اس زمانے میں عام طور پر ممنوع سمجھا جاتا تھا۔ دوسری وجہ شاید یہ ہو کہ یہ دونوں مصنفین اس تصادم کا ذکر بڑی تفصیل سے کرتے تھے جو یورپ کے نئے کلچر اور جاپان کے پرانے کلچر میں رونما ہو رہا تھا۔ جاپانی اپنی صنعتی ترقی کے باوجود یورپ کے طرزِ زندگی کو اپنانے میں ہچکچا رہے تھے' ان کی کوشش تھی کہ زندگی کی تمام آسائشیں حاصل کی جائیں مگر ثقافت کا وہی انداز برقرار رکھا جائے جو جاپان میں موجود ہے۔ مثال کے طور پر جاپانی یہ محسوس کرتے تھے کہ یورپ والے نہاتے نہیں ہیں' انہیں ایک زمانے میں ان کے جسم سے بو آیا کرتی تھی' مگر جب جدید غسل خانہ متعارف ہوا تو اس نے جاپان کے کلچر میں ایک بنیادی تبدیلی پیدا کر دی۔

دوسری جنگ عظیم بھی جاپان کے لئے بے حد اہمیت کی حامل تھی۔ اگست 1945ء میں اس کے دو شہروں یعنی ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرائے گئے تھے' اور ایسا اس وقت کیا گیا تھا جب جاپان پہلے ہی تقریباً شکست کھانے والا تھا۔ اس بم کو گرانا عسکری مجبوری نہیں تھی بلکہ ایک خوفناک تجربے کی مدد سے یہ ثابت کرنا تھا کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ ایک ناقابلِ شکست قوت بن چکا ہے۔ ایٹم بم کے المیے کے بعد جاپانی قوم کا دنیا کے نقشے پر پھر سے ایک باعزت قوم کے طور پر ابھر کر آنا ایک معجزہ تھا مگر اس کے پیچھے جو عوامل کام کر رہے تھے اس کو سمجھنا آسان نہیں تھا۔ جاپانی قوم کئی لحاظ سے دنیا کی ایک منفرد قوم ہے ایک زمانے تک اس نے اپنے آپ کو دنیا سے بالکل الگ تھلگ بھی رکھا تھا تاکہ کوئی اور اس پر اثر انداز نہ ہو سکے۔

ثقافتی طور پر الگ رہنے کی خواہش محض جاپان تک محدود نہیں ہے۔ چین نے بھی صدیوں تک خود کو الگ ہی رکھا تھا۔ اٹلی کا مشہور مصنف البرتو موراویا اپنی ایک کتاب Red book and the Great wall میں کہتا ہے کہ جس طرف دیوارِ چین بنائی گئی ہے اس طرف سے چین پر کبھی کوئی فوجی حملہ نہیں ہوا۔ یہ دیوار ثقافتی حملہ آوروں کو روکنے کے لئے تھی۔ چین کی ثقافت اگرچہ بہت قدیم تھی اور کم از کم چار ہزار برس پرانی تھی اس لئے کسی بھی حملہ آور کے لئے اس کو تبدیل کرنا بہت مشکل تھا۔ جو لوگ بھی اس ثقافت میں داخل ہوتے تھے وہ بالآخر اس کو قبول کر لیتے تھے.............مگر بار بار نئی نئی ثقافتوں کا در آنا

MashalBooks.com

(جو کہ ترقی یافتہ بھی نہیں تھیں) چین کے لئے قابلِ قبول نہیں تھا۔ چین کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آج تک چین نے اپنے علاقے کو وسعت دینے کی کوشش بھی شاید اسی وجہ سے نہیں کہ وہ اپنے اقدار نظام کو قائم رکھنا چاہتا ہے۔ جس زمانے میں چین میں شوشلزم متعارف ہوا تھا اس زمانے میں بھی چین نے روسی ثقافت کو قبول نہیں کیا تھا' چین کا انقلاب اپنی بنیادی نوعیت ہی میں روس سے مختلف تھا اور خود ماوزے تنگ اپنی ثقافت پر نہ صرف گہری نظر رکھتے تھے بلکہ انقلابی نظمیں لکھنے کے لئے انہوں نے جو ہیتیں منتخب کی تھیں وہ چین کی روایتی شاعری سے متعلق تھیں۔

جاپان اور چین ایک دوسرے پر اثر انداز تو ہوتے رہے مگر یہ کوشش بھی جاری رہی کہ جاپان چین کے تمام ثقافتی اثرات قبول نہ کرے۔ ایک زمانہ تو جاپان پر ایسا بھی آیا تھا جب اس نے بیرونی دنیا سے تمام رشتے ہی منقطع کر لئے تھے یہ کوئی دوسو برس سے بھی زیادہ کا طویل زمانہ ہے۔ اس کو شوگنوں(Shoguns) سے متعلق کہا جاتا ہے۔ شوگن ایک فوجی خطاب ہے جو تین خاندانوں میں وراثتی طور پر چلتا رہا وہ عملی طور پر جاپان کے سیاہ وسفید کے مالک تھے اور بادشاہ ان کے زمانے میں محض نام کا بادشاہ تھا مگر بادشاہت کو بہر حال برقرار رکھا گیا تھا' شوگونیٹ(Shogunate) نے تیرا(Taira) لیگ پر فتح پا کر حاصل کی تھی۔ پھر1338 سے1573 تک ایشی کاگا خاندان کے پاس یہ خطاب دیا، اور ایک بار پھر توکوگاوالی یاسو(Tokugawa leyasu) نے اسے بیتاموتو خاندان کے لئے پھر سے حاصل کر لیا' آخری شوگن توگاکاواکائی کی(Togu Kawa Kieki) تھا جس نے68-1867 تک حکومت کی۔

جدید جاپان کا آغاز1868ء سے ہوتا ہے۔ اور یہ ایک انتہائی ڈرامائی آغاز تھا جب اڑھائی سو برس کی راہبانہ علیحدگی کے بعد میجی بادشاہت نے اس رویے کو یک لخت ختم کر دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ دنیا سے جاپان کے الگ تھلگ ہو جانے کی وجہ یورپی طالع آزماؤں کی جاپان تک رسائی تھی۔ یہ لوگ اپنے لئے نئی نئی مارکیٹیں اور علاقے تلاش کرتے ہوئے جاپان تک بھی جا پہنچے تھے اور جاپان کے کئی ساحلی شہروں میں انہوں نے اپنے مستقل اڈے قائم کر لئے تھے۔ انہوں نے نہ صرف تجارت شروع کر دی تھی بلکہ ان کے مقاصد میں یہ بھی شامل تھا کہ وہاں عیسائیت کا پرچار کیا جائے اور اگر ممکن ہو تو دنیا کے اس دور دراز علاقے کی آبادی کو عیسائی بنا دیا جائے۔ اس کام کے لئے بہت سے عیسائی

پادری بھی جاپان میں داخل ہوتے تھے اور انہوں نے جاپانیوں کو عیسائی بنانا شروع کر دیا تھا۔ ان کا یہ مشن خاصہ کامیاب رہا اور بہت سے جاپانیوں نے عیسائی مذہب کو قبول کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس سے پہلے کہ عیسائیت جاپان کے جزیروں پر اپنا تسلط قائم کرتی شوگن حکمران اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور انہوں نے اس تحریک کو سختی کے ساتھ کچل دیا تھا۔

اس موضوع پر میں نے سب سے پہلے جیمز کلیول(James Clavell) کا ناول شوگن پڑھا تھا۔ اس زمانے میں امریکہ میں شوگن کا سیریل ٹی وی پر چل رہا تھا اور ہمارے ایک عزیز اس کا ناول لے آئے تھے۔ یہ ناول میں نے بہت شوق سے پڑھا۔ اس ناول کا زمانہ اور موضوع تقریباً وہی ہے جو شوسا کو اینڈو کے ناول ''خاموشی'' کا زمانہ ہے۔ کلیول نے ناول میں تفصیل بہت دی ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اس میں ایک خاص طرح کی کمرشل ازم بھی ہے۔ اسے ایک مقبول عام ناول بنانے کی کوشش بھی صاف نظر آتی ہے، مگر اس کے باوجود اس میں آسانی یہ ہے کہ ایسے ناول ہمارے لئے غیر مانوس نہیں ہیں اور وہ ہماری توقع کے عین مطابق ہوتے ہیں۔

مگر ''خاموشی'' پڑھتے ہوئے مجھے کسی اور ہی فضا کا احساس ہوا۔ یہ ناول میں نے اتفاقی طور پر کتابوں کی ایک دکان سے خریدا تھا۔ اس سے پہلے میں نے اینڈو کا نام تک نہیں سنا تھا۔ یہ ناول میں نے شوگن عہد کے بارے میں ایک اور ناول سمجھ کر حاصل کر لیا تھا مگر جب میں نے اسے پڑھنا شروع کیا، تو یہ مجھے نہ صرف تاریخی ناولوں میں بے حد اہمیت کا ناول محسوس ہوا بلکہ مجھے یہ اندازہ بھی ہوا کہ جاپانی اس صورتِ حال کو کس طرح لیتے ہیں جس کے بارے میں کلیول نے کامیاب ناول اور بے حد کامیاب ٹیلیویژن سیریل لکھا ہے۔

میں خاموشی کی کہانی کو دہراؤں گا نہیں کیونکہ وہ تو آپ پڑھ ہی لیں گے ممکن ہے شروع شروع میں یہ ناول آپ کو بے حد سست رفتار محسوس ہو۔ زیادہ تر جاپانی ناول جو ہمارے مطالعے میں آئے ہیں اس طرح آہستگی سے شروع ہوتے ہیں اور پھر بہت سست رفتاری سے آگے بڑھتے ہیں۔ ناول نگار یہ کوشش کم ہی کرتا ہے کہ وہ قاری کو جگانے کی غیر معمولی سعی کرے۔ یہاں مجھے سوسیکی(Soseki) کا ناول کوکورو(Kokoro) یاد آ رہا ہے۔ اس میں سوسیکی یہ بتانا چاہتا تھا کہ انسان اپنی بنیادی تنہائی سے کس طرح فرار حاصل

کرتا ہے۔ مگر جس طرح اس نے یہ ناول لکھا وہ ایک طویل نظم یا بسا اوقات انشایئے کی طرح محسوس ہوتا تھا۔

جتنے دن میں اینڈو کا ناول خاموشی پڑھتا رہا، مجھ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری رہی، دن بھر کے کام کاج کرتے ہوئے بھی یہ کیفیت مجھ پر چھائی رہتی تھی اور جو لمحہ بھی مجھے ذراسی مہلت کا میسر آتا تھا اس میں یہ کیفیت خاص تیزی کے ساتھ میرے شعور کو گھیر لیتی تھی۔ زندہ لکھنے والوں میں میری یہ کیفیت مارکیز کے ناول One Hundred years of Solitude کے سلسلے میں ہوئی تھی یا پھر اس ناول نے مجھے اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔

اس ناول کا بنیادی مسئلہ بہت پیچیدہ مگر انسانی سائیکی کے اندر دور تک اترا ہوا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا مذہبی اقدار اس اہمیت کی حامل ہوتی ہیں کہ ان کے لئے ہر طرح کے مصائب ہنسی خوشی برداشت کر لئے جائیں؟ جبکہ یہ صورت بھی موجود ہو کہ مذہب سے انکار کر کے زندگی آسانی کے ساتھ گذر سکتی ہو؟ یہ ایک نہایت ہی مشکل سوال ہے اور مختلف لوگوں نے اس کے مختلف جواب دیئے ہیں۔ جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ مذہب کو ہر قیمت پر قبول کرنا ہے ان کو ہم بہت اعلیٰ اور قابلِ تقلید شخصیات سمجھتے ہیں۔ جن لوگوں نے ان حالات میں ہتھیار ڈال دیئے ہیں وہ ہمارے لئے بہت پست انسان ہیں۔ مگر وجودی صورتِ حال میں جواب اس قدر سیدھا اور آسان نہیں رہتا، یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ مذہب سے انکار کر کے زندگی بچالی جائے اور باقی عمر اسی تاسف میں گذار دی جائے۔ یہ احساس گناہ جو مذہب یا اتھارٹی کے انکار سے پیدا ہوتا ہے بعض نفسیات دانوں کے نزدیک مذہب کی بنیاد بھی ہے۔ کیا مذہب سے انکار ہمیشہ ہی ایک منافقانہ رویہ ہوتا ہے۔؟ ایسا بھی تو ہوسکتا ہے کہ اس انکار کے ساتھ حقیقت کا ایک روپ سامنے آجائے جسے جاننے کی ہم نے کوشش ہی نہ کی ہو؟ پھر یہ بھی دیکھنا ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ کس صورتِ حال میں ہوا ہے۔ دونوں جوان پادری ایک ایسے پادری کا حال معلوم کرنے کے لئے چوری چھپے شوگن کے زیرِ اثر جاپان میں داخل ہوئے کہ وہ یہ جان سکیں کہ ان کے ایک عظیم مذہبی استاد اور پیشوا نے عیسائیت سے کس طرح انکار کیا اور اب وہ کیسی زندگی گذار رہا ہے؟

یہ ایک انفعالی کشمکش اور مفروروں جیسی زندگی ہے جوان دونو جوان پادریوں کو گذارنی پڑتی ہے۔ اس جدوجہد میں ایک مر جاتا ہے مگر دوسرا کسی نہ کسی طرح اپنے منطقی انجام کو پہنچتا ہے۔ میں نے اسے منطقی انجام اس لئے کہا کہ ناول کا بہاؤ اس طرف ہے۔

اس ناول کو لکھتے وقت شوسا کو اینڈو نے ایک ایک جملہ بڑے ذوق وشوق سے لکھا ہے۔ کبھی کبھی تو یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ جیسے وہ اس سارے واقعے کا چشم دید گواہ تھا۔ اس کی گرفت انسانی سائیکی پر ایسی زبردست ہے کہ کہیں بھی ایک لمحے کے لئے ڈھیلی نہیں پڑتی۔

میں نے اس کے دو اور ناول والکینو (Volcano) اور ون آئی وسل (When I Whistle) بھی پڑھے ہیں' مگر ان میں اینڈو ان بلندیوں تک پرواز نہیں کرتا۔ ''خاموشی'' میں تو پہلے جملے ہی سے ساری فضا ایک خاص طرح کی پراسراریت کی حامل ہوجاتی ہے۔ اس کے ایک اور ناول ساموارئی (The Samurai) ایک خصوصی انعام کا حقدار بھی قرار پایا ہے۔ اس کا موضوع بھی وہی مذہبی کشمکش ہے مگر اس کا تعلق پرتگالیوں کے بجائے میکسیکو' سپین اور روم سے ہے۔ یہ لوگ بھی سمورائی طبقے کے ساتھ مل کر جاپان کے ساتھ تجارتی مراعات حاصل کرنا چاہتے تھے۔ کہا جا سکتا ہے کہ اینڈو کا اس زمانے سے کوئی قلبی تعلق ہے۔ جس زمانے میں عیسائیت اور یورپ کی یہ کشمکش جاری تھی۔

''خاموشی'' کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ چونکہ اس کا مصنف جاپانی کیتھولک ہے۔ اس لئے اس کی ہمدردیاں عیسائیت کے ساتھ بہت گہری ہیں۔ میں اس سے مکمل طور پر انکار تو نہیں کرسکتا مگر اتنا ضرور عرض کرسکتا ہوں کہ مجھے اس ہمدردی کا اس شدت کے ساتھ احساس نہیں ہوا جیسا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے۔ بلکہ مجھے تو بعض اوقات یہ بھی محسوس ہوا ہے کہ یہ عیسائیت کے بعض عقائد کے خلاف احتجاج بھی ہے شاید اس میں یہ کوشش بھی کہیں کہیں نظر آتی ہے کہ جاپان کو اپنی ثقافتی شناخت برقرار رکھنی چاہئے۔

جاپان میں مذہب کی وہ اہمیت یقیناً نہیں ہے جو ہمارے ہاں موجود ہے۔ ہمارا مذہب تو ہمارے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے مگر جاپانیوں کے لئے مذہبی تبدیلی ایسی اہمیت کی حامل نہیں ہے۔ اگر عیسائیت کے ساتھ تجارتی مقاصد متعلق نہ ہوتے تو ممکن ہے جاپان کے شوگن اس کے بارے میں اتنے شدید ردِعمل کا اظہار نہ کرتے۔

1868ء کا سال جاپان کے لئے بے حد اہم تھا کیونکہ اس برس نہ صرف بادشاہت بروئے کار آئی تھی بلکہ بادشاہ نے یہ حلف بھی اٹھایا تھا کہ وہ ہر قیمت پر بیرونی دنیا سے سائنس اور ٹیکنالوجی حاصل کرے گا اور پھر جاپان نے اس صدی کا شاید سب سے بڑا صنعتی معجزہ کر دکھایا۔ اس نے سو برس سے کچھ ہی زیادہ عرصے میں وہ سب کچھ حاصل کر

MashalBooks.com

لیا جسے حاصل کرنے میں یورپ کو کئی سو برس لگ گئے تھے۔ بقول آرتھر کوئسلر یہ سفر گلیلو سے نیوٹن کی طرف نہیں بلکہ نیوٹن سے گلیلو کی طرف کیا گیا تھا۔ اور جاپان میں یہ سب کچھ ایسی تیزی کے ساتھ ہوا کہ کوئسلر نے اس کا موازنہ ہوا کے دباؤ والی کھڑکی (Pressurised Windo) سے کیا تھا' جو جب ٹوٹتی ہے تو چیزیں اندر سے باہر کی طرف گرتی ہیں باہر سے اندر کی طرف کھڑکی سے نہیں آتیں۔ جاپان کی تاریخ میں یہ دور انتہائی اہم ہے کیونکہ اس زمانے میں جدید جاپان کی بنیاد رکھی گئی اور پھر بڑی احتیاط کے ساتھ اس سلسلے کا ایک ایک قدم اٹھایا گیا۔ یہ ساری تفصیل بے حد دلچسپ اور عبرت انگیز ہے۔ بہت سے ممالک اس سے فائدہ اٹھا کر اپنے اندر صنعتی انقلاب لا چکے ہیں مگر فی الحال ہم نے ڈاکٹر عبدالسلام کے مشورے کے باوجود اس سے کچھ نہیں سیکھا۔

جاپان کا جو عہد ''خاموشی'' میں موجود تھا اب بالکل بدل چکا ہے۔ مگر جاپانی قوم بے حد روایت پسند قوم ہے' وہ چاہتی ہے کہ وہ جدید بھی ہو جائے اور اس کی ثقافتی روایت بھی قائم رہے' جدید عہد کے بیشتر مصنفین نے ان موضوعات پر خصوصی طور پر لکھا ہے' ہم نے جاپان کے جس قدر ناول دیکھے ہیں ان میں سے زیادہ تر کا موضوع یہی ہے۔ جب ''ایندو'' شوگن عہد کا ذکر کرتا ہے تو اس کے پسِ پردہ شاید یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ روایتی جاپان کی بنیادی اقدار کو کسی طرح قائم رکھا جائے۔ اور یہ رویہ اس نے کیتھولک ہونے کے باوجود اپنایا ہے' مجھے تو لگتا ہے کہ ایندو کی اپنی سائیکی کے اندر جو تصادم چل رہا ہے یہ ناول اس کا مظہر ہے۔

مسعود اشعر نے اس ناول کو جس طرح اردو میں منتقل کیا ہے اس سے وہ کشمکش اور بھی واضح ہو گئی ہے جس کا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں۔ مسعود اشعر بہت مشاق مترجم ہیں اور انہیں کہانی کہنے کا ہنر بھی آتا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ انہوں نے اس ناول کو اپنی مرضی سے منتخب کیا تھا اور اسے محض ایک Assignment نہیں سمجھا۔

اب آخر میں میں صرف ایک چھوٹا سا واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ کئی برس پہلے جب میں نے اچانک ایندو کے اس ناول Silence کو اچانک دریافت کیا اور پڑھا' تو میرا جی چاہا کہ میں دوسروں کو بھی اپنے اس تجربے میں شریک کروں۔ چنانچہ میں نے بہت سے دوستوں کو یہ ناول پڑھنے کی ترغیب دی۔ کئی لوگوں نے اسے پڑھا اور پسند کیا۔ پھر کچھ ناشروں نے اس کی مزید جلدیں منگوا لیں' جو ہاتھوں ہاتھ بک گئیں۔ ان میں سے ایک

MashalBooks.com

جلد مشہور افسانہ نگار انتظار حسین نے خرید لی۔ چند دنوں کے بعد مجھے پاک ٹی ہاؤس جانے کا اتفاق ہوا تو انتظار حسین نے مجھ سے کہا ''شہزاد احمد تمہارے کہنے پر میں نے اینڈو کا ناول خرید بھی لیا اور پڑھ بھی لیا' اب میں اس کا کیا کروں؟'' میرے لئے یہ سب کچھ غیر متوقع تھا۔ میں نے پوچھا ''کیا تم کو ناول پسند نہیں آیا' انتظار حسین نے جواب دیا' ناول تو خیر ٹھیک ہے مگر ایک بار پڑھنے کے بعد اب میں اس کا کیا کروں' انتظار حسین نے اپنی بات کو دہرایا۔ مظفر علی سید جو پاس ہی بیٹھے تھے کہنے لگے' ''آدھی قیمت پر مجھے دے دو'...... اس پر ایک قہقہہ پڑا' مجھے معلوم نہیں کہ پھر اس سودے کا کیا ہوا' مگر مجھے اتنا معلوم ہے کہ بعض ناول ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں پڑھنے کے بعد ان کی قیمت کم از کم دوگنی ہو جاتی ہے اور سوشا کو اینڈو کا ناول خاموشی یقیناً ان ہی میں سے ایک ہے۔

شہزاد احمد

11 جون 1993ء

# تمہید

روم میں کلیسا کو خبر ملی کہ پادری کرسٹووفر یرا ناگاساکی میں ''کنویں'' کی اذیت برداشت نہ کرسکا اور مرتد ہوگیا ہے۔ فریرا کو پرتگال کی تبلیغی انجمن نے عیسائیت کی ترویج کے لئے جاپان بھیجا تھا۔ اسے تمام حلقوں میں نہایت عزت واحترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ وہ 33 سال سے جاپان میں تھا اور کلیسا میں اس علاقے کے اعلیٰ ترین منصب پر فائز تھا۔ پادریوں اور عام عیسائیوں دونوں کے لئے وہ ہمت وجرات کا نمونہ تھا۔

اسے دینی علوم پر عبور حاصل تھا۔ وہ جبروتشدد کے زمانے میں بھی کسی نہ کسی طرح کامیگارا کے علاقے میں داخل ہوگیا تھا۔ وہ نہایت تندہی کے ساتھ تبلیغی کام کررہا تھا۔ وہاں سے اس نے روم کو جو خط لکھے ان سے اس کی ہمت اور لگن کا پتہ چلتا ہے۔ ایسا باہمت اور اتنا حوصلہ مند انسان جبروتشدد کے سامنے کیسے ہتھیار ڈال دے گا؟ یہ بات کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ اس کی ایمان کی پختگی کی تو مثالیں دی جاتی تھیں ............ تبلیغی انجمنوں اور عام عیسائیوں کو شبہ ہوا کہ کہیں ولندیزیوں نے تو یہ افواہ نہیں پھیلائی ہے؟

کلیسائے روم ان نامساعد حالات سے بخوبی واقف تھا جن میں عیسائی مشنری جاپان کے اندر کام کررہے تھے۔ لیکن یہ اندازہ کسی کو نہیں تھا کہ ایسی بات بھی ہو جائے گی۔ آخرکار دوسرے مشنریوں کے خطوط نے اس خبر کی تصدیق کردی۔ جاپان کے بادشاہ ھیدیوشی نے 1587ء سے ہی عیسائیوں پر ظلم وستم کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ اس کا آغاز ناگاساکی کے مقام نشی زاکا سے ہوا تھا جہاں 26 عیسائیوں کے سر قلم کئے گئے تھے۔ ان میں چند پادری بھی شامل تھے۔ اس کے بعد ملک بھر میں عیسائیوں کی پکڑ دھکڑ شروع ہوگئی تھی۔ انہیں گھروں سے نکال نکال کر مارا جاتا تھا۔ ان کا سارا سامان لوٹ لیا جاتا تھا۔ بعد میں

MashalBooks.com

شوگن توکوگا وا برسر اقتدار آیا تو اس نے بھی یہی پالیسی جاری رکھی۔ اس نے1614ء میں تمام عیسائی مشنریوں کو ملک بدر کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

ان دنوں مشنریوں نے جو رپورٹس بھیجیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ اس سال 6اور 7اکتوبر کو ستر مشنری گرفتار کیے گئے اور انہیں میکاوا ور منیلا جانے والے جہازوں پر زبردستی سوار کر دیا گیا۔ ان میں جاپانی بھی شامل تھے۔ کچھ پادریوں نے البتہ اس حکم کی خلاف ورزی کی اور وہ ملک کے اندر ہی روپوش ہو گئے۔ ایسے 37 پادری خفیہ طور پر اپنا کام کرتے رہے۔ ان روپوش مشنریوں میں فریرا بھی شامل تھا۔ روپوشی کی حالت میں بھی وہ کلیسا کے اعلیٰ عہدیداروں کو خبریں بھیجتا رہا۔ وہ انہیں آگاہ کرتا رہا کہ عیسائی مشنری کن حالات میں زندگی گزار رہے ہیں ان کا ایک خط آج بھی موجود ہے۔ یہ خط اس نے 22 مارچ1632ء کو ناگاساکی سے لکھا تھا۔ اس خط میں اس نے اس وقت کے حالات اس طرح بیان کئے تھے۔

''میں نے اپنے ایک خط میں تقدس مآب کو اس ملک میں عیسائیت کی صورتِ حال سے آگاہ کیا تھا۔ اب میں بتانا چاہتا ہوں کہ اس کے بعد کیا ہوا۔ ایذا رسانی' جور وستم اور جبر وتشدد کے نئے نئے طریقے اختیار کئے جا رہے ہیں۔ میں ان پانچ جاں نثاروں کے واقعہ سے اپنی داستان شروع کرتا ہوں جنہیں ان کے مذہب کی بنا پر گرفتار کیا گیا ناگاساکی کے حاکم اعلیٰ نے پہلے تو یہ کوشش کی کہ یہ لوگ اپنے مذہب سے انکار کر دیں لیکن جب اس نے دیکھا کہ اس میں وہ کامیاب نہیں ہوسکتا تو اس نے انہیں کھولتے پانی میں ڈالنے کی سزا دی۔ اس نے حکم دیا کہ ان پانچوں کو انزین لایا جائے اور کھولتے پانی کی سزا اس وقت تک دی جائے جب تک وہ اپنے مذہب سے انکار نہ کر دیں۔ حکم یہ تھا کہ انہیں جان سے نہ مارا جائے۔ ایک پادری کی بیوی اور اس کی بیٹی کو بھی یہی سزا دی گئی۔

3 دسمبر کو یہ پانچوں ناگاساکی سے انزین روانہ ہوئے۔ عورتوں کو پالکی میں بٹھایا گیا اور مردوں کو گھوڑوں پر سوار کیا گیا۔ بندرگاہ پہنچ کر انہیں ایک جہاز پر سوار کیا گیا اور ان کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے گئے۔ شام کو وہ انزین پہاڑی کے دامن میں پہنچے۔ دوسرے دن انہیں پہاڑی پر ایک کوٹھری میں دھکیل دیا گیا۔ وہ دن رات اس اندھیری کوٹھری میں بند رہے۔ ان کے ہاتھ رسیوں سے بندھے تھے اور پیروں میں بیڑیاں پڑی تھیں۔ ان کی سخت نگرانی کی جاتی تھی۔ پہاڑی کے راستوں پر بھی پہرہ تھا اور کسی کو وہاں

MashalBooks.com

آنے کی اجازت نہیں تھی۔ دوسرے دن ایک ایک کر کے انہیں کھولتے پانی کے چشمے پر لیا جایا گیا۔ پہلے انہیں گندھک کے چشمے سے اٹھتا دھواں دکھایا گیا اور کہا گیا کہ اگر وہ اپنا مذہب نہیں چھوڑیں گے تو انہیں اس کھولتے پانی میں ڈال دیا جائے گا۔ موسم ٹھنڈا تھا لیکن اس کھولتے پانی میں جو بلبلے اٹھ رہے تھے اور جس طرح اس میں سے دھواں اٹھ رہا تھا اس سے پورے ماحول پر دہشت طاری تھی۔ اگر خدا کا فضل شامل حال نہ ہو تو اس منظر سے مضبوط سے مضبوط اعصاب والا انسان بھی اپنے حواس کھو بیٹھے۔ لیکن ان صاحب ایمان لوگوں نے ہمت نہیں ہاری اور اعلان کیا کہ وہ اپنا مذہب نہیں چھوڑیں گے۔ یہ گستاخی سرکاری افسروں کے لئے ناقابلِ برداشت تھی۔ انہوں نے ان عیسائیوں کے کپڑے پھاڑ ڈالے اور چشمے کے کنارے انہیں لکڑی کے کھمبوں کے ساتھ باندھ دیا۔ پھر بالٹیوں میں کھولتا پانی بھر کر ان پر ڈالا جانے لگا۔ بالٹیوں میں سوراخ کر لئے گئے تھے تاکہ سارا پانی ایک دم ان پر نہ پڑے اور ان کی تکلیف اور اذیت زیادہ دیر جاری رہے۔

یسوع مسیح کے ان جاں نثاروں نے یہ ہولناک عذاب نہایت صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کیا۔ البتہ کم عمر ماریا اس کی تاب نہ لا سکی۔ وہ بیہوش ہوگئی۔ اس کا سر لٹک گیا۔ اس پر ان مردود لوگوں نے شور مچا دیا کہ اس نے مذہب کی تکذیب کر دی ہے۔ وہ اسے اٹھا کر ناگاساکی لے گئے لیکن ماریا کا کہنا تھا کہ اس نے مذہب نہیں چھوڑا ہے۔ وہ اصرار کرتی رہی کہ ماں باپ کے ساتھ اسے بھی اذیت دی جائے۔ لیکن اس کی کسی نے نہیں سنی۔

باقی عیسائی 36 دن وہاں رہے۔ پانی کی سزا کے بعد انہیں کوٹھری میں بند کر دیا جاتا تھا۔ پادری انٹونیو' فرانسکو اور پیٹرلیس کو چھ چھ بار کھولتے ہوئے پانی کی سزا دی گئی۔ فادر ونسنٹ کو چار بار اور گیبریل کو دوبارہ کھولتے پانی میں نہلایا گیا۔ لیکن ان میں سے کسی نے بھی مذہب کی تکذیب نہیں کی۔ بیترلیس کو پانی کی سزا کے علاوہ یہ سزا بھی دی گئی کہ اسے ایک چٹان پر گھٹنوں کھڑا رکھا گیا۔ وہاں بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے جو اس پر فقرے کس رہے تھے لیکن اس نے حوصلہ نہیں ہارا۔ جو پادری جسمانی طور پر کمزور تھے انہیں زیادہ سزائیں نہیں دی گئیں۔ دراصل حاکم اعلیٰ کا حکم یہ تھا کہ کسی کو جان سے نہ مارا جائے۔ اسی لئے ان کی دیکھ بھال کے لئے ڈاکٹر کو بھی بلایا جاتا تھا۔

آخر کار حاکم اعلیٰ کو اندازہ ہو گیا کہ ان لوگوں کا ایمان اتنا کمزور نہیں ہے کہ وہ اپنے مذہب سے پھر جائیں۔ اس لئے اس نے انہیں ناگاساکی بلایا۔ 5 جنوری کو بیترلیس

MashalBooks.com

کو ایک طوائف کے گھر میں بند کر دیا گیا اور پادریوں کو جیل بھیج دیا گیا۔

اس ظلم وستم نے عیسائی مذہب کو فائدہ پہنچایا ہے۔عوام میں یہ مذہب خوب پھیل رہا ہے اور ظالموں کے تمام حربے ناکام ہو رہے ہیں۔''

فیریرا کے اس خط کے بعد کلیسا کو بالکل یقین نہیں آتا تھا کہ ایسا باہمت اور جوان حوصلے والا شخص بھی کبھی اپنے مذہب سے پھر سکتا ہے۔

1635ء میں روم میں پانچ پادری فادر ربینو کے پاس پہنچے۔ وہ جاپان جانا چاہتے تھے۔اس ملک میں ان کے ہم مذہب لوگوں پر جو جور وستم ہو رہا تھا اس کے باوجود وہ وہاں جا کر حالات کا معائنہ کرنا چاہتے تھے۔ وہ مذہب کی تبلیغ کا کام بھی جاری رکھنا چاہتے تھے تا کہ فریرا کے مرتد ہو جانے کی وجہ سے مشنریوں کی جو بدنامی ہوئی ہے اس کا ازالہ بھی ہو جائے۔ پہلے تو ان کے خیال سے اتفاق نہیں کیا گیا۔کلیسا نہیں چاہتا تھا کہ مزید پادریوں کو اس جہنم زار میں جھونکا جائے۔لیکن پھر یہ خیال کیا گیا کہ فرانس زیوئیر کے وقت سے وہاں جو لوگ عیسائی ہوئے ہیں انہیں ان کے حال پر بھی نہیں چھوڑا جا سکتا۔ان کی مدد بھی بہر حال ضروری ہے۔آخر کار فادر روبینو اور ان کے چار ساتھیوں کو جاپان جانے کی اجازت دے دی گئی۔

ان کے علاوہ کچھ اور پادری بھی خفیہ طور پر جاپان جانا چاہتے تھے۔ یہ پرتگالی تھے اور ان کا مقصد کچھ اور تھا۔ یہ تینوں فریرا کے شاگرد رہ چکے تھے۔ وہ کسی طرح بھی یہ بات ماننے کو تیار نہیں تھے کہ ان کا استاد جاپانی کافروں کے آگے سر جھکا دے گا اور جبر وتشدد کے سامنے اپنے ایمان کی قربانی دے دے گا۔ وہ خود وہاں جا کر حالات معلوم کرنا چاہتے تھے۔ یہ 1637ء کا ذکر ہے۔اس زمانے میں پرتگال سے جو مشنری مشرقی ملکوں کی جانب جاتے تھے وہ پہلے لزبن سے ہندوستان پہنچتے تھے۔گوا ان دنوں عیسائیوں کا گڑھ تھا۔ وہاں سے ہفتوں اور مہینوں کا سفر کر کے جاپان پہنچا جاتا تھا۔سینٹ فرانسس زیوئیر کے زمانے سے ہی گوا مشرق میں داخل ہونے کا دروازہ تھا۔گوا میں عیسائیوں کے دو دینی مدرسے (سیمینریز) تھے۔ان میں ایشیا کے تمام علاقوں سے طلبہ تعلیم حاصل کرنے آتے تھے۔ یہ وہ مقام تھا جہاں مشنریوں کو ان ملکوں کے حالات سے واقف کرایا جاتا تھا جہاں وہ بعد میں تبلیغ کے لئے جاتے تھے۔ان مشنریوں کو متعلقہ ملک جانے سے پہلے یہاں چھ ماہ سے ایک سال تک انتظار کرنا پڑتا تھا۔

گوا میں ان تینوں پرتگالیوں نے جاپان کے متعلق پوری معلومات حاصل کیں۔ وہاں سے جو اطلاعات آ رہی تھیں ان سے معلوم ہوتا تھا کہ نئے شوگن ایمتسو نے جور و ستم میں اپنے باپ دادا کو بھی مات کر دیا ہے۔ وہ بلا دریغ تمام عیسائیوں کو کھولتے پانی کی سزا دے رہا ہے۔ کہا جاتا تھا کہ ایک دن میں ساٹھ ساٹھ ستر ستر آدمیوں کو یہ سزا دی جا رہی ہے۔ چونکہ پہلے فریرا نے بھی اس قسم کی اطلاع بھیجی تھی اس لئے وہ غلط بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ ان حالات میں نئے مشنریوں کے لئے ضروری تھا کہ انتہائی احتیاط سے کام لیں اور سوچ سمجھ کر اس آگ میں قدم رکھیں۔

پرتگالی جہاز سانتا ازابلا 23 مارچ 1638ء کو لزبن سے روانہ ہوا اور راستہ بھر زبردست طوفانوں کا مقابلہ کرتا 9 اکتوبر کو گوا پہنچا۔ یہاں پہنچ کر انہیں اور بھی خوفناک اطلاعات ملیں۔ پتہ چلا کہ شمبارا میں 35 ہزار کے قریب عیسائیوں نے بغاوت کر دی تھی۔ جس پر فوج نے کارروائی کی اور ان سب کا صفایا کر دیا۔ اس کے بعد سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر عیسائیوں کو مارا جا رہا ہے۔ جاپان نے پرتگال کے ساتھ ہر قسم کی تجارت بند کر دی ہے اور پرتگالی جہازوں کو جاپان میں داخل ہونے کی اجازت بھی نہیں دی جا رہی ہے۔ یہ حالات سن کر ان تینوں کو یقین ہو گیا کہ اب وہ جاپان نہیں جا سکتے۔ مگر انہوں نے ہمت نہیں ہاری اور وہ میکاؤ پہنچ گئے۔ مشرق بعید میں میکاؤ پرتگال کی سیاسی اور تجارتی کارروائیوں کا مرکز تھا۔ چین کے ساتھ جاپان کی تجارت بھی اسی راستے سے ہوتی تھی۔ ان تینوں کا خیال تھا کہ شاید یہاں ان کی قسمت ساتھ دے اور جاپان جانے کی کوئی سبیل نکل آئے۔

وہاں پہنچنے پر فادر ویلی نانو نے' جو ان دنوں میکاؤ میں تھے' انہیں خبردار کیا کہ جاپان جانا خطرے سے خالی نہیں۔ جاپان کی حکومت عیسائی مشنریوں کے خون کی پیاسی ہو رہی ہے۔ وہ کسی عیسائی کو برداشت نہیں کرے گی۔ فادر ویلی نانو جاپان میں کی جانے والی تبلیغی سرگرمیوں کے مہتمم اعلیٰ تھے۔ انہوں نے بتایا کہ جاپان سے جو خفیہ رپورٹیں آیا کرتی تھیں وہ 1633ء سے بند ہو گئی ہیں۔ البتہ ناگاساکی سے جو ولندیزی جہاز رال میکاؤ پہنچے تھے انہوں نے بتایا تھا کہ فریرا کو کنویں کی اذیت دی گئی تھی۔ لیکن اس کے بعد کیا ہوا؟ یہ انہیں علم نہیں۔ صحیح بات معلوم کرنا بہت مشکل ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جس دن غلاظت سے بھرے کنویں میں فیریرا کو الٹا لٹکایا گیا تھا۔ یہ ولندیزی اسی دن وہاں سے چل پڑے تھے۔ اس حالت میں فادر ویلی نانو تینوں پرتگالی پادریوں کو جاپان بھیجنے پر ہرگز

تیار نہیں تھے۔ ان تینوں پادریوں کے نام یہ تھے۔ سباستین روڈ ریگیز' ژواں دے سانتا مارتا' اور فرانسکو گارپے۔

پرتگال میں بیرونی ملکوں کی تاریخ کا جو مرکز ہے اس میں آج بھی سباستین روڈ ریگیز کے چند مراسلے موجود ہیں۔ پہلا مراسلہ وہ ہے جو اس نے فادر ویلی نانو سے جاپان کے حالات معلوم کرنے کے بعد لکھا تھا۔

MashalBooks.com

# باب 1

ہمارے خداوند یسوع مسیح کے خدا اور باپ کی حمد ہو۔

میں آپ کو پہلے ہی اطلاع دے چکا ہوں کہ پچھلے سال ہم گوا کیسے پہنچے تھے اب ہم یکم مئی کو میکاؤ پہنچ گئے ہیں۔ راستے میں سفر کی صعوبتوں اور بھوک پیاس سے ژواں سانتا دے مارتا کا برا حال ہو گیا۔ لگتا ہے اسے ملیریا ہو گیا ہے اس لئے صرف میں اور فرانس گارپے ہی مشنری مدرسے میں کام کر رہے ہیں۔ یہاں ہمیں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا ہے۔

لیکن مشکل یہ ہے کہ فادر ویلی نانو، جو گزشتہ دس سال سے اس علاقے میں کام کر رہے ہیں، ہمارے جاپان جانے کے حق میں نہیں ہیں۔ ایک دن انہوں نے اپنے کمرے میں ہمیں بلایا اور اس بارے میں تفصیل کے ساتھ بات کی انہوں نے جو کچھ کہا اس کا خلاصہ کچھ یوں ہے...... ''میں کسی مشنری کو جاپان جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ پرتگالی جہاز کے لئے تو جاپان کا سفر بہت ہی خطرناک ہے تمہیں اس ملک کی سرزمین پر قدم رکھنے سے پہلے ہی بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا......''

ان کی مخالفت بلا سبب نہیں ہے۔ جاپان کی حکومت کو شک ہے کہ شمبارا کی بغاوت میں پرتگالی مشنریوں کا ہاتھ تھا۔ اس لئے اس نے پرتگال کے ساتھ کام تجارتی تعلقات منقطع کر لئے ہیں۔ اس کے علاوہ میکاؤ کو جاپان کے ساتھ ملانے والے سمندر پر انگریزوں اور ولندیزیوں کے جنگی جہازوں کا قبضہ ہے۔ یہ جہاز ہمارے جہازوں پر گولہ باری کرتے ہیں۔ اس لئے بھی یہ سفر خطرناک ہے۔

''پھر بھی خدا کے فضل و کرم سے ہمارا مشن کامیاب رہے گا۔'' دیلی نانو کی باتیں سن کر سانتا مارتا بولا۔ ''اس آفت زدہ سرزمین میں عیسائی اپنے پادریوں سے محروم

ہو چکے ہیں ۔ وہ بچھڑی ہوئی بھیڑوں کی طرح اپنے گلہ بان کے بغیر پھر رہے ہیں ۔ ان کی ہمت بندھانے کے لئے کسی پادری کا وہاں ضرور جانا چاہئے ۔ ایسا نہ ہو کہ وہاں ایمان کی جو شمع ٹمٹما رہی ہے وہ بالکل ہی بجھ جائے ۔''

یہ سن کر ویلی نانو کے چہرے پر ایک سایہ سا منڈلایا اور وہ خاموش ہو گئے ۔ آج کل وہ جس ذہنی کشمکش کا شکار ہیں اسے وہ خود ہی جانتے ہیں ۔ ایک طرف فادر سپیریئر کی حیثیت سے ان کی ذمہ داریاں ہیں اور دوسری طرف جور و ستم کا شکار ند قسمت عیسائیوں میں ایمان کی شمع روشن رکھنے کا سوال ہے ۔ گارپے کی بات پر اس بزرگ انسان کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا ۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گئے ۔

ان کے کمرے کی کھڑکی خلیج کی جانب کھلتی ہے ۔ وہاں سے میکاؤ کی بندرگاہ صاف نظر آ رہی تھی ۔ شام کی روشنی میں سمندر سرخ ہو رہا تھا ۔ سامنے سمندر میں چھوٹے جہاز دور سے سیاہ دھبوں کی طرح دکھائی دے رہے تھے ۔

''ایک اور بات بھی ہے ۔ ہمیں فریرا کا پتہ بھی لگانا ہے'' گارپے نے کہا

''فریرا کی کوئی خبر نہیں ہے ۔ اس کے متعلق جو اطلاعات مل رہی ہیں وہ واضح نہیں ہیں ۔ بہر حال جو کچھ ہو چکا ہے اس کے بارے میں تحقیقات کرانے کا ہمارا کوئی ارادہ نہیں ہے ۔''

''کیا وہ زندہ ہے؟''

''ہم تو یہ بھی نہیں جانتے ......'' ویلی نانو نے سر اٹھایا اور گہرا سانس لیا ۔ ''وہ 1633ء سے مجھے رپورٹ بھیج رہا تھا ۔ پھر اچانک وہ رپورٹ آنا بند ہو گئی ۔ ہمیں نہیں معلوم وہ بیمار ہے یا مر گیا یا پھر کافروں کی قید میں پڑا سڑ رہا ہے ۔ تمہارا خیال بھی درست ہو سکتا ہے اور اس نے واقعی شہید کا درجہ حاصل کر لیا ہو ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ زندہ ہو اور رپورٹ بھیجنے کی کوشش بھی کرتا ہو لیکن رپورٹ یہاں تک نہ پہنچ پا رہی ہو ......''

فادر ویلی نانو نے اپنی باتوں میں اس افواہ کا ذکر تک نہ کیا کہ فریرا مذہب سے منکر ہو گیا ہے ۔ ہماری طرح شاید وہ بھی ان افواہوں پر دماغ سوزی نہیں کرنا چاہتے تھے ۔

''اور......'' پھر ویلی نانو نے زیادہ زور سے کہنا شروع کیا ۔ ''اب تو جاپان میں ایک بہت ہی بڑا شیطان پیدا ہو گیا ہے ۔ اس کا نام ہے انوئے ۔''

MashalBooks.com

ہم نے پہلی بار ان کی زبان سے انوئے کا نام سنا۔ انہوں نے بتایا کہ انوئے نے وحشت و بربریت کی انتہا کر رکھی ہے۔ اس کے مقابلے میں ناگاساکی کا پہلا حاکم اعلیٰ تانی کا بچہ نظر آتا ہے۔

یوں ہمارے دماغ میں اس شخص کا نام نقش ہو گیا جس کے ساتھ جاپان میں ہماری ملاقات ہونے والی تھی۔ ہم دل ہی دل میں اس کا نام یاد کرتے رہے۔ انوئے' انوئے۔

کیوشو سے عیسائیوں نے جو اطلاعات بھیجی تھی ان کی وجہ سے بھی ویلی نانو اس جابر شخص کی کرتوتوں سے خوب واقف ہو گئے تھے۔ شمبارا کی بغاوت کے بعد عیسائیوں پر جو ظلم توڑے گئے ان میں اس شخص نے سب سے زیادہ شہرت حاصل کی تھی۔ تانی کا کے مقابلے میں وہ زیادہ چالاک اور زیادہ عیار تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جو عیسائی تانی کا کے پنجے سے بچ گئے تھے وہ ایک ایک کر کے اس کے چنگل میں پھنستے جا رہے تھے۔

''سب سے زیادہ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ کبھی انوئے بھی ہمارے مذہب سے یہ تعلق رکھتا تھا۔ اس نے باقاعدہ بپتسمہ لیا تھا۔'' ویلی نانو نے افسردگی کے ساتھ کہا۔

اس شیطان کے بارے میں آپ کو بعد میں بتاؤں گا۔ سردست آپ کو یہ اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ ویلی نانو بہت ہی سیانے اور محتاط فادر سپیریئر ہیں۔ لیکن گارپے نے اور میں نے ان کی کچھ اس طرح خوشامد کی کہ وہ ہمیں جاپان بھیجنے پر رضامند ہو گئے۔ چنانچہ اب ہم اپنا سب کچھ داؤ پر لگا چکے ہیں۔ جاپان کو عیسائی بنانے اور عظمت خداوندی کا پرچم بلند کرنے کے لئے کسی نہ کسی طرح ہم مشرق بعید تو پہنچ ہی چکے ہیں اب ہمارے سامنے جو دوسرا سفر ہے وہ پہلے سفر سے کہیں زیادہ ہولناک اور پرخطر دکھائی دیتا ہے۔ لیکن مجھے وہ بات یاد رہی ہے کہ ''ایک شہر میں خطرہ ہو تو دوسرے شہر چلے جاؤ'' ......اس کے علاوہ میرے دل و دماغ میں یوحنا عارف کے مکاشفے کے یہ الفاظ بھی گونج رہے ہیں...... ''نجات' اور جلال اور قدرت ہمارے خداوند ہی کی ہے۔''

میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ میکاؤ ایک بہت بڑے دریا چوکیانگ کے دہانے پر واقع ہے یہ کئی جزیروں پر مشتمل ہے۔ خلیج میں داخل ہونے کا یہی راستہ ہے۔ مشرق کے دوسرے شہروں کی طرح اس کے گرد بھی کوئی فصیل نہیں ہے اس لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ شہر کی حدود کیا ہیں۔ چینی گھر گرد و غبار کے ذروں کی طرح بکھرے ہوئے ہیں۔ آپ اپنے

ملک کے کسی بھی شہر کی تصویر اپنے ذہن میں لے آئیں مگر یہاں کے شہران میں سے کسی سے بھی نہیں ملتے۔ کہتے ہیں اس کی آبادی بیس ہزار کے قریب ہے لیکن یہ اندازہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ یہاں اگر کوئی چیز ہمارے ملک کی یاد دلاتی ہے تو وہ گورنر کا محل ہے۔ یا پھر پرتگالی گودام اور پختہ سڑکیں ہیں۔ پختہ قلعہ خلیج کی جانب رخ کئے کھڑا ہے۔ اس کی فصیل پر توپیں نصب ہیں لیکن آج تک توپ چلانے کی نوبت نہیں آئی۔

چینی باشندوں کی بڑی تعداد ہماری تعلیمات سے کوئی سروکار نہیں رکھتی۔ اس اعتبار سے جاپان ہمارے لئے زیادہ سازگار ملک ہے۔ اس ملک کے بارے میں سینٹ زیویئر نے کہا تھا کہ مشرق میں عیسائیت کے لئے سب سے زیادہ موزوں ملک یہی ہے۔''

جاپان نے اپنے جہازوں پر غیر ملکی سفر کی پابندی لگا دی ہے جس کی وجہ سے مشرق بعید کے ملکوں میں چین کے ساتھ تجارت ان پرتگالی تاجروں کے ہاتھ میں آ گئی ہے جو میکاؤ میں رہتے ہیں۔ اس تجارت سے گزشتہ سال اور اس سے پچھلے سال ایک سو سرافم کی جو آمدنی ہوئی تھی، توقع ہے اس سال اس میں چار سو سرافم تک اضافہ ہو جائے گا۔

آج میں آپ کو ایک زبردست خوش خبری سنانا چاہتا ہوں۔ خوش قسمتی سے کل ہماری ملاقات ایک جاپانی سے ہوگئی۔ تجارت پر پابندی سے پہلے چینی تاجر اور مذہبی رہنما بڑی تعداد میں میکاؤ آتے رہتے تھے لیکن جب سے جاپانی حکومت نے اپنے آپ کو محصور کر لیا ہے اس کے بعد سے یہ آمدورفت بند ہوگئی ہے۔ بلکہ پہلے یہاں جو جاپانی موجود تھے وہ بھی چلے گئے ہیں۔ فادر ویلی نانو نے ہمیں بتایا تھا کہ یہاں اب کوئی جاپانی نہیں ہے۔ لیکن اتفاق سے کل ہمیں معلوم ہو کہ چینی باشندوں کے ساتھ ایک جاپانی رہتا ہے۔ میں بتاتا ہوں اس سے ہماری ملاقات کیسے ہوئی۔

کل موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ ہم یہ معلوم کرنے چینی محلے گئے تھے کہ ہمیں کوئی چینی جہاز مل سکتا ہے۔ ایسا چینی جہاز جو خفیہ طور پر ہمیں جاپان پہنچا دے۔ ہمیں ایک کپتان اور ایک جہازی کی بھی ضرورت تھی۔ میکاؤ کی بارش، خدا کی پناہ...... بارش میں تو یہ بیہودہ شہر اور بھی تکلیف دہ ہو جاتا ہے۔ چینی محلّہ راکھ کی طرح خاکستر ہو رہا تھا۔ چینی باشندے اپنی چھوٹی چھوٹی جھونپڑیوں میں دبکے بیٹھے تھے۔ وہ مکان کیا ہیں کتوں کے گھر نظر آتے ہیں۔ سڑکیں اور گلیاں بالکل سنسان پڑی تھیں۔ نہ آدم نہ آدم کی زاد۔ ان گلیوں کو دیکھ کر نہ جانے کیوں میں انسانی زندگی کے اسرار پر غور کرنے لگا۔ میں افسردہ ہو گیا تھا۔

MashalBooks.com

ہمیں ایک چینی باشندے کا پتہ بتایا گیا تھا۔ ہم اس کے پاس پہنچے اور اپنا مقصد بیان کیا وہ کہنے لگا یہاں میکاؤ میں ایک جاپانی بھی رہتا ہے اور وہ بھی اپنے وطن جانا چاہتا ہے۔ ہم نے اس کا پتہ پوچھا تو ایک لڑکا اسے بلانے چل دیا لیکن ہم بھی اس کے ساتھ ہی چلے گئے۔

میں نے اپنی زندگی میں یہ پہلا جاپانی دیکھا تھا اس کی حالت میں بیان نہیں کر سکتا۔ وہ شراب کے نشے میں دھت لڑکھڑاتا ہوا باہر آیا۔ اس کی عمر یہی کوئی اٹھائیس انتیس سال ہوگی۔ اس کے بدن پر کپڑے نہیں چیتھڑے تھے۔ نام تھا کچی جیرو۔ بڑی مشکل سے اس نے ہمارے سوالوں کا جواب دیا۔ معلوم ہوا کہ وہ ناگاساکی کے نزدیک ضلع ہزین کا رہنے والا ہے۔ شمبا کی مشہور بغاوت سے پہلے ایک پرتگالی جہاز نے اسے سمندر میں تیرتا پایا تھا۔ وہ جب بولتا تو عجیب طرح سے آنکھیں مٹکاتا تھا۔ اس کی آنکھوں سے عیاری ٹپک رہی تھی۔

''تم عیسائی ہو؟'' گارپے نے اس سے سوال کیا مگر وہ بت بنا کھڑا رہا۔ ایسا لگا جیسے گارپے کے اس سوال سے وہ افسردہ ہوگیا ہے۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ وہ بالکل بات کرنے کو تیار نہیں تھا مگر جب گارپے نے بہت زیادہ اصرار کیا تو بول پڑا۔ اس نے ہمیں بتایا کہ جاپان میں اس نے عیسائیوں کو کیسے کیسے ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا ضلع ہزین کے گاؤں کوراساکی میں اس نے اپنی آنکھوں سے چوبیس عیسائیوں کو سمندر کے پانی کی اذیت پاتے دیکھا تھا۔ یہ سزا مقامی ''دائمو'' (حاکمِ اعلیٰ) نے دی تھی۔ اس نے بتایا کہ ساحل کے ساتھ لکڑی کے کھمبے کھڑے کر دیئے گئے تھے اور ان پر عیسائیوں کو باندھ دیا گیا تھا۔ سمندر میں رات کو جوار بھاٹا آتا تو موجیں ان کے جسم کے ایک خاص حصے تک آتیں اور لوٹ جاتیں۔ دن رات وہ ان موجوں کے تھپیڑے سہتے رہے۔ آخر وہ بھوک پیاس اور تھکن سے چور ہوگئے اور ایک ہفتے بعد موت کی نیند سو گئے۔

مجھے احساس ہوا کہ باتیں کرتے ہوئے کچی جیرو کے چہرے کا رنگ بدل رہا ہے۔ پھر اس نے عجیب سا منہ بنایا اور خاموش ہوگیا۔ پھر اس نے اس طرح سر جھٹکا جیسے اسے کوئی انتہائی دردناک واقعہ یاد آ گیا ہو۔ میں نے سوچا جن بیس پچیس عیسائیوں کو یہ سزا دی گئی ہوگی شاید ان میں اس کا بھی کوئی عزیز ہوگا۔ ہمیں یہ دکھ بھری باتیں نہیں چھیڑنا چاہئے تھیں۔ خواہ مخواہ اس شخص کے زخم ہرے ہوگئے۔

MashalBooks.com

''تم خود بھی تو عیسائی ہو؟'' گارپے اصرار کئے جار ہا تھا۔''بولو' ہونا؟''

''نہیں' میں عیسائی نہیں ہوں۔'' کچی جیرو نے نفی میں سر ہلایا اور زور سے کہا۔ میں بالکل عیسائی نہیں ہوں۔''

''مگر تم جاپان تو جانا چاہتے ہو؟ ہمارے پاس جہاز کے لئے رقم ہے۔ہم اس کے کپتان اور جہازی کا بندوبست بھی کر سکتے ہیں۔اگر تم جاپان جانا چاہو تو....''

یہ سن کر اس کی باچھیں کھل گئیں۔شراب کے نشے میں جو آنکھیں بند ہوئی جارہی تھیں اب وہ پوری طرح بیدار ہوگئیں۔اس نے اپنی ترچھی نگاہیں اپنے گھٹنوں پر جمائیں اور لرزتی آواز میں کہنے لگا۔''ہاں' میں جاپان جانا چاہتا ہوں۔میں اپنے رشتے داروں سے ملنا چاہتا ہوں۔''

اس طرح اس پریشان حال جاپانی سے ہمارا رابطہ ہوا۔ہم باتیں کر رہے تھے تو اس کی نیم روشن کوٹھری میں ایک مکھی برابر بھن بھنائے جارہی تھی۔کوٹھری میں ساکے کی ایک خالی بوتل پڑی تھی جو اس نے ہی خالی کی تھی۔اس سے ملاقات ہماری سب سے بڑی خوش نصیبی تھی۔ظاہر ہے اگر ہم جاپان پہنچ بھی جاتے تو ہمیں وہاں یہ کیسے معلوم ہوتا کہ کہاں جانا ہے اور کس سے ملنا ہے؟ وہاں ہمیں چھپنے کو بھی کوئی جگہ چاہئے تھی۔ہم اس شخص کو اپنا گائیڈ بنا سکتے ہیں۔

کچی جیرو کافی دیر اسی طرح دیوار پر نظریں گاڑے اور گھٹنوں پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہا۔وہ ہماری شرائط پر غور کر رہا تھا۔آخر کافی سوچنے کے بعد وہ راضی ہوگیا۔اس کے لئے یقیناً یہ بہت خطرناک مہم تھی لیکن وہ یہ بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر وہ ہمارے ساتھ نہ گیا تو پھر کبھی اپنے وطن کا منہ نہیں دیکھ سکے گا۔ادھر فادر ویلی نانو کی مہربانی سے ہمیں ایک کشتی ملنے کی امید بھی ہوگئی۔مگر انسان سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے۔آج ہمیں اطلاع ملی کہ اس کشتی یا چھوٹے سے جہاز کو دیمک لگ گئی ہے اور یہاں کول تار اور لوہا ملنا بہت مشکل ہے۔

یہ رپورٹ میں ہر روز تھوڑی تھوڑی لکھ رہا ہوں۔اس لیے یہ ایک ایسی ڈائری بن گئی ہے جس پر کوئی تاریخ درج نہیں ہے۔براہ کرم اسے صبر وتحمل کے ساتھ پڑھنے کی زحمت گوارا فرمایئے ......ایک ہفتے قبل میں نے لکھا تھا کہ جو جہاز ہمیں مل رہا ہے اسے دیمک چاٹ گئی ہے۔لیکن اب ہم نے اس مشکل پر قابو پانے کا طریقہ نکال لیا ہے۔ہم

MashalBooks.com

اسے صرف اندر سے ٹھیک کریں گے اور اس میں تائیوان تک جائیں گے۔ دعا کیجئے کہ راستے میں ہمیں ہولناک طوفانوں کا سامنا نہ کرنا پڑ جائے۔

آج ایک بری خبر دے رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا تھا کہ مارتا تھکن سے نڈھال ہو گیا ہے اسے ملیریا ہو گیا ہے۔ آج کل اسے کپکپی کے ساتھ بخار آ رہا ہے وہ مدرسے کے ایک کمرے میں پڑا ہے۔ آپ نے اسے کیسا ہٹا کٹا دیکھا تھا لیکن اب اگر آپ اسے دیکھیں تو شاید پہچان بھی نہ سکیں وہ بہت ہی کمزور اور لاغر ہو گیا ہے اس کا بخار اتنا تیز ہوتا ہے کہ بھیگا تولیہ اس کے ماتھے پر رکھا جاتا ہے تو اس میں سے بھی ایسی بھاپ نکلنے لگتی ہے جیسے اسے کھولتے پانی میں ڈالا گیا ہو۔ ایسی حالت میں جاپان جانے کا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ فادر ویلی نانو کہتے ہیں کہ اسے یہاں چھوڑ جاؤ تم جاپان چلے جاؤ۔

''پہلے ہم جائیں گے......'' گارپے نے ایک دن سانتا مارکا دل رکھنے کو کہا۔'' وہاں جا کر حالات کا جائزہ لیں گے پھر تمہیں بلا لیں گے۔ اس وقت تک تمہاری طبیعت بھی ٹھیک ہو جائے گی۔''

کہنے کو تو اس نے کہہ دیا مگر کون کہہ سکتا تھا کہ جاپان کے اندر ہمارے اوپر کیا بیتے گی۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہاں سانتا مارتا صحت مند ہو کر خوش و خرم زندگی گزارے اور وہاں ہمارا بھی وہی حشر ہو جو دوسرے عیسائیوں کا ہو چکا ہے۔

مارتا' گارپے کی بات پر خاموش رہا۔ کئی دن کی بڑھی داڑھی نے اس کے گالوں اور منہ کو ڈھانپ لیا تھا وہ کھڑکی کو تکے جا رہا تھا۔ اس کے دل میں کیا تھا؟ اسے آپ بھی اچھی طرح جان سکتے ہیں۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ پرتگال میں جس دن ہم یہاں آنے کے لئے جہاز پر سوار ہوئے تھے اور بشپ داسکو کی دعائیں لینے کے بعد تاگس سے ہمارا جہاز روانہ ہوا تھا اس دن سے سفر کی صعوبتیں اور مشکلات ہمارا پیچھا کر رہی ہیں۔ ہمارے جہاز پر بیماریاں بھی پھیلیں اور لوگ بھوک پیاس کا شکار بھی ہوئے۔ لیکن ہم نے صبر و شکر کے ساتھ یہ سب برداشت کیا ہے اور مشرق بعید کے اس تباہ حال شہر میں وارد ہوئے ہیں۔

ہم پادری لوگ انسانوں کے اس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جو ہمیشہ افسردہ اور اداس رہتا ہے۔ ہماری زندگی کا مقصد ہی بنی نوع انسان کو نجات کی راہ دکھانا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے اس پادری سے زیادہ دل شکستہ اور کون ہو سکتا ہے جو اپنے فرائض پورے کرنے

میں نا کام رہے۔ گوا پہنچے کے بعد سے ہی سانتا مارتا کو سینٹ فرانسس زیویئر کے ساتھ کچھ زیادہ ہی لگاؤ ہو گیا ہے۔ وہ ہندوستان کے کسی سینٹ کے مزار پر بھی جاتا تو یہی دعا کرتا کہ خدا مجھے بھی سینٹ رانسس کی طرح جاپان جانے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہم آج کل صبح شام یہی دعا مانگتے ہیں کہ اس کی صحت بحال ہو جائے۔ لیکن وہاں افاقے کے کوئی آثار نظر نہیں آتے مگر خدا کی رحمت سے کوئی بعید بھی نہیں کہ وہ ٹھیک ہی ہو جائے۔ خدا انسان کو وہ کچھ دیتا ہے جس کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ہماری روانگی میں دو ہفتے رہ گئے ہیں۔ شاید عین موقع پر بہتری کی کوئی سبیل پیدا ہو جائے۔

جہاز کی مرمت کا کام تیزی سے جاری ہے۔ دیمک کھائے تختوتوں کی جگہ ہم نے جو نئے تختے لگائے ہیں ان سے جہاز بالکل نیا لگنے لگا ہے۔ ویلی نانو نے ہمارے لئے جن جہازیوں کا بندوبست کیا ہے ہمیں امید ہے کہ وہ ہمیں جاپان کے نزدیک سمندر تک لے جائیں گے۔ جہاز کی مرمت کرنے والے چینی بہت ہی دبلے پتلے ہیں۔ وہ دیکھنے میں بیمار سے لگتے ہیں مگر رسی کی طرح بٹے ان کے مضبوط بازوؤں میں اتنی جان ہے کہ ان کا کام دیکھ کر تعجب ہوتا ہے۔ وہ ان دبلے پتلے ہاتھوں سے خوراک کے بھاری بھاری صندوق اٹھا لیتے ہیں۔ پتہ نہیں ان کے بازو ہیں یا فولادی سلاخیں۔ بہر حال ہم موافق ہوا کا انتظار کر رہے ہیں۔

ہمارا جاپانی گائیڈ کچی جیرو چینی باشندوں کے ساتھ مل کر ہی رہتا ہے۔ وہ ان کے ساتھ بادبانوں کی مرمت بھی کراتا ہے۔ ہم اس کی ایک ایک بات پر کڑی نظر رکھتے ہیں تاکہ اس کی عادات واطوار سے اچھی طرح واقف ہو جائیں۔ جاپان میں ہمارے مستقبل کا انحصار اس پر ہے۔ ہمیں وہ مکار سا انسان معلوم ہوتا ہے وہ کام چور بھی ہے۔ جب تک چینی نگراں سامنے ہوتا ہے وہ کام کرتا رہتا ہے اور جونہی نگران نظروں سے اوجھل ہوتا ہے وہ کام چھوڑ دیتا ہے۔ اس کی اس حرکت پر دوسرے کام کرنے والے بھی ناراض ہیں۔ پہلے تو وہ اسے نظر انداز کرتے رہے پھر ایک دن انہوں نے خوب مارا۔ یہ مار پیٹ تو کوئی ایسی بات نہیں تھی لیکن اس وقت اس شخص نے جس بے غیرتی اور بے شرمی کا مظاہرہ کیا ہے وہ ہمارے لیے حیرت کی بات تھی۔ وہ دھتکارے ہوئے کتے کی طرح ان کے پاؤں چاٹ رہا تھا اس کے چہرے پر ایسی مردنی چھا گئی تھی جیسے وہ اسے سچ مچ مار ڈال رہے ہوں۔

ہم اسے عیسائیت والا صبر وشکر نہیں کہہ سکتے' یہ تو بزدلی کی انتہا ہے۔ جب وہ پٹ رہا تھا تو اس نے ریت سے اپنا چہرہ اوپر اٹھایا اور جاپانی زبان میں کچھ کہا۔ اس کی ناک اور گال ریت سے بھرے ہوئے تھے اور منہ سے رال ٹپک رہی تھی۔ اب ہمیں احساس ہوا کہ جب ہم نے اس کے سامنے جاپانی عیسائیوں کا ذکر کیا تھا تو وہ اچانک خاموش ہو گیا تھا۔ لگتا ہے اسے بولتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ کہیں اس کے منہ سے کوئی ایسی بات نہ نکل جائے جس سے اس کا کوئی راز افشا ہو جائے۔ خیر یہ لڑائی ہم نے ختم کرا دی۔ اس کے بعد سے وہ جب بھی ہمارے سامنے آتا ہے نہایت چاپلوسی کے انداز میں کھیسیں نکالتا ہے۔

''سچ سچ بتاؤ تم واقعی جاپانی ہو؟''!! ایک دن گارپے نے اپنے مخصوص انداز میں پوچھ لیا۔ اس کے لہجے میں تھوڑی سی تلخی تھی۔ کچی جیرو نے حیرت سے اسے دیکھا اور بلند آواز میں کہا۔ ہاں میں جاپانی ہوں۔'' میری طرح گارپے نے اس بات پر اعتبار کر رکھا تھا کہ جاپانی ایسی قوم ہے جو موت سے بھی نہیں ڈرتی اور یہ بات سچ بھی ہے ایسے جاپانی بھی ہیں جو پانچ پانچ دن ہولناک اذیتیں برداشت کرتے رہے اور ان کے ایمان میں ذرا سی لغزش بھی پیدا نہیں ہوئی۔ مگر ان میں کچی جیرو جیسے بزدل بھی ہیں۔ ذرا سوچئے تو ہمیں اس جیسے بزدل انسان کی رہنمائی میں جاپان جانا تھا۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ان عیسائیوں سے ہمارا رابطہ کرا دے گا جو ہمیں پناہ دے سکتے ہیں۔ لیکن اس کی حرکتوں سے ہمیں شبہ ہونے لگا تھا کہ وہ سچ بھی کہہ رہا ہے یا ہمیں دھوکا دے رہا ہے۔ کیا ہمیں اس پر بھروسہ کرنا چاہیے؟ لیکن میرے اس لکھنے سے یہ نہ سوچ لیجئے کہ ہماری ہمت جواب دے رہی تھی یا ہمارے جوش میں کمی آ رہی تھی۔ بالکل نہیں مجھے تو اس بات پر ہنسی آ رہی تھی کہ ہم نے اپنے آپ کو کچی جیرو جیسے شخص کے ہاتھوں میں دے دیا ہے۔ لیکن اگر ذرا سوچیں تو ہمارے خداوند خدا نے بھی تو اپنی زندگی ناقابل اعتبار لوگوں کے ہاتھوں میں دے رکھی تھی۔ بہرحال اب کیا بھی کیا جا سکتا ہے۔ کچی جیرو پر بھروسہ کرنا ہی پڑے گا۔

البتہ ایک بات تکلیف دہ ہے وہ شراب بہت پیتا ہے۔ ہر وقت نشے میں دھت رہتا ہے۔ کام کے عوض روزانہ اسے جو اجرت ملتی ہے وہ اس کی شراب خرید لیتا ہے۔ شراب پینے کے بعد وہ عجیب عجیب حرکتیں کرتا ہے۔ مجھے تو لگتا ہے اس کے دل میں کچھ ایسی دردناک یادیں ہیں جنہیں بھلانے کے لئے وہ نشہ کرتا ہے۔

میکاؤ میں رات کے وقت اس سپاہی کے بگل کی اداس سی آواز گونجتی ہے جو قلعہ

پر پہرہ دیتا ہے۔ وطن کی طرح یہاں بھی رات کے کھانے کے بعد چیپل میں اجتماعی دعا ہوتی ہے اس کے بعد پادری اور برادر ہاتھوں میں موم بتیاں لئے اپنے کمروں کی طرف چلے جاتے ہیں۔

خادمین ابھی ابھی صحن کی طرف گئے ہیں۔ گارپے اور سانتا مارتا کے کمروں کی روشنی بجھ گئی ہے۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے دنیا ختم ہوگئی ہے۔

میں موم بتی کے پاس گھٹنوں پر ہاتھ رکھے بیٹھا ہوں اور اپنے سامنے تک رہا ہوں۔ رہ رہ کر مجھے یہ خیال آرہا ہے کہ میں دنیا کے آخری سرے پر پہنچ گیا ہوں۔ میں ایسی جگہ آ گیا ہوں جسے آپ لوگ بالکل نہیں جانتے اور ساری عمر کبھی جان بھی نہیں سکیں گے۔ آپ یہاں کبھی نہیں آئیں گے۔ میرے سارے وجود میں ایک دھڑکتی سی سنسنی پھیلی ہوئی ہے اور میری آنکھوں کے سامنے سمندری سفر کی ساری تکلیفیں ایسے پھر رہی ہیں کہ میرا سینہ درد و غم سے بھر گیا ہے۔ کبھی کبھی تو مجھے یہ خواب سا لگتا ہے کہ میں مشرق بعید کے اس دور افتادہ جزیرہ میں بیٹھا ہوں۔ اور یہ ٹھیک بھی ہے اگر میں اسے خواب نہ سمجھوں تو شاید پاگلوں کی طرح چیخنا شروع کر دوں کہ لوگو! دیکھو یہ کیسا معجزہ ہوگیا ہے۔ تو کیا یہ حقیقت ہے کہ میں مکاؤ میں ہوں؟ کیا واقعی میں خواب میں نہیں ہوں؟ مجھ یقین نہیں آرہا ہے۔

سامنے دیوار پر ایک بڑا سا کاکروچ پھر رہا ہے اس کی کھردری آواز رات کی اداس خاموشی کو توڑ رہی ہے۔ ''دنیا میں پھیل جاؤ اور خداوند کا کلام خدا کی مخلوق تک پہنچاؤ۔ جو اس پر ایمان لاتا ہے اور بپتسمہ لیتا ہے وہ نجات پاتا ہے اور جو ایمان نہیں لاتا وہ عذاب سہتا ہے۔ یہ ہیں وہ الفاظ جو یسوع مسیح نے آخری طعام کے موقع پر وہاں جمع ہونے والے اپنے حواریوں سے کہے تھے۔ آج میں اس فرمان کی بجا آوری کر رہا ہوں تو مسیح کا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے آرہا ہے۔ یسوع مسیح کا چہرہ کیسا تھا؟ اس پر انجیل خاموش ہے۔ آپ بہتر جانتے ہیں کہ شروع کے عیسائیوں نے یسوع مسیح کو ایک گڈریے کے روپ میں دیکھا تھا۔ اونچا چغہ اور تنگ سی صدری پہنے' ایک ہاتھ میں میمنے کا پاؤں اور دوسرے ہاتھ میں عصا۔ یہ تصویر ہمارے ملک میں جانی پہچانی سی ہے۔ کیونکہ اس میں بہت سے ان لوگوں کی جھلک بھی ہے جنہیں ہم جانتے ہیں۔ شروع کے عیسائیوں نے یسوع مسیح کا مہربان چہرا ایسا ہی سوچا تھا۔ لیکن مشرقی کلیسا میں گھنگریالے بال میں کالی داڑھی نظر آتی ہے۔ یہ گویا مشرقی یسوع مسیح کی تخلیق ہے۔ قرون وسطیٰ کے مصوروں نے یسوع مسیح کا چہرہ

ایسا تھا جس سے شاہی نخوت ٹپکتی ہے۔لیکن اس وقت میری آنکھوں کے سامنے یسوع مسیح کا جو چہرہ آرہا ہے وہ اس تصویر کا چہرہ ہے جو بورگوساں سپیلکرو میں محفوظ ہے۔ وہ تصویر میرے دل و دماغ میں تازہ ہے۔ میں نے پہلی بار اسے نوآموز طالب علم کی حیثیت سے دیکھا تھا اس تصویر میں یسوع کا ایک پاؤں مقدس تبرکات پر ہے اور دائیں ہاتھ میں صلیب ہے۔اس چہرے پر حواریوں کا حوصلہ بندھانے والے وہ تاثرات ہیں جو اس وقت اس چہرے پر ہوں گے جس وقت انہوں نے یہ کہا تھا کہ ''میری بھیڑوں کو چارہ ڈالو' میری بھیڑوں کو چارہ ڈالو' میری بھیڑوں کو چارہ ڈالو'۔ یہ چہرہ طاقت اور توانائی سے پر ہے۔ میں اس چہرہ کا ایسا ہی گرویدہ ہوں جیسے کوئی عاشق اپنے معشوق کے چہرے کا گرویدہ ہوتا ہے۔

ہماری روانگی میں پانچ دن رہ گئے ہیں۔ ہمارے پاس جاپان لے جانے کے لیے اپنے دل کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ ہم سب روحانی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ افسوس' اس وقت میں سانتا مارتا کے بارے میں کچھ نہیں لکھ سکتا۔ خدا نے ہمارے اس بدنصیب ساتھی کو ابھی تک صحت عطا نہیں کی ہے وہ اس سفر کی خوشی حاصل نہیں کر سکتا۔

MashalBooks.com

# باب 2

خدا کی رحمت ہو

یسوع کا جلال سلامت

گزشتہ دو ماہ کے اندر میرے اوپر جو بیتی، سمجھ میں نہیں آتا ایک مختصر سے مراسلے میں کیسے بیان کروں۔ پھر یہ بھی نہیں جانتا کہ موجودہ حالات میں یہ مراسلہ آپ تک پہنچ بھی پائے گا یا نہیں۔ لیکن اس وقت میری کیفیت ایسی ہے کہ میں اپنے آپ کو لکھنے سے باز بھی نہیں کر سکتا۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ آپ کو کچھ نہ کچھ لکھ کر بھیجنا میرا فرض ہے۔

ہم میکاؤ سے روانہ ہوئے تو خوش قسمتی سے آٹھ دن ہمیں بہت اچھا موسم ملا۔ آسمان صاف اور چمکیلا تھا۔ بادبان ہوا میں لہرا رہے تھے مچھلیوں کے غول ہوا میں اچھلتے تو ان کے سینے چاندی کی طرح دھوپ میں چمکتے تھے۔ ہر صبح میں اور گارپے عرشے پر عبادت کرتے اور خدا کا شکر ادا کرتے کہ اس نے ہمیں اتنے اچھے اور سازگار موسم سے نوازا ہے لیکن اس کے بعد اچانک ہمیں طوفان نے آلیا۔ وہ چھ (6) مارچ تھی جب جنوب مشرق سے تیز ہوا چلنا شروع ہوئی ہمارے ملاح خاصے تجربہ کار تھے۔ انہوں نے فوراً بادبان اتار لئے اور سامنے چھوٹا بادبان لگا دیا اس وقت آدھی رات تھی اور ہمارے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ جہاز کو موجوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں۔ مگر اسی وقت جہاز کے اگلے حصے میں سوراخ ہو گیا اور پانی اندر آنے لگا۔ ہم ساری رات اس شگاف میں کپڑا ٹھونستے رہے اور جہاز میں سے پانی نکالنے کی کوشش کرتے رہے۔

خدا خدا کر کے صبح صادق کے وقت طوفان تھما۔ اس وقت ملاح اور میں بری طرح تھک چکے تھے۔ تکان سے ہمارا یہ حال تھا کہ ہم سامان کی گانٹھوں کے درمیان گر گئے ہم وہاں لیٹے لیٹے آسمان پر اڑتے بارش سے بھرے بادل دیکھتے رہے۔ بادل مشرق کی

طرف جا رہے تھے اس وقت مجھے سینٹ فرانسس کا خیال آیا۔ انہوں نے بھی اس طرح طوفان کے بعد کی خاموشی میں آسمان پر تیرتے بادل دیکھے ہوں گے۔ انہوں نے بھی اس دودھیا آسمان کو دیکھا ہوگا۔ پھر اس کے بعد 80 سال تک اسی طرح کتنے ہی مشنری اور طالب علم افریقہ اور ہندوستان کے ساحلوں سے گزر کر یہاں پہنچے ہوں گے۔ ان میں بشپ سیکو ییرا بھی تھے اور گینیتو بھی، گومیزا اور لو پیز بھی تھے اور گیر یگور بھی۔ انہوں نے ہی جاپان میں بائبل کی تعلیم کو عام کیا۔

اگر ان لوگوں کی گنتی شروع کی جائے تو فہرست کہیں ختم نہیں ہوگی۔ ان میں فادر جل دے ماتا بھی تھے جو جاپان کے ساحل کی طرف نظریں جمائے جمائے ہی سمندر میں موجوں کی نذر ہو گئے تھے۔ میں اندازہ کر سکتا ہوں کہ ان کی کیا کیفیت ہوگی۔ ان کے سینے بھی میری طرح ہی جذبات کی شدت سے پھٹے پڑ رہے ہوں گے۔ انہی جذبات نے انہیں مصائب برداشت کرنے کی قوت عطا کی ہوئی گی۔ ان مشنریوں نے دودھیا آسمان بھی دیکھا ہوگا اور پانی سے بھرے بادل بھی جا اسی طرح تیرتے ہوئے مشروق کی سمت جا رہے ہوں گے اس وقت وہ کیا سوچ رہے ہوں گے۔ میں اس کا بخوبی انداز لگا سکتا ہوں۔

اس سامان کے ساتھ ہی کچی جیرو بھی لیٹا تھا۔ میں اس کی سانسوں کی آواز سن رہا تھا طوفان کے وقت اس بدبخت نے ملاحوں کی کوئی مدد نہیں کی تھی اور اب وہ مردہ بنا پڑا تھا اس کے چاروں طرف اس کی قے بکھری ہوئی تھی اور وہ جاپانی میں کچھ بڑبڑا رہا تھا۔

ملاحوں کی طرح ہم بھی اسے اچھا نہیں سمجھتے تھے اس لئے میں اس کی بڑبڑ پر کوئی توجہ نہیں دے رہا تھا۔ لیکن اچانک میرے کانوں میں گراسیا اور سانتا ماریا کی آواز پڑی میں چونک گیا اس شخص نے جو غلیظ سور کی طرح اپنی قے میں لتھڑا پڑا تھا۔ سانتا ماریا کہا تھا۔

گارپے نے میری طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ کیا یہ شخص ہمارا ہم مذہب ہوسکتا ہے۔ یہ انسان جس نے سارے سفر میں ہماری کوئی مدد نہیں کی بلکہ ہم سب کے لئے پریشانی کا باعث بنا رہا۔ نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔ صاحب ایمان شخص کو موت بھی اتنا بزدل نہیں بناتی۔

کچی جیرو نے قے میں سنا ہوا اپنا چہرہ اٹھایا اور نہایت اداس نظروں سے ہمیں دیکھا۔ پھر اس نے ایسا ظاہر کیا جیسے ہماری نگاہوں میں جو سوال ہے وہ اسے نہیں سمجھ رہا ہے۔ پھر وہ بزدلی کے ساتھ ہنسا۔ اس ہنسی میں ایسی خوشامد اور چاپلوسی تھی جس کا آپ تصور

MashalBooks.com

بھی نہیں کر سکتے۔اس کی ہنسی سے میرا منہ کڑوا ہو جاتا ہے۔

''تم عیسائی ہونا'' گارپے نے بلند آواز میں اس سے سوال کیا۔صحیح صحیح جواب دو میں تم سے پوچھ رہا ہوں'' ''تم عیسائی ہو یا نہیں؟''

کچی جیرو نے زور زور سے نفی میں سر ہلایا۔اس کے پاس جو چینی بیٹھے تھے وہ تجسّس اور حقارت کے ساتھ یہ باتیں سن رہے تھے۔اگر کچی جیرو عیسائی ہے تو اس نے ہم پادریوں سے بھی کیوں چھپایا ہوا ہے؟ مجھے خیال آیا کہ یہ بزدل اس بات سے ڈرتا ہے کہ جاپان جا کر کہیں ہم اسے جاپانی حکام کے حوالے نہ کر دیں۔لیکن اگر وہ عیسائی نہیں ہے تو خوف اور دہشت میں اس کے منہ سے گراسیا اور سانتا ماریا کیوں نکلا؟

یہ شخص ہمارے لئے معمہ بنتا جا رہا ہے خیر' مجھے یقین ہے آہستہ آہستہ میں اس کے راز جان جاؤں گا۔

صبح تک ہمیں کہیں زمین دکھائی نہیں دی تھی۔کسی جزیرے کے آثار بھی دکھائی نہیں دیئے تھے۔کبھی کبھی بادلوں سے سورج کی کوئی کرن جھانکتی تو آنکھوں کو بری لگتی اکتاہٹ سے ہمارا برا حال تھا۔سب کی نظریں سمندر پر لگی ہوئی تھیں۔سمندر کی موجوں کے دانت سفید شگوفوں کی طرح چمک رہے تھے ہاں' خدا نے ہمارا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔

یکلخت جہاز کے پچھلے حصے میں ایک ملاح نے زور کی چیخ ماری۔وہ افق کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔جس سمت وہ اشارہ کر رہا تھا ادھر سے ایک پرندہ اڑتا آ رہا تھا۔وہ ننھا سا پرندہ ہمارے قریب آیا اور بادبان پر بیٹھ گیا۔بادبان کل رات کے طوفان سے پھٹ کر چیتھڑے چیتھڑے ہو گیا تھا۔پھر پیڑوں کی شاخیں پانی میں تیرتی نظر آئیں۔اب ہمیں یقین ہو گیا کہ جس زمین کے لئے ہم اتنے بے چین تھے وہ زیادہ دور نہیں ہے۔لیکن اس کے ساتھ ہی ہماری خوشی خوف میں بدل گئی۔اگر یہ جاپان ہے تو ہمیں چھپ جانا چاہیے۔کوئی چھوٹی سے چھوٹی کشتی بھی ہمیں دیکھ نہ لے۔ایسی کشتیوں کے لوگ فوراً حکام کو اطلاع دے دیتے ہیں وہ بتا دیتے ہیں کہ انہوں نے کہاں غیر ملکیوں کو دیکھا ہے۔

ڈرے ہوئے کتوں کی طرح میں اور گارپے سامان کی گانٹھوں میں چھپ گئے۔ ملاحوں نے جہاز کے آگے چھوٹا بادبان لگایا اور کوشش کی کہ وہ زمین کے ان حصوں سے دور رہیں جو جاپان کی اصل سرزمین معلوم ہوتے ہیں۔

آدھی رات ہو چکی تھی۔جہاز آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔خوش قسمتی سے اس

وقت آسمان پر چاند نہیں تھا۔ آسمان ۔ بالکل سیاہ تھا۔ جاپان کی سرزمین ہمارے قریب آرہی تھی ۔ ہم ایک ایسے ساحل کی طرف بڑھ رہے تھے جس کے دونوں جانب پہاڑیاں تھیں ۔ اب ہمیں وہ گھر بھی نظر آنے لگے تھے جو ایک دوسرے کے ساتھ جڑے کھڑے تھے۔ سب سے پہلے کچی جیرو پانی میں اترا۔ پھر میں نے نیچے قدم رکھا۔ اس کے بعد گارپے اس برفیلے پانی میں اترا۔ یہ جاپان ہی ہے نا؟ کسی اور ملک کا جزیرہ تو نہیں ہے؟ ہم میں سے کوئی بھی یہ نہیں جانتا تھا۔

پھر ہم خاموشی کے ساتھ ایک چھوٹے سے غار میں چھپ گئے کچی جیرو حالات کا معائنہ کرنے باہر چلا گیا۔ قدموں کی چاپ دور ہوتی گئی اور چاروں طرف مکمل خاموشی چھا گئی ۔ اب وہ واپس نہیں آئے گا۔ گارپے نے غمزدہ آواز میں کہا ''وہ ڈرپوک انسان چلا گیا۔''

لیکن اس وقت میں کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔ وہ ہمیں چھوڑ کر بھاگا نہیں بلکہ یہوداہ کی طرح وہ ہمارے ساتھ دغابازی کر رہا ہے۔ وہ ابھی واپس آئے گا۔ مگر اس کے ساتھ سپاہی بھی ہوں گے۔

''سپاہیوں کا ایک دستہ ہاتھوں میں مشعلیں اور ہتھیار لئے ادھر آیا'' گارپے نے انجیل کی ایک آیت پڑھی۔ ہم نے گیتسمنی کی وہ رات یاد کی جب ہمارے خداوند نے بلا جھجک اپنے آپ کو لوگوں کے حوالے کر دیا تھا۔ وقت گزرتا جارہا تھا اور میرا دل بیٹھ رہا تھا ماتھے سے پسینہ بہہ کر چہرے پر آرہا تھا۔ مجھے سچ مچ ڈر لگ رہا تھا۔ پھر ایک آہٹ سی ہوئی کچھ لوگ ادھر ہی آرہے تھے۔ ان کی مشعلوں کی روشنی گھپ اندھیرے کو چیرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی ۔ وہ نزدیک آتے جارہے تھے۔

کسی نے اپنی مشعل اوپر اٹھائی اور اس کے ساتھ ہی ایک بدہیئت چہرہ چمکا۔ وہ چہرہ سرخ بھی تھا اور سیاہ بھی۔ وہ بوڑھا آدمی تھا اس کے ساتھ پانچ چھ آدمی اور بھی تھے جو ڈری ڈری نظروں سے ہمیں دیکھ رہے تھے۔

پادری بوڑھے نے اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنایا اس کی آواز میں انکساری تھی ۔ اپنی پرتگالی زبان میں پادری کا لفظ سنا تو مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔ میں خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں؟ بوڑھا اس سے زیادہ پرتگالی نہیں جانتا تھا۔ بہرحال صلیب کے نشان نے اس کے ساتھ ہمارا رشتہ قائم کر دیا تھا۔ میرا سر چکرا رہا تھا۔ مگر میں اسی کیفیت

میں کھڑا ہو گیا۔ آخر ہم جاپان پہنچ گئے ہیں۔ اس احساس نے میرے سارے بدن میں سنسنی سی دوڑا دی۔

کچی جیرو ان لوگوں کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ خوشامدوں کی طرح اس کے دانت نکلے ہوئے تھے۔ میں نے شرمندگی سے اپنے ہونٹ کاٹ لئے ہمارے خداوند نے جانتے بوجھتے اپنے آپ کو ایک غدار کو حوالے کر دیا تھا اور میں ہوں کہ کچی جیرو جیسے انسان پر بھی بھروسہ نہیں کرتا؟''

''جلدی کرو۔ یہاں سے نکلو! بوڑھا گھبرا کر بولا۔ وہ سرگوشیوں میں باتیں کر رہا تھا۔ کسی ''جنٹائل'' نے دیکھ لیا تو بہت برا ہوگا۔''

میں نے حیرت سے اسے پھر دیکھا۔ اس نے پھر ایک ایسا لفظ بولا تھا جو صرف عیسائی ہی بولتے ہیں۔ ''جنٹائل'' یعنی غیر عیسائی۔ ہمارے بزرگوں نے سینٹ زیویئر کے زمانے میں ہی انہیں یہ الفاظ سکھا دیئے تھے اس سرزمین کو زرخیز بنانے کے لئے کتنا خون پسینہ بہایا گیا۔ مگر اس کے بعد یہ سرزمین پھر اس حالت کو پہنچ گئی ہے۔ لیکن یہاں بیج تو بویا جا چکا ہے۔ اس سے اکھوے بھی پھٹے تھے۔ اب گارپے اور میرا کام یہ ہے کہ ان کی آبیاری کریں کہیں وہ بالکل ہی مرجھا نہ جائیں۔

ان لوگوں نے اس رات ہمیں ایک کوٹھڑی میں چھپا کر رکھا۔ کوٹھڑی کے ساتھ ہی جانوروں کا باڑہ تھا۔ وہاں سے سخت بدبو آ رہی تھی۔ ان لوگوں نے ہمیں یقین دلایا تھا کہ یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ لیکن ہم اس بات پر حیران تھے کہ کچی جیرو کو اتنی آسانی سے یہ عیسائی کیسے مل گئے؟

دوسرے دن سویرے ہی میں نے اور گارپے نے جاپانی کسانوں کے کپڑے پہنے اور ان نوجوانوں کے ساتھ پہاڑی پر چڑھ گئے جو رات بوڑھے کے ساتھ آئے تھے۔ یہ پہاڑی گاؤں کے پیچھے تھی۔ یہ لوگ ہمیں وہاں رکھنا چاہتے تھے۔ وہاں ایک کوٹھڑی تھی جس میں شاید کوئلہ بھر جاتا تھا۔ ہم اوپر چڑھ رہے تھے تو راستے میں گہرا کہر چھایا ہوا تھا جو اوپر پہنچتے پہنچتے بوندا باندی میں تبدیل ہو گیا۔

منزل پر پہنچنے کے بعد ہمیں پتہ چلا کہ اصل میں وہ کیسا گاؤں ہے۔ دراصل یہ ماہی گیروں کا گاؤں ہے۔ اس کا نام ہے تو موگی۔ یہ ناگاساکی سے زیادہ دور نہیں ہے۔ اس میں دوسو کے قریب خاندان بستے ہیں اور گاؤں کے زیادہ لوگ بپتسمہ لے چکے ہیں۔

MashalBooks.com

''اب یہاں حالات کیسے ہیں'' میں نے ایک نوجوان سے پوچھا۔

''بہت برے ہیں فادر۔'' اس کا نام موکچی تھا۔ اس نے مڑ کر اپنے ساتھیوں کو دیکھا اور بولا۔'' ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ ادھر کسی کو پتہ چل گیا کہ ہم عیسائی ہیں تو سب مارے جائیں گے۔''

ہمارے گلے میں جو صلیبیں پڑی تھیں وہ اتار کر ہم نے ان نوجوانوں کو دیں صلیبیں لے کر ان کا خوشی سے جو حال ہوا وہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ وہ تعظیم کے لئے زمین تک جھکتے چلے گئے اور صلیبیں اپنے ماتھے سے لگا کر دعائیں پڑھنے لگے۔ معلوم ہوتا ہے انہوں نے کئی سال سے صلیب نہیں دیکھی تھی۔

''کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی فادر ہمارے ساتھ رہ جائے؟ چند برادر بھی ہوں تو اچھا ہے'' موکچی نے اپنے پیٹ پر ہاتھ باندھے ہوئے تھے اور نگاہیں نیچی کی ہوئی تھیں۔

اب یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ گزشتہ چند سال سے ان لوگوں نے کسی پادری یا برادر کی شکل نہیں دیکھی تھی چھ سال پہلے تک ایک جاپانی پادری میکوئل متسودا اور ایک جیسوئٹز برادر اور ماتیو نے اس گاؤں کے ساتھ رابطہ رکھا ہوا تھا لیکن مصائب کا شکار ہو کر وہ بھی نومبر 1633ء میں خدا کو پیارا ہو گئے تھے۔

''پھر کیا ہوا؟'' یہ سوال گارپے نے کیا۔ موکچی نے اس کا جو جواب دیا وہ سن کر ہم سب کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔ میں آپ کی وساطت سے روم میں عیسائی کلیسا اور تمام اعلیٰ مرتبت لوگوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس نے ہمیں کیا بتایا۔ وہ بول رہا تھا تو مجھے انجیل کے یہ الفاظ یاد آ رہے تھے'' چند بیج اچھی زمین پر گرے اور وہ پھوٹے اور پھلے پھولے۔ چند میں دس گنا پھل آئے بعض میں تیس گنا اور بعض میں سو گنا'' سچی بات تو یہ ہے کہ ظلم اور جبر کے اس زمانے میں کسی پادری یا برادر کے بغیر بھی ان لوگوں نے خود اپنے آپ کو اکٹھا کیا ہے اور خود ہی عبادات جاری رکھیں اس طرح انہوں نے مذہب کو زندہ رکھا۔

توموگی میں یہ تنظیم اس طرح قائم کی تھی کہ ایک عیسائی کو پادری بنا لیا گیا (میں بلا کم و کاست وہ باتیں بتا رہا ہوں جو مجھے موکچی نے بتائی ہیں) جو بوڑھا کل ہمیں ساحل پر ملا تھا وہ پادری ہے۔ یہ لوگ اسے ''جی ای سا'' کہتے ہیں وہ ایک راست باز اور پرہیز گار انسان ہے۔ بچوں کو بپتسمہ دینے کا کام وہی کرتا ہے۔ اس کے بعد نیچے جو لوگ ہمیں ملے وہ توس ساما کہلاتے ہیں۔ ان کا کام دینی تعلیم دینا ہے۔ وہی عبادات بھی کراتے ہیں اس

MashalBooks.com

کے بعد معاونین ہیں جو مدشی کہلاتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو مذہب کو زندہ رکھنے کی تگ ودو کر رہے ہیں۔

''اور یہ سب توموگی میں ہی ہو رہا ہے؟'' میں نے سوال کیا میرا خیال تھا کہ دوسرے گاؤں کے لوگ بھی ایسا ہی کر رہے ہوں گے۔

موکچی نے اثبات میں سر ہلایا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس ملک میں خاندانی رشتوں کو تو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے مگر ایک گاؤں کے لوگ دوسرے گاؤں کے لوگوں کو زیادہ پسند نہیں کرتے۔

''فادر' میں اپنے گاؤں کی بات ہی کر سکتا ہوں۔ دوسرے گاؤں والوں سے ملنا جلنا حاکم اعلی کو شک میں ڈال سکتا ہے۔''

لیکن میں نے انہیں ہدایت کی کہ وہ دوسرے گاؤں میں بھی عیسائیوں کے متعلق معلومات حاصل کریں۔ میں چاہتا تھا کہ جتنی جلدی ہو سب لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ پادری ہاتھ میں صلیب تھامے اس اجاڑ اور بیابان سرزمین پر پہنچ گئے ہیں۔

اب ہماری زندگی کچھ اس طرح بسر ہو رہی ہے۔ رات کو ہم مل کر عبادت کرتے ہیں اسی طرح جیسے قدیم زمانے میں ہمارے بزرگ تہہ خانوں میں چھپ کر عبادت کرتے تھے صبح کی روشنی پھوٹتے ہی ہم پہاڑی پر چلے جاتے ہیں کہ شاید کوئی عیسائی ہماری تلاش میں ادھر آ رہا ہو ہر روز وہ دونوں نوجوان ہمارے لئے کھانا لے کر آتے ہیں۔ ہم اعترافات سنتے ہیں۔ انہیں ہدایات دیتے ہیں اور عبادت کرنے کے طریقے سمجھاتے ہیں۔ دن کے وقت ہم اپنی کوٹھڑی کا دروازہ بند رکھتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ کوئی آہٹ بھی نہ ہونے پائے۔ کوٹھڑی میں آگ جلانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ دھواں ہماری چغلی کھا سکتا ہے۔ موکچی اور اس کے دوست نے کوٹھڑی میں ایک گڑھا بھی کھود دیا ہے تاکہ اگر خطرہ ہو تو ہم اس میں چھپ جائیں۔

یہ تو ہمیں اطلاع مل گئی تھی کہ اردگرد کے دیہات اور توموگی کے مغربی جزیروں میں ابھی عیسائی موجود ہیں لیکن دن کی روشنی میں کوٹھڑی سے باہر نکلنا خطرہ سے خالی نہیں اس کے باوجود میں نے تہیہ کر رکھا تھا کہ کچھ بھی ہو جائے میں ان بچھڑی بھیڑوں سے ضرور ملوں گا۔

باب 3

# سباستین روڈریگیز کا مکتوب

اس ملک میں جون سے برسات کا موسم شروع ہو جاتا ہے۔لوگوں نے بتایا ہے کہ ایک بار بارش شروع ہو جائے تو مہینہ مہینہ بھر لگا تار ہوتی رہتی ہے۔ بارش کے دنوں میں سرکاری حکام کی نگرانی کم ہو جاتی ہے۔اس لئے سوچتا ہوں موقع سے فائدہ اٹھاؤں اور آس پاس کے گاؤں میں بھی چلا جاؤں۔ وہاں جا کر بچے کھچے عیسائیوں سے رابطہ کرنے کی کوشش کروں میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ ہم نے انہیں فراموش نہیں کیا ہے۔ وہ تنہا نہیں ہیں۔

اس سے پہلے میں نے اتنی شدت کے ساتھ کبھی محسوس نہیں کیا تھا کہ ایک مبلغ کی زندگی کتنی بامعنی اور کتنی بامقصد ہوتی ہے۔ جاپان کے یہ لوگ اس جہاز کی طرح ہیں جو سمندر میں راستہ بھول گیا ہے اور اس میں نقشہ بھی نہیں ہے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہی حال رہا اور یہ لوگ کسی پادری یا برادر کے بغیر اسی طرح رہتے تو ان کی امیدیں ختم ہو جائیں گی اور وہ پھر تاریکی میں بھٹکنے لگیں گے۔

کل بھی بارش ہوئی۔ کہا جاتا ہے اس بارش کے بعد زبردست گرمی پڑے گی کوٹھڑی کے اردگرد جھاڑیوں سے بارش کی غمزدہ اور اداس سی آواز آتی رہی پیڑوں سے پانی کے قطرے ایسے گرتے ہیں جیسے پیڑ جھرجھری لے رہے ہوں۔ میں اور گارپے لکڑی کے کواڑوں کی جھریوں میں سے باہر کی دنیا دیکھنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ظاہر ہے ہمیں کچھ بھی نظر نہیں آتا اس لئے ہمارا غصہ بڑھ جاتا ہے۔ آخر ہم کب تک اس طرح بند رہیں گے؟ ہمارا صبر جواب دیتا جا رہا ہے دونوں چڑچڑے سے ہو گئے ہیں۔ ہم دونوں

MashalBooks.com

میں سے کسی سے ذرا سی بھی لغزش ہو جاتی ہے تو دوسرا غصے سے گھور کر اسے دیکھتا ہے۔ روز بروز ہمارے اعصاب تاروں کی طرح کھنچتے جا رہے ہیں۔

پہلے میں آپ کو اس گاؤں کے بارے میں ذرا تفصیل سے بتا دوں اس گاؤں کے باشندے بہت ہی غریب ہیں۔ یہ لوگ آلو اور گندم کاشت کرتے ہیں۔ ان کے چھوٹے چھوٹے کھیت ہیں۔ یہاں دھان کے کھیت نہیں ہیں۔ جس محنت سے یہ پہاڑی ڈھلانوں پر کاشت کرتے ہیں اس سے آپ ان کی ہمت کے قائل ہی نہیں ہوتے بلکہ ان کی کڑی زندگی آپ کو اداس بھی کر دیتی ہے۔ انہیں مشکل سے ہی دو وقت کی روٹی ملتی ہے۔ پھر بھی ناگاساکی کا حاکم اعلیٰ ان سے پورا لگان وصول کرتا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ یہ لوگ خدا جانے کب سے کتے بلی کی سی زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ بھیڑ بکریوں کی طرح جیتے ہیں اور انہیں کی طرح مر جاتے ہیں۔ ہمارا مذہب نشیب میں بہنے والے پانی کی طرح ہے وہ پانی کی طرح ہی اس ملک میں پھیلا تھا اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس مذہب نے ان لوگوں کو وہ محبت، وہ پیار اور وہ گرم جوشی عطا کی جس کے وہ بھوکے تھے۔ یہ رواداری اور پادریوں کی فیاضی ہی تھی جس نے ان کے دل جیت لئے۔

ابھی تو موگی کے تمام لوگوں سے میری ملاقات نہیں ہوئی ہے۔ سرکاری حکام کے خوف سے دو نوجوان ہی ہمارے پاس آتے ہیں، اور وہ بھی رات کو۔ ان کی زبان سے لاطینی اور پرتگالی الفاظ سن کر کبھی کبھی تو مجھے ہنسی آ جاتی ہے۔ ویسے اعتراف کو یہ لوگ ''کونشان'' کہتے ہیں اور جنت کو ''پارائیس''۔ جہنم کو البتہ ہماری طرح انفرنو ہی کہتے ہیں۔ ان کی زبان سمجھنا ہی مشکل نہیں ہے ان کے تو چہرے بھی ایسے ہیں کہ عام طور پر وہ ایک ہی جیسے نظر آتے ہیں۔ انہیں پہچاننے میں خاصی دشواری پیش آتی ہے۔ ہم اچی زو کو سئی سوا اور اوماتسوا کو ساکی سمجھ لیتے ہیں۔ خاصی پریشانی ہوتی ہے۔

موکچی کے بارے میں تو میں آپ کو بتا چکا ہوں۔ اب دوسرے عیسائیوں کے بارے میں بتا دوں۔ اچی زو کی عمر پچاس سال کے قریب ہو گی وہ رات کو ہمارے پاس آتا ہے اس کے چہرے پر ایسی جھریاں پڑی ہیں جن کی وجہ سے وہ ہمیشہ غصے میں نظر آتا ہے۔ عبادت کرتے وقت یا اس کے بعد وہ ایک لفظ بھی نہیں بولتا وہ بہت متجسس سا نظر آتا ہے وہ میری اور گارپے کی ہر حرکت کو غور سے دیکھتا ہے اس کی آنکھیں چندھیائی سی رہتی ہیں۔

اوماتسو اچی زو کی بڑی بہن ہے۔ اس کے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے اور وہ بیوگی

MashalBooks.com

کی زندگی گزار رہی ہے۔ وہ اپنی بھتیجی سین کے ساتھ ہمارے پاس آئی تھی وہ ہمارے لئے کھانے پینے کا سامان بھی لائی اچی زو کی طرح وہ بھی ہر چیز کو غور غور سے دیکھتی ہے۔ میں اور گارپے کھانا کھاتے ہیں تو ہمیں ٹکٹکی باندھے دیکھے جاتی ہے۔ آپ سوچ نہیں سکتے کہ کتنا بیہودہ کھانا ہوتا ہے۔ بس چند بھنے ہوئے آلو اور پانی۔ ہم بڑی مشکل سے روکھے آلو حلق سے اتارتے ہیں تو وہ ہیں دیکھ کر ہنستی ہے۔

''ہم کوئی تماشہ ہیں'' ایک دن گارپے کو غصہ آ گیا۔ ''کیا ہم مسخروں کی طرح کھاتے ہیں''۔

گارپے کا ایک لفظ بھی اس کے پلے نہیں پڑا بلکہ وہ اس پر الٹا خوب ہنسیں۔ ہنستے ہوئے ان کے چہرے پر ایسے شکنیں پڑ جاتیں جیسے کاغذ پر پڑ جاتی ہیں۔

اب میں آپ کو عیسائیوں کی خفیہ تنظیم کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ جی ای ساما بپتسمہ دینے کا کام کرتا ہے اور توس ساما عبادت کراتا ہے۔ توس ساما نے تمام عیسائی تہواروں کا کیلنڈر بنا رکھا ہے۔ اس حساب سے وہ تہوار مناتا ہے۔ کرسمس' گڈ فرائیڈے اور ایسٹر کی تقریبات بھی توس ساما کراتا ہے۔ چونکہ ان لوگوں کے پاس کوئی باضابطہ پادری نہیں ہے اس لئے وہ باجماعت عبادت نہیں کرتے۔ انہوں نے خفیہ طور پر ایک تصویر بنا رکھی ہے جسے سامنے رکھ کر وہ عبادت کرتے ہیں۔ ان کی دعائیں لاطینی میں ہوتی ہیں جیسے پیٹر زنوستر اور ایوے میریا وغیرہ۔ دعا کے دوران وہ ادھر ادھر کی باتیں بھی نہیں کرتے جاتے ہیں۔ انہیں ہر وقت یہ خوف کھائے جاتا ہے کہ کہیں ان پر چھاپہ نہ پڑ جائے۔ ویسے انہوں نے طے کر رکھا ہے کہ اگر چھاپہ پڑا تو کہہ دیں گے کہ وہ تو جلسہ کر رہے تھے۔

شمبارا کی بغاوت کے بعد یہاں کے حاکم نے پوری کوشش کی ہے کہ یہاں کوئی عیسائی باقی نہ رہ جائے۔ سرکاری اہل کار گاؤں جا کر ہر گھر کی تلاشی لیتے ہیں۔ کسی گھر پر اچانک بھی چھاپہ مارا جاتا ہے۔ پچھلے سال یہ حکم دیا گیا کہ کوئی شخص اپنے پڑوسی کے گھر کے ساتھ دیوار نہیں بنائے گا۔ دو گھروں کے درمیان باڑھ بھی نہیں کھڑی کی جائے گی۔ مقصد یہ ہے کہ ہر شخص اپنے پڑوس کے گھر میں جھانک کر دیکھ سکے کہ وہاں کوئی غیر قانونی کام تو نہیں ہو رہا ہے۔ حکم ہے کہ کوئی ذرا سی بھی مشتبہ بات نظر آئے تو فوراً اطلاع دی جائے۔ لالچ دیا گیا ہے کہ جو شخص پادریوں کی مخبری کرے گا اسے چاندی کے تین سو سکے ملیں

MashalBooks.com

گے۔کسی برادر کی مخبری پر دوسواور عام عیسائی کے بارے میں اطلاع دینے پر ایک سو سکے میں گے۔اب یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ ان غریبوں کے لئے یہ کتنا بڑا لالچ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی اپنے پڑوسیوں پر بالکل بھروسہ نہیں کرتے ۔ میں عرض کر چکا ہوں موکچی اوراچی زو کے چہرے ہر قسم کے جذبات سے عاری نظر آتے ہیں۔اب اندازہ ہوا ہے کہ ایسا کیوں ہے۔ دراصل وہ خود ہی اپنے چہروں سے خوشی یا غم کے تاثرات ظاہر نہیں کرنا چاہتے۔ ویسے بھی اتنے عرصے میں چھپے رہنے کی وجہ سے ان کے چہرے نقاب ہی پہن گئے ہیں۔ کتنے افسوس کی بات ہے۔نہ جانے خدا نے عیسائیوں پر اتنا بھاری بوجھ کیوں ڈالا ہے۔

میں اپنے اگلے خط میں فریرا کی تلاش اور حاکم اعلیٰ انوئے کے بارے میں لکھوں گا۔آپ کو یاد ہوگا کہ میکاؤ میں فادر ویلی نانو نے بتایا تھا کہ اس شخص سے سب سے زیادہ ڈرنا چاہیے۔ براہ کرم فادر منسٹر لوسیس دے سانتیز کو میرا سلام پہنچا دیجئے اور میری جانب درخواست کیجئے کہ وہ ہمارے لئے دعا کریں۔

آج بھی بارش ہورہی ہے گار پے اور میں اندھیری کوٹھڑی میں چٹائی پر پڑے ہیں۔یہی ہمارا بستر ہے۔میری گردن اور پیٹھ پر ننھی ننھی جوئیں دن میں تو آرام کرتی ہیں اور رات کو سارے بدن پر رینگنا شروع کر دیتی ہیں۔ بڑی ہی چیچڑ جوئیں ہیں۔

اس اندھیرے اور بارش میں کسی کے ادھر آنے کا خطرہ نہیں ہے۔اس لئے ہمیں تھوڑا سا آرام کرنے اور پاؤں سیدھے کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ روزانہ کی بے چینی اور خوف سے ہمارے اعصاب اکڑے رہتے ہیں۔ پیڑوں کے جھرمٹ میں بارش گرنے کی آواز سے مجھے فریرا یاد آجاتا ہے۔ میں اس کے بارے میں سوچنے لگتا ہوں۔تو موگی کے گاؤں والے اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔لیکن یہ بات یقینی ہے کہ 1633ء تک فادر فریرا ناگاساکی میں تبلیغ کا کام کرتے رہے تھے۔ناگاساکی یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس سال فادر ویلی نانو کے ساتھ ان کی خط و کتابت کا سلسلہ اچانک ٹوٹا تھا۔ پتہ نہیں وہ زندہ بھی ہیں یا نہیں۔ میں یہ کیسے مان لوں کہ وہ کتے کی طرح کافروں کو سامنے دم ہلاتے گئے ہوں گے اور انہوں نے وہ سب کچھ قربان کر دیا ہوگا جس کے لئے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی؟ اگر وہ زندہ ہیں تو کیا اس وقت وہ بھی بارش کی یہ اداس آواز میری طرح سن رہے ہیں اگر سن رہے ہیں تو ان کے

جذبات کیا ہوں گے؟

میں گارپے کی طرف کروٹ لیتا ہوں۔ وہ جوؤں سے لڑ رہا ہے۔ میں مسلسل اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرتا ہوں۔ ''ادھر ہم میں سے کوئی ناگاساکی چلا جائے تو وہاں کوئی ایسا آدمی ضرور مل جائے گا جو فریرا کو جانتا ہوگا۔''

گارپے نے کروٹیں بدلنا اور کھجانا بند کر دیا اس کی کھانسی بھی رک گئی اس نے کچھ سوچا پھر بولا۔ ''اور اگر پکڑے گئے تو ہم دونوں کا وہ آخری دن ہوگا۔ مسئلہ ہم دونوں کا ہی نہیں ہے ان گاؤں والوں کی جان کو بھی خطرہ ہے اور یہ بھی نہ بھولو کہ اس ملک میں ہم دینی تعلیم کی آخری کڑی ہیں۔''

میں نے گہرا سانس لیا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ مجھے گھور رہا تھا۔ میں جانتا تھا وہ کیا سوچ رہا ہے۔ موکچی اچی زا اور دوسرے عیسائیوں کے چہرے ایک ایک کر کے میرے سامنے پھرنے لگے۔ ان میں سے تو کوئی بھی ناگاساکی نہیں جا سکتا۔ ان کے بال بچے ہیں۔ عزیز اقارب ہیں۔ ہمارا یہاں کون ہے؟

''کچی جیرو کے بارے میں کیا خیال ہے؟ میں نے ہمت کر کے سوال کیا۔

گارپے نے ہلکا سا طنزیہ قہقہہ لگایا۔ مجھے جہاز والا وہ منظر یاد آ گیا جب بزدل کچی جیرو اپنی غلاظت میں لتھڑا پڑا تھا اور ملاحوں کے آگے ہاتھ جوڑ رہا تھا۔

''کیا کہہ رہے ہو'' میرے ساتھی نے جواب دیا۔ ''کیا ہم اس پر بھروسہ کر سکتے ہیں''۔

ہم دونوں خاموش ہو گئے۔ کوٹھڑی کی چھت پر زور شور سے بارش ہو رہی تھی۔ اندر رات اور تنہائی ایک دوسرے میں مدغم ہو رہے تھے۔ ہم بھی۔۔۔۔۔ میں منہ ہی منہ بڑبڑایا۔ ہم بھی فریرا کی طرح پکڑے جائیں گے۔

''مجھے تو ان جوؤں نے تنگ کر رکھا ہے میرا تو سارا بدن سجا دیا ہے انہوں نے۔'' گارپے بولا۔

گارپے ہمیشہ خوش رہتا ہے۔ شاید وہ سمجھتا ہے کہ ہمارے خوش رہنے سے دوسرے عیسائیوں کی ہمت بھی بندھے گی۔ ویسے سچی بات یہ ہے کہ مجھے بھی نہ جانے کیوں یہ یقین ہے کہ ہم پکڑے نہیں جائیں گے۔ انسان بھی عجیب مخلوق ہے۔ کیسے ہی حالات ہوں اسے یہ احساس ضرور رہتا ہے کہ وہ مصیبت سے ضرور نکل جائے گا۔ یہ ایسے ہی ہے

جیسے برسات میں آپ یہ تصور کرتے ہیں کہ دور کسی چوٹی پر سورج چمک رہا ہوگا۔ میں تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ میں کبھی جاپانیوں کا قیدی بھی ہوسکتا ہوں۔ اس چھوٹی سی کوٹھڑی میں مجھے یوں لگتا ہے جیسے ہمیں ہمیشہ کے لئے امان مل گئی ہے۔

آخر بارش بند ہوگئی۔ تین دن برابر پانی برستا رہا ہے۔ بارش تھمنے کا احساس ہمیں سورج کی ان کرنوں سے ہوا ہے جو کواڑوں سے چھن چھن کر اندر آئی ہیں۔

''چلو، تھوڑی دیر کو باہر چلیں۔'' میں نے کہا۔

گارپے کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ خوش ہوگیا۔

میں نے کواڑ کھولے تو کسی فوارے کی طرح چڑیوں کے چہچے پھوٹ پڑے۔ اس سے پہلے مجھے اپنے زندہ ہونے کا اتنا شدید احساس کبھی نہیں ہوا تھا۔ ہم کوٹھڑی کے پاس ہی بیٹھ گئے۔ ہم نے اپنے کمونو اتار لئے۔ ہمارے کپڑوں کی سیوں میں جوئیں اس طرح چمٹی ہوئی تھیں کہ سارا کپڑا سفید ہوگیا تھا۔ ہم نے انہیں مارنا شروع کیا۔ ہم ایک جوں پکڑتے اور اسے پتھر پر رگڑ دیتے۔ اس کام میں ہمیں ایسی خوشی مل رہی تھی جیسے ہم کوئی بہت بڑا کارنامہ انجام دے رہے ہوں۔ سارے بدن میں تھرتھری سی پیدا ہوگئی تھی۔ جاپانی حکام عیسائیوں کو پکڑ کر مارتے ہیں تو کیا انہیں بھی ایسی ہی خوشی محسوس ہوتی ہے؟

پیڑوں کے جھنڈ میں کہر پھیلا ہوا تھا۔ مگر ان کے پار نیلا آسمان اور پھر چمکتا سمندر نظر آرہا تھا۔ اس کوٹھڑی میں اتنی لمبی قید کے بعد اب میں پھر کھلے آسمان تلے کھڑا تھا اور جوؤں کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے للچائی نظروں سے انسانوں کی دنیا کو دیکھ رہا تھا۔

''ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔'' گارپے خوش مزاجی کے ساتھ مسکرایا تو اس کے دودھیا دانت چمکے۔ سنہری بالوں سے بھرا سینہ کھولے دھوپ میں بیٹھا تھا۔ ''سمجھ میں نہیں آتا ہم اتنے چڑ چڑے کیوں ہوگئے ہیں۔ اب ہم کبھی کبھی دھوپ ضرور سینکا کریں گے۔''

اب روزانہ دھوپ نکلنے لگی۔ جوں جوں ہمارے اندر خود اعتمادی بڑھ رہی تھی ہم نڈر ہوتے جارہے تھے۔ ہم ٹہلتے ٹہلتے ڈھلان کی طرف چلے جاتے اور تازہ کونپلوں اور سوندھی مٹی کی مہک سے لطف اندوز ہوتے۔ خوش مزاج گارپے اپنی کوٹھڑی کو ''خانقاہ'' کہتا تھا ٹہلتے ٹہلتے تھک جاتا تو کہتا چلو اب خانقاہ چلتے ہیں گرم روٹی کھائیں گے اور گاڑھا گاڑھا سوپ پئیں گے۔ دراصل اسے لزبن کے وہ دن یاد آتے ہیں جب ہم سینٹ زیوئیر

کی خانقاہ میں رہتے تھے۔ ظاہر ہے یہاں گوشت اور شراب کا تو تصور بھی نہیں کر سکتے۔ یہاں تو بھنے ہوئے آلو اور ابلی ترکاری ہی ملتی ہے جو تو موگی کے کسان ہمارے لئے شاید اپنا پیٹ کاٹ کر لاتے ہیں۔لیکن میرے اندر اعتماد بڑھتا جا رہا ہے۔سب ٹھیک ہوگا۔خدا ہماری حفاظت کرے گا۔

ایک شام عجیب سی بات ہوئی۔ہم حسب معمول اپنی کوٹھڑی اور جنگل کے درمیان ایک چٹان پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ اچانک بادلوں سے چھنتی سورج کی کرنوں میں ایک پرندہ اڑا اور آسمان میں سیاہ قوس سی بناتا دور پہاڑوں کی سمت چلا گیا۔

''کوئی ہمیں دیکھ رہا ہے۔'' گارپے تیز تیز سانسوں کے ساتھ بولا۔''ہلنا نہیں جیسے بیٹھے ہو ویسے ہی بیٹھے رہو۔'' اس کی آواز اور بھی دھیمی ہوگئی تھی۔

درختوں کے اس جھنڈ سے پرے جہاں سے وہ پرندہ اڑا تھا دو آدمی کھڑے ہماری طرف ہی دیکھ رہے تھے۔وہ پہاڑی شام کے ڈھلتے سورج کی روشنی میں نہائی ہوئی تھی۔میں نے فوراً پہچان لیا کہ وہ اس گاؤں کے رہنے والے نہیں ہیں۔ہم اسی طرح بت بیٹھے رہے۔ہم دل ہی دل میں دعا مانگ رہے تھے کہ خدایا کہیں ڈوبتے سورج کی روشنی ہمیں ظاہر نہ کر دے۔

''کوئی ہے؟'' دور پہاڑی پر کھڑے ان دونوں نے پکارا۔ہم چٹان کے پیچھے تھے۔''کوئی ہے یہاں؟''

ہماری ذرا سی آہٹ بھی ہمیں پکڑوا دے گی۔ ڈر کے مارے ہم اسی طرح خاموش بیٹھے رہے۔

''اب وہ پہاڑی سے نیچے اتر رہے ہیں اور ہماری طرف ہی آ رہے ہیں۔'' گارپے نے وہیں بیٹھے بیٹھے ہونٹوں میں کہا''نہیں'ادھر نہیں آ رہے ہیں۔واپس جا رہے ہیں۔جدھر سے آئے تھے ادھر جا رہے ہیں۔''

وہ دونوں وادی میں اتر گئے تھے اور دور جاتے ہوئے چھوٹے ہوتے جا رہے تھے۔اتنی بات تو حقیقت تھی کہ دو آدمی سامنے پہاڑی پر کھڑے تھے۔لیکن انہوں نے ہمیں دیکھا یا نہیں؟ یہ ہم نہیں کہہ سکتے تھے۔

اس رات اچی زو ہمارے پاس آیا تو اس کے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا۔اس کا نام تھا ماگو اچی وہ بی توس سا ما تھا۔ہم نے انہیں بتایا کہ آج ہم نے کیا دیکھا تو اچی زو

نے آنکھیں چندھی کر کے ایک ایک چیز کو غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔ پھر وہ کھڑا ہوا اور اپنے ساتھی سے کوئی بات کی۔ اس کے بعد دونوں نے فرش کے تختے اکھاڑنا شروع کر دیئے۔ وہ یہ کام کر رہے تھے تو ایک پتنگا چراغ کے گرد چکر لگا رہا تھا۔ اچی زو نے دیوار پر سے کدال اتارا اور زمین کھودنے لگا۔ وہ دونوں گڑھا کھود رہے تھے تو دیوار پر ان کا بہت بڑا سایہ پڑ رہا تھا۔ انہوں نے اتنا بڑا گڑھا کھود لیا جس میں ہم دونوں سما سکتے تھے۔ پھر انہوں نے اس میں گھاس پھونس ڈالی اور اوپر تختے رکھ دیئے گویا کسی خطرہ کے وقت یہ ہماری پناہ گاہ تھی۔

اس دن کے بعد سے ہم نے زیادہ احتیاط شروع کر دی۔ ہم دن میں کوٹھڑی سے بالکل باہر نہیں نکلتے اور رات کو کسی طرح کی بھی روشنی نہیں کرتے۔

اس کے پانچ دن بعد ایک اور واقعہ پیش آیا۔ رات کافی جا چکی تھی۔ ہم ایک بچے کو بپتسمہ دے رہے تھے۔ یہ بچہ اوماتسو اور دو آدمی لائے تھے۔ جاپان آنے کے بعد ہمارے لئے یہ پہلا بپتسمہ تھا۔ ظاہر ہے اس کے لئے ہمارے پاس کوئی موم بتی یا موسیقی کے لئے کوئی آرگن تو تھا نہیں' صرف ایک ٹوٹا ہوا پیالہ تھا جس میں متبرک پانی تھا لیکن کسی بھی کیتھڈرل میں کی جانے والی کسی بھی رسم سے زیادہ یہ رقت انگیز رسم تھی۔ اس تنگ کوٹھڑی میں بچہ رو رہا تھا اور اوماتسو اسے بہلانے کی کوشش کر رہی تھی اور ایک آدمی دروازہ پر پہرہ دے رہا تھا۔

گارپے نے بپتسمہ دینے کی دعا پڑھی تو میرا سینہ خوشی سے پھول گیا۔ سارے بدن میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ یہ ایسی سرخوشی ہے جو کسی غیر ملک میں کوئی پادری ہی محسوس کر سکتا ہے بچے کے ماتھے پر پانی پڑا تو اس نے بھنویں سکیڑیں اور زور زور سے رونے لگا۔ اس کا ماتھا تنگ اور آنکھیں چھوٹی چھوٹی تھیں۔ وہ جاپان کے کسی بھی کسان کا چہرہ تھا۔ وقت آنے پر وہ بھی موکچی اور اچی زو بن جائے گا۔ یہ بچہ بھی اپنے باپ دادا کی طرح بڑا ہوگا ۔اس اجاڑ اور تکلیف دہ سرزمین پر کالے سمندر کے ساتھ زور آزمائی کرے گا۔ جانوروں کی طرح زندہ رہے گا اور جانوروں کی طرح ہی مر جائے گا لیکن یسوع مسیح صرف اچھے اور خوبصورت انسانوں کے لئے مرنا تو آسان ہے مصیبت زدہ اور بدقسمت انسانوں کے لئے مرنا مشکل کام ہے۔

وہ لوگ چلے گئے تو میں جیسے تھک کر فرش پر گر گیا۔ وہ لوگ اپنے ساتھ جو تیل

MashalBooks.com

لائے تھے اس کی بو ابھی تک کوٹھڑی میں بسی ہوئی تھی ۔ جوئیں پھر سارے بدن پر رینگنے لگی تھیں مگر پھر بھی میرآنکھ لگ گئی ۔نہیں معلوم میں کتنی دیر سویا پھر کچھ آہٹ سی ہوئی اور میری آنکھ کھل گئی ۔ گارپے گہری نیند میں تھا۔ میں سمجھا مجھے اس کے خراٹوں نے جگایا ہے لیکن غور کیا تو احساس ہوا کہ کوئی کواڑ کو دھکا دے رہا ہے ۔ جیسے کوئی دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا ہے ۔ خیال آیا کہ ہوا ہوگی مگر جب کواڑ بجنے لگے تو یقین ہو گیا کہ کوئی ہے ۔ میں چپکے سے اٹھا اور اس تختے پر ہاتھ رکھا جو ہمارے چھپنے والے گڑھے پر رکھا تھا ۔

کواڑ پر کھٹ کھٹ بند ہوگئی اور کسی آدمی کی آواز آئی ۔ ''پادری' پادری''

یہ تو موگی کے کسانوں کا اشارہ نہیں تھا۔ ان کے ساتھ طے تھا کہ وہ دروازے پر تین بار ہلکے سے دستک دیں گے ۔ اب گارپے بھی جاگ گیا۔ اس نے بھی دروازے پر کان لگا دئے تھے ۔

''پادری'' دکھ میں ڈوبی آواز پھر آئی ۔ ''گھبراؤ نہیں ۔ خطرہ کی کوئی بات نہیں ہے ۔''

گھپ اندھیرے میں ہم سانس روکے بیٹھے تھے کیا کیا سرکاری حکام ہمیں اس طرح پکڑنا چاہتے ہیں؟ کیا انہوں نے یہ جال بچھایا ہے؟

''آپ کو ہمارا اعتبار نہیں ہے؟ ہم فوکا زاوا گاؤں کے کسان ہیں ۔ ہم کافی عرصے سے کسی پادری سے ملنا چاہتے تھے ۔ ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرنا چاہتے ہیں ۔'' وہ بہت دیر وہاں رہے پھر ہماری خاموشی سے مایوس ہو کر چلے گئے ۔ دیر تک ان کے دور جاتے قدموں کی اداس سی آواز آتی رہی ۔ اچانک میں اٹھا اور دونوں ہاتھوں سے دروازے کو پکڑ لیا۔ میں کواڑ کھولنا چاہتا تھا۔ باہر جانا چاہتا تھا۔ اگر یہ کسی کی چال بھی ہے اور وہ سپاہی ہیں تو کیا ہوا۔ میرے اندر سے آواز آئی ۔ یہ بھی تو ہوسکتا ہے وہ سچ مچ عیسائی ہوں میں پادری ہوں ۔ میں نے انسانوں کی خدمت کے لئے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے ۔ کتنے شرم کی بات ہے میں اپنے فرض سے کوتاہی کر رہا ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

''ٹھہر جاؤ'' گارپے نے ڈانٹا ''بیوقوف مت بنو ۔''

''میں بیوقوف نہیں بن رہا ہوں یہ میرا فرض ہے ۔'' یہ کہہ کر میں نے دروازہ کھول دیا۔ زردی مائل سفید چاندنی نے ساری زمین اور درختوں پر روپہلی چادر ڈال رکھی تھی ۔ نہایت خوبصورت رات تھی ۔

دھتکارے ہوئے کتوں کی طرح دو آدمی وہاں پڑے تھے۔ چیتھڑوں میں لپٹے بھکاریوں کی طرح۔ مجھے دیکھا تو وہ بڑبڑائے ''فادر۔ آپ ہمارا اعتبار نہیں کرتے'' میں نے دیکھا ان میں سے ایک کا پاؤں خون سے بھرا ہے۔ وہ پہاڑی پر چڑھتے ہوئے زخمی ہو گیا ہوگا۔ وہ دونوں بیس کوس دور کوٹو کے جزیرے سے آئے تھے۔ پورے دو دن انہوں نے پیدل سفر کیا تھا۔

''ہم یہاں کئی دن سے ہیں۔ ہم نے پانچ دن پہلے اس پہاڑی سے آپ کو دیکھا تھا۔'' اس نے انگلی سے پہاڑی کی طرف اشارہ کیا۔ اچھا؟۔۔۔ تو وہ یہ تھے؟

ہم ان دونوں کو اندر لے آئے۔ انہیں کھانے کو وہ آلو دیئے جو اچی زو ہمارے لئے لایا تھا۔ انہوں نے آلو لیتے ہی بھوکے جانوروں کی طرح دونوں ہاتھوں سے منہ میں ٹھونسنا شروع کر دیئے۔ انہوں نے کئی دن سے کچھ نہیں کھایا تھا۔

''تمہیں کس نے بتایا کہ ہم یہاں ہیں؟ ہمارا ان سے پہلا سوال یہ تھا۔

''فادر۔ ہم نے اپنے گاؤں کے ایک عیسائی سے سنا تھا۔ اس کا نام کچی جیرو ہے''

''کچی جیرو؟''

جی فادر۔

وہ دونوں ابھی تک جانوروں کی طرح پیر اپنے نیچے کئے چراغ کے سائے میں بیٹھے تھے۔ میں نے غور سے دیکھا ان کے ہونٹ آلوؤں سے سنے ہوئے تھے۔ ایک کے دانت ہی نہیں تھے۔ منہ میں جو ایک آدھا دانت تھا اسے نکال کر وہ عجیب طرح ہنستا تھا۔ وہ دونوں ہم غیر ملکیوں کے سامنے گھبرائے ہوئے تھے۔

''مگر کچی جیرو تو عیسائی نہیں ہے۔'' میں نے کہا۔

''نہیں فادر، وہ عیسائی ہے۔''

اس جواب کی ہمیں توقع تو نہیں تھی مگر مجھے کچھ شبہ سا تھا کہ وہ واقعی عیسائی ہے اور اس کے کچھ اشارے بھی مل چکے تھے۔

اس کے ساتھ ہی ساری صورت حال تبدیل ہوگئی۔ کچی جیرو واقعی عیسائی ہے۔ اس نے بپتسمہ بھی لیا ہے آٹھ سال پہلے اس کی اور اس کے خاندان کی مخبری کر دی گئی تھی انہیں پولیس کی تحویل میں لے لیا گیا تھا۔ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ یسوع مسیح کی شبیہ کو اپنی

پیروں تلے روندیں۔ اس کے بھائیوں اور بہنوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تھا لیکن کچی جیروسیاہی کی دو تین جھڑکیاں سن کر ہی لرز گیا تھا۔ اس کے بعد کچی جیرو پھر اپنے گاؤں میں نہیں دیکھا گیا۔ وہ اپنے عزیزوں کی اذیت نہیں دیکھ سکا تھا اور کتے کی غلاظت میں لتھڑا منہ لئے کہیں غائب ہو گیا تھا۔

یہ حیرت انگیز قصہ ان لوگوں نے ہمیں تفصیل کے ساتھ سنایا۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے گاؤں کے لوگ ابھی تک سرکاری اہل کاروں کی نظر میں نہیں آئے ہیں اس لئے وہ عیسائی ہیں۔ ان کے ساتھ کے گاؤں ماھارا، دوزاکی، اورایکلی کے لوگ دکھانے کو تو بودھ بنے ہوئے ہیں لیکن دراصل وہ بھی عیسائی ہیں۔ ایک زمانے سے وہ سب انتظار کر رہے ہیں کہ سمندر پار سے کوئی پادری آئے اور ان کی رہنمائی کرے۔

''فادر، ایک زمانے سے ہم نے باجماعت عبادت نہیں کی۔ ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف نہیں کیا۔ ہم صرف دعا ہی کرتے ہیں۔'' زخمی پاؤں والا آدمی بول رہا تھا۔

''فادر، ہمارے گاؤں بھی آیئے۔ ہم اپنے بچوں کو خود ہی دعائیں سکھاتے ہیں۔ عبادت کرنا بھی ہم ہی سکھاتے ہیں۔ ایک آدھ دانت والے شخص نے اپنا بھاڑ سا منہ کھول کر تصدیق کی۔ مچھلی کے تیل کا چراغ جل رہا تھا اور اس میں پڑی بتی چیخ رہی تھی۔ میں نے اور گارپے نے وعدہ کیا کہ ضرور آئیں گے۔ ہم خواہ مخواہ اتنا ڈرتے ہیں۔ ہم سے تو یہ جاپانی ہی اچھے ہیں۔ ان کے اندر اتنی ہمت تو ہے کہ رات رات بھر کھلے آسمان کے نیچے سوتے رہے اور پھر دھکے کھاتے ہم تک پہنچ گئے۔ اس شخص نے تو اپنے آپ کو زخمی بھی کر لیا۔

آسمان دودھیا سفید ہونے لگا تھا اور صبح کی تازہ ہوا ہماری کوٹھڑی میں بھی آ رہی تھی۔ ہم نے ان سے بہت کہا کہ لیٹ جاؤ مگر وہ اسی طرح سینے کے ساتھ گھٹنے لگائے رات بھر بیٹھے رہے۔ دو دن بعد ہم نے تو موگی کے عیسائیوں سے مشورہ کیا کہ ہمیں گوتو جانا چاہئے یا نہیں۔ پہلے تو وہ راضی نہ ہوئے پھر طے پایا کہ گارپے یہیں رہے اور تنہا میں وہاں جاؤں۔ یہ لوگ میرے جانے پر بھی زیادہ خوش نہیں تھے۔ انہیں ڈر تھا کہ اس طرح کہیں میں پکڑ ہی نہ لیا جاؤں۔

آخر میری روانگی کا وقت آ گیا۔ رات کافی جا چکی تھی کچھ لوگ مجھے لینے آئے تھے۔ میں نے جاپانی کسانوں کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ موکچی مجھے ساحل تک چھوڑنے آیا۔ میرے لئے ایک کشتی لائی گئی تھی۔ رات کے اندھیرے میں سمندر کالا ہو رہا تھا۔ کشتی

چلی تو پانی میں پڑنے والے چپوؤں کی ہلکی ہلکی آواز کے سوا وہاں اور کوئی آواز نہیں تھی۔ جیسے جیسے ہم کھلے سمندر میں بڑھتے گئے موجیں تیز ہوتی گئیں اور کشتی بھی ڈولنے لگی۔

یکا یک مجھے خوف نے آگھیرا۔ کہیں تو موگی کے کسان صحیح نہ کہتے ہوں۔ یہ مجھے گرفتار کرنے کی سازش نہ ہو؟ آخر وہ آدمی ہمارے ساتھ کیوں نہیں آیا جس کا پاؤں زخمی تھا؟ دوسرا آدمی بھی نظر نہیں آیا۔ میں نے اپنے سامنے بیٹھے جاپانی کا چہرہ دیکھا۔ وہ اجنبی چہرہ تھا۔ گوتم بدھ کی طرح تاثرات سے عاری چہرہ۔ اب مجھے اور بھی ڈر لگا۔ مگر اب کچھ بھی نہیں ہوسکتا تھا۔ اب تو جو ہوسو ہو اپنے اختیار میں اب کچھ بھی نہیں ہے۔

چاروں سمت تاریک سمندر پھیلا ہوا تھا۔ آسمان پر ایک بھی تارا نہیں تھا۔ دو گھنٹے بعد کہیں جا کر ایک سیاہ سی چیز دکھائی دی۔ وہ جزیرہ تھا جو آہستہ آہستہ ہمارے نزدیک آتا جاتا تھا۔ جاپانی نے بتایا کہ یہ جزیرہ کباشیما ہے جو گوتو کے نزدیک ہے۔

ساحل پر اترتے ہوئے مجھے چکر سا آیا۔ تھکن بہت ہوگئی تھی اور دل بھی گھبرا رہا تھا۔ چند ماہی گیر ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ ان میں کچی جیرو بھی تھا۔ چہرے پر وہی خوشامدیوں والی مسکراہٹ لئے۔ گاؤں میں کہیں روشنی نہ تھی۔ کتے زور زور سے بھونک رہے تھے۔

پوپلے منہ والے آدمی نے غلط نہیں کہا تھا کہ کسان بے چینی سے میرا انتظار کر رہے ہیں۔ تھکن اور خوف کے باوجود فرض کا احساس میرے اوپر حاوی تھا۔ ان کی بہادری نے بھی میرے اندر ہمت پیدا کر دی تھی۔ وہ لوگ جانتے تھے کہ عیسائی مذہب پر پابندی ہے اس کے باوجود میرا استقبال کر رہے تھے۔ آخر میں نے کئی بچوں کو بپتسمہ دیا اور بالغوں کے اعترافات سنے۔ حالت یہ تھی کہ اگر میں دن رات بھی یہ کام کرتا تو وہ لوگ اسی طرح آتے رہتے۔ وہ بہت ہی خوش تھے وہ ایک ایسی شکست خوردہ فوج کے سپاہی تھے جو صحرا میں بھٹکتے بھٹکتے اچانک نخلستان پہنچ گئے ہوں۔ میں نے ایک خستہ سے باڑے کو چپل بنالیا۔ وہ باڑہ ان کے میلے اور پھٹے حال جسموں سے بھر گیا۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ جڑے بیٹھے تھے اور ایک ایک کر کے اپنے گناہوں کا اعتراف کر رہے تھے۔ ہر ایک میرے کان کے ساتھ منہ لگا کر اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا۔ ان کے منہ سے عجیب سی بھبھک آرہی تھی۔ مجھے متلی سی ہونے لگی تھی مگر میں ان کی جرات کی داد بھی دے رہا تھا۔ بہت سے بیمار لوگ بھی مجھ سے دعا کرانے آئے۔ ہر ایک کہہ رہا تھا ''فادر' آپ میری نہیں سنیں

گے؟......''

سب سے زیادہ مضحکہ خیز شخص کچی جیر و تھا۔ اب تو وہ پہچانا بھی نہیں جاتا۔ وہ کچھ اور ہی بن گیا ہے۔ لوگ بھی اس کی پرانی باتیں بھول چکے ہیں۔ اب وہ سر اونچا کر کے چلتا ہے اور بڑے اعتماد سے بات کرتا ہے۔ مجھے اس سے غرض بھی نہیں ہے۔ ہمارے لئے تو وہ نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا ہے۔ اس کے بغیر بھلا ہم یہاں کیسے پہنچ سکتے تھے۔ میں خوب سمجھتا تھا کہ اس نشے باز نے مکاؤ اور سمندر کے سفر کے قصے خوب نمک مرچ لگا کر سنائے ہوں گے۔ اس نے یہ بھی احسان جتایا ہوگا کہ دو پادریوں کو یہاں لانا اس کی کارستانی ہے۔

مجھے اس کے بڑ ہانکنے سے نفرت تھی مگر ہم اس کے احسان مند بھی تھے۔ میں نے اسے رضامند کر لیا کہ میرے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لے۔ چنانچہ اس نے بڑی عاجزی سے ساتھ گناہوں کا اعتراف کیا۔

میں نے اسے سمجھایا کہ ہمیشہ یسوع مسیح کا یہ قول یاد رکھنا'' جس نے سب کے سامنے میرے نام کا اقرار کیا۔ میں جنت میں اپنے باپ کے سامنے اس کا اقرار کروں گا۔ لیکن جو سب کے سامنے میرے نام سے انکار کرے گا میں جنت میں اپنے باپ کے سامنے اس کا انکار کروں گا۔''

یہ سن کر کچی جیر و مار کھائے کتے کی طرح بھوں بھوں کر کے رونے لگا۔ وہ اپنا ماتھا پیٹ رہا تھا۔ یہ شخص پیدائشی ڈرپوک ہے۔ ذرا سا بھی حوصلہ نہیں ہے اس میں۔ میں نے اس سمجھایا کہ تو ذرا سے خطرہ پر لرزنا شرع کر دیتا ہے۔ اگر تو اپنی یہ کمزوری دور کرنا چاہتا ہے تو شراب پینا چھوڑ دے اور اپنا ایمان مضبوط بنا۔

ان غریب کسانوں کو ہم سے کیا ملتا ہے؟ صرف عزت نفس۔ یہ لوگ جانورں کی طرح پیدا ہوتے ہیں' جانورں کی سی زندگی گزارتے ہیں اور جانورں کی طرح مر جاتے ہیں۔ ہم نے پہلی بار انہیں احساس دلایا ہے کہ وہ بھی انسان ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری تعلیمات پر عمل کر کے ہی صدیوں پرانی زنجیریں توڑ سکتے ہیں اب تک تو انہوں نے اپنے آپ کو تقدیر کے رحم وکرم پر ہی چھوڑ رکھا ہے۔

آج میں نے تیس بالغوں اور بچوں کو بپتسمہ دیا۔ یہ لوگ اس گاؤں کے نہیں تھے بلکہ میاھارا' کوزوشیما اور ہاتسوکا سے نہایت خطرناک اور دشوار گزار پہاڑی راستوں پر شل کر یہاں پہنچے تھے۔ پھر میں نے پچاس سے زیادہ اعترافات سنے۔ اتار کی عبادت

میں پہلی بار میں نے جاپنی میں دعا پڑھی۔ اس وقت کسانوں نے حیرت اور خوشی سے مجھے دیکھا۔ میرا بھی عجب حال تھا۔ جس وقت میں وہ دعا پڑھ رہا تھا میرے سامنے وہ چہرہ ابھرا جس نے پہاڑی پر وعظ کیا تھا۔ میں نے ان لوگوں کا سوچا جو اس وقت اس بستی کے سامنے دوزانو بیٹھے تھے اور جو اس کے الفاظ سے مسحور ومبہوت ہو چکے تھے۔ اس چہرے نے مجھے بھی مسحور کر رکھا ہے۔ حالانکہ انجیل میں اس چہرے کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ یا شاید میں اس سے اس لئے مسحور ہوں کہ اس چہرے کی وضاحت کہیں نہیں ملتی۔ اس چہرے کے نقوش پر شخص کے اپنے تصور پر چھوڑ دیئے گئے ہیں، بچپن سے یہ چہرہ میرے سینے کے ساتھ ایسے لگا ہے جیسے کوئی عاشق اپنے محبوب کی تصویر سینے سے لگائے پھرتا ہے۔ میں جب مدرسے میں پڑھتا تھا اس وقت بھی راتوں کو مجھے نیند نہیں آتی تھی۔ میری آنکھوں کے سامنے اس کا خوب صورت چہرہ پھرتا رہتا تھا اور میں اس کے تصور میں ہی سو جاتا تھا بہر حال یہ تو میری اپنی بات ہے۔ مجھے تو یہ خوف ستانے لگا تھا کہ اس طرح ان لوگوں کا اکٹھا ہونا اچھی بات نہیں ہے۔ جلد یا بدیر سرکاری افسروں کو اس کی خبر ضرور مل جائے گی۔

یہاں بھی فریرا کی کوئی خبر نہیں ہے۔ دو بوڑھے آدمیوں سے میری ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اسے دیکھا تھا ان کی باتوں سے اندازہ ہوا کہ فریرا نے شن ماتسو کے مقام پر بیمار اور بے سہارا بچوں کے لیے کوئی آشرم سا کھول رکھا تھا۔ لیکن یہ بھی اس زمانے کی بات تھی جب حکومت کے ظلم وستم میں اتنی شدت آتی گئی۔ ان کی باتیں سن کر میری آنکھوں میں اپنے استاد کی تصویر پھر گئی۔ بادامی رنگ کی داڑھی اور تھوڑی سی دھنسی ہوئی آنکھیں...... میں سوچنے لگا کیا وہ ان جاپانیوں کے ساتھ بھی ایسا ہی بے تکلف ہو جاتا ہو گا جیسے وہ اپنے طالب علموں کے ساتھ ہو جاتا تھا؟ وہ ہمارے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر پیار سے باتیں کرتا تھا۔ اس کی باتوں میں دوستانہ گرم جوشی ہوتی تھی۔

''کیا وہ بہت سخت مزاج انسان ہے'' میں نے ذاتی سا سوال کیا۔

ایک بوڑھے نے زور سے سر ہلایا۔ ''نہیں' بالکل نہیں'' وہ تو بہت مہربان اور نرم دل انسان ہیں۔ ایسا تو ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔'' اس کے لرزتے ہونٹ یہ کہتے محسوس ہو رہے تھے۔

تو موگی واپس جانے سے پہلے میں نے انہیں اپنی تنظیم کا طریقہ سکھایا۔ میں نے کہا تو موگی کے کسان عیسائیوں نے جس طرح کیا ہے ویسا ہی آپ کو بھی کرنا چاہئے۔ پہلے

اپنا جی ای سا منتخب کرو پھر توس سا ما بناؤ موجودہ حالات میں بچوں کو تعلیم دینے کا یہی ایک طریقہ ہے۔ انہوں نے میرے سامنے ہی جی ایک سیما کا انتخاب شروع کر دیا۔ وہ اس طرح آپس میں بحث کر رہے تھے جیسے لزبن میں سیاسی انتخاب کے وقت بحث مباحثے ہوتے ہیں لیکن یہاں ہر شخص انکساری اور خاکساری کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ صرف کچی جیرو ایسا شخص تھا جو ہر عہدہ کے لیے اپنے آپ کو پیش کر رہا تھا۔

ایک اور بھی دلچسپ بات ہوئی۔ توموگی کی طرح یہاں بھی لوگ اصرار کرتے رہے کہ دھات کی کوئی صلیب یا مقدس شبیہ انہیں دی جائے۔ میں نے انہیں بتایا کہ یہ چیزیں تو میں چھوڑ آیا ہوں تو انہیں سخت مایوسی ہوئی۔ آخر میں نے اپنی تسبیح نکالی اور ڈوری توڑ کر ایک ایک دانہ ان میں تقسیم کر دیا۔ یہ جاپانی ان چیزوں کا اتنا زیادہ احترام کرتے ہیں۔ ان کا یہ غلو مجھے پریشان کر دیتا ہے۔ میں سوچتا ہوں ان کے ایمان میں کہیں کوئی کمزوری تو نہیں ہے؟

چھ دن بعد میں شام کے وقت پھر کشتی میں سوار ہوا۔ سیاہ سمندر میں چپوؤں کی آواز عجیب سی بیزاری پیدا کر رہی تھی۔ کچی جیرو کشتی کے پچھلے حصے میں بیٹھا اپنی بھونڈی آواز میں کچھ گنگنا رہا تھا۔ چھ دن پہلے جب میں اس کشتی میں اس جزیرے کی طرف جا رہا تھا تو مجھے ایک ان جانے خوف نے گھیر رکھا تھا۔ مگر آج اس کا سوچ کر مجھے ہنسی آ رہی تھی۔

ایمان کی تو یہ ہے کہ جب سے ہم جاپان میں وارد ہوئے ہیں ہر کام میری توقع سے بڑھ کر ہی ہو رہا ہے۔ ہمیں کسی خطرناک مہم پر جانا نہیں پڑا۔ ہم بیٹھے بیٹھے ہی عیسائیوں سے ملنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ آج تک سرکاری حکام کے کانوں میں ہماری بھنک تک نہیں پڑی ہے۔ اب تو مجھے یہ بھی محسوس ہونے لگا ہے کہ مکاؤ میں بیٹھے فادر ویلی نانو خواہ مخواہ ہی جاپانیوں کے ظلم وستم سے ڈرتے ہیں۔ یہ سوچ کر میرا سینہ خوشی سے پھول جاتا ہے کہ میری زندگی کسی کام آ رہی ہے۔ میں کوئی کارنامہ انجام دے رہا ہوں۔ دنیا کے آخری سرے پر واقع ایک ملک میں خلق خدا کی خدمت کر رہا ہوں۔ ایک ایسے ملک اور ایسے عوام کی خدمت، جسے آپ سمجھ ہی نہیں سکتے۔

غالباً خوشی و کامرانی کا یہ احساس ہی تھا کہ واپسی کا سفر بہت ہی مختصر لگا۔ کشتی ساحل سے لگی تو مجھے یقین ہی نہیں آیا کہ ہم واپس بھی پہنچ گئے ہیں۔

میں نے ساحل پر ہی چھپ کر موکچی اور اس کے ساتھیوں کا انتظار کیا۔ چھپے چھپے

خیال آیا کہ اس احتیاط کی بھی کیا ضرورت ہے۔سب کچھ تو ٹھیک ٹھاک ہی ہو رہا ہے لیکن ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا۔ کہ کسی کے تیز تیز چلنے کی آواز آئی اور اس کے ساتھ گھبرائی ہوئی ایک آواز آئی

''فادر۔۔۔۔۔۔فادر۔۔۔۔''

پھر بھی میں کچھ نہیں سمجھا۔ میں نے خوشی سے اس شخص کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کی تا کہ میں اپنی کامیابی میں اسے بھی شریک کرسکوں مگر اس نے مجھے جیسے پیچھے دھکیل دیا۔''بھاگو۔ فادر۔ یہاں سے بھاگو'' وہ گھبرایا ہوا تیز تیز بول رہا تھا۔'' گاؤں میں سپاہی آ گئے ہیں''

''سپاہی؟''

''ہاں' فادر' سپاہی۔انہیں خبر مل گئی ہے۔''

''وہ جان گئے ہیں کہ ہم یہاں ہیں؟''

موکچی جلدی جلدی'' سر ہلا رہا تھا۔'' انہیں شبہ ہو گیا ہے۔ ابھی انہیں یہ پتہ نہیں چلا ہے کہ ہم نے آپ کو چھپایا ہوا ہے۔'' وہ شخص بھاگ رہا تھا۔ میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ موکچی اور کچی جیرو نے میرے ہاتھ پکڑ رکھے تھے۔ ہم کھیتوں میں چھپتے چھپاتے اپنی کوٹھڑی کی طرف بھاگ رہے تھے۔

اس وقت ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔ جاپان کی برسات شروع ہو چکی تھی۔

MashalBooks.com

باب 4

# سباستین روڈریگیز کا مکتوب

لیجئے میں آپ کو ایک اور خط لکھنے کے قابل ہو گیا۔ اپنی گو تو واپسی کا تو میں لکھ چکا ہوں اور یہ بھی بتا چکا ہوں کی سرکاری اہل کار گاؤں میں کس طرح تلاشیاں لے رہے تھے۔ میں تو اپنی اور گارپے کی جان بچ جانے پر خدا کا شکر ہی ادا کر سکتا ہوں۔

خوش قسمتی یہ ہے کہ سرکاری اہل کاروں کے پہنچنے سے پہلے ہی توس سامانے صلیبیں اور دوسری متبرک اشیاء چھپا دی تھیں۔ اس سلسلے میں ان کی تنظیم بہت کار آمد ثابت ہوئی۔ سپاہی آئے تو لوگ معصوم صورت بنائے کھیتوں میں کام کر رہے تھے۔ افسروں کے سوالوں کا جواب جی ای سیمانے دیا۔ ان کسانوں کی سمجھداری کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ظاہر ہی نہیں ہونے دیا کہ وہ عیسائی ہیں۔ وہ اپنے آپ کو سیدھے سادھے کسان ہی ظاہر کرتے رہے۔ آخر وہ لوگ کافی دیر پوچھ گچھ کے بعد چلے گئے۔

مجھے اچی زو اور اوماتسو نے بڑے فخر کے ساتھ یہ واقعہ سنایا۔ خوشی سے ان کے دانت نکلے پڑ رہے تھے۔ ان کے چہرں سے واقعی چالا کی ٹپک رہی تھی۔

لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ سپاہی یہاں آئے کیسے؟ کیا کسی نے مخبری کر دی تھی؟ گاؤں کا کوئی آدمی تو ایسا نہیں کر سکتا یہاں کے لوگ ایک دوسرے پر شک کر رہے ہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہیں ان کے اندر پھوٹ نہ پڑ جائے۔

باقی کوئی نئی بات نہیں ہے۔ میں گاؤں واپس آ گیا ہوں اور خیریت سے ہوں۔

MashalBooks.com

باہر خوب روشنی ہے پہاڑ کی ترائی سے مرغ کے بانگ دینے کی آواز آرہی ہے۔ سرخ پھول کھلے ہوئے ہیں اور زمین پر لال لال قالین سا بچھ گیا ہے۔ ہم کبھی کبھی باہر نکل کر اسے دیکھ لیتے ہیں۔

تو موگی واپس آنے کے بعد کچی جیر وا چانک یہاں بہت مقبول ہو گیا ہے۔ وہ گھر گھر جا کر گوتو کے بارے میں خوب جھوٹی سچی باتیں سناتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ ہمارا کیسا استقبال کیا گیا اور اس کی بھی خوب آؤ بھگت ہوئی کیونکہ وہی مجھے وہاں لے کر گیا تھا۔ وہ لوگوں سے یہ باتیں کرتا ہے تو وہ اسے خوب کھانے پینے کو دیتے ہیں بلکہ اسے ساکے بھی پلاتے ہیں۔

ایک دن شراب کے نشے میں دھت وہ ہمارے پاس آیا اس کے ساتھ دو تین اور نوجوان بھی تھے۔اس کا چہرہ شدت جذبات سے تمتمار ہا تھا۔ وہ چھوٹتے ہی بولا۔''میں آپ کے ساتھ ہوں قسم خدا کی میں آپ کے ساتھ ہوں۔ اب آپ کو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''اس کے ساتھی اسے بڑے احترام کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔اس نے پھر زور شور سے کہنا شروع کیا۔''میں آپ کے ساتھ ہوں۔آپ کو ڈرنا نہیں چاہیے بالکل نہیں ڈرنا چاہیے۔'' یہ کہا اور فرش پر گر کر گہری نیند میں چلا گیا۔ یہ شخص نیت کا برا معلوم نہیں ہوتا۔اسے برداشت کیا جا سکتا ہے۔میں اس سے نفرت نہیں کر سکتا۔

میں آپ کو جاپان کی زندگی کے بارے میں کچھ بتا دوں۔ ظاہر ہے میں تو موگی کے کسانوں کے بارے میں ہی بتا سکتا ہوں کیونکہ میں وہی بتاؤں گا جو انہوں نے مجھے بتایا ہے۔اس سے یہ نتیجہ ہرگز نہ اخذ کر لیجئے گا کہ سارا جاپان ہی ایسا ہے۔

سب سے پہلے تو یہ جان لیجئے کہ جس غربت اور افلاس میں یہ لوگ زندگی گزار رہے ہیں پرتگال میں بیٹھ کر اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ان میں جو لوگ دولتمند ہیں وہ بھی سال میں دو ایک مرتبہ ہی چاول کا مزہ چکھتے ہیں۔ان کی عام غذا آلو' چھوٹی لال مولی اور اسی قسم کی ترکاریاں ہیں۔ان کا مشروب صرف گرم پانی ہے۔کبھی کبھی تو انہیں پودوں کی جڑیں بھی کھانا پڑ جاتی ہیں۔ان لوگوں کے بیٹھنے کا انداز بھی عجیب ہے۔ساری دنیا سے الگ۔ وہ بیٹھتے وقت پہلے گھٹنے زمین پر رکھتے ہیں اور پھر ایڑیوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں بیٹھنے کا یہ انداز زیادہ آرام دہ ہے۔ جب تک ہم اس سے مانوس نہیں ہوئے تھے ہمیں یہ بہت تکلیف دہ لگتا تھا مگر اب اس سے زیادہ تکلیف نہیں ہوتی۔ گھروں پر یہ گھاس پھونس

کے چھپر ڈالتے ہیں۔ ان کے گھر اکثر گندے ہوتے ہیں اور ان میں ایسی بو آتی ہے جو بعض اوقات تو ناقابل برداشت ہو جاتی ہے۔ تو موگی میں دو ہی خاندان ایسے ہیں جن کے پاس ایک گائے یا ایک گھوڑا ہے۔

یہاں کے جاگیردار کسی بھی عیسائی ملک کے بادشاہ سے زیادہ اپنی رعایا پر اختیار رکھتے ہیں۔ لگان ادا نہ کرنے والوں کو انتہائی وحشیانہ سزائیں دی جاتی ہیں۔ شمبارا میں جو بغاوت ہوئی تھی وہ دراصل اسی لگان کے خلاف تھی۔ یہاں کے لوگ سناتے ہیں کہ پانچ سال قبل ایک کسان موزائے مون نے لگان ادا نہیں کیا تھا تو اسے اور اس کے بیوی بچوں کو پانی کی سزا دی گئی تھی۔ کسان سمورائی کے غلام ہوتے ہیں۔ سمورائی جاگیرداروں کے غلام ہوتے ہیں۔ سمورائی ہمیشہ مسلح رہتے ہیں۔ ان کے بچوں کو بھی ہتھیار رکھنے کا اختیار ہوتا ہے۔ جاگیردار جسے چاہتا ہے سمورائی سے قتل کرا دیتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے املاک ضبط کر لیتا ہے۔

سردی ہو یا گرمی جاپان کے لوگ ننگے سر پھرتے ہیں۔ ان کا لباس بھی ایسا ہوتا ہے جو مشکل سے ہی انہیں سردی سے بچاتا ہے۔ عام طور پر لوگ اپنا سر منڈاتے ہیں۔ سر کے پیچھے ایک چوٹی رکھتے ہیں۔ ان کے پروہت یا بھکشو پورا سر منڈاتے ہیں۔ اسی طرح سمورائی بھی پورا سر منڈاتے ہیں۔ معافی چاہتا ہوں اچانک بات کاٹنا پڑ گئی ہے۔

دراصل میں آپ کو سچ سچ بتانا چاہتا ہوں کہ 5 جون کو کیا واقعہ پیش آیا۔ یہ رپورٹ بھی مختصر ہی ہے۔ زیادہ تفصیل پھر کبھی عرض کروں گا۔ یہ بات اس وقت میں اس لئے بتانا چاہتا ہوں کہ کچھ پتہ نہیں کب ہمارے اوپر کوئی آفت آ جائے اور میں آپ کو اتنا بھی نہ بتا سکوں۔

5 جون کو دوپہر کے وقت مجھے احساس ہوا کہ نیچے گاؤں میں کچھ گڑبڑ ہے۔ نیچے سے مسلسل کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آ رہی تھی عام دنوں میں کتوں کا بھونکنا کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ وہاں سے تو مرغیوں کے کٹ کٹانے کی آوازیں بھی آتی رہتی ہیں۔ لیکن اس دن کتوں کا بھونکنا خلاف معمول لگ رہا تھا۔ ان آوازوں سے ہم پریشان ہو گئے۔ ہم سے رہا نہ گیا اور ہم دونوں یہ معلوم کرنے پہاڑی کے مشرقی کنارے تک گئے کہ آخر گاؤں میں کیا ہو رہا ہے۔ وہاں سے ہم گاؤں کا نظارہ کر سکتے تھے۔

جس چیز نے سب سے پہلے ہمیں اپنی طرف متوجہ کیا وہ بے تحاشہ گرد و غبار تھا جو

سمندر کی جانب سے گاؤں کی سمت آ رہا تھا۔ پھر ہم نے دیکھا کہ ایک ننگی پیٹھ گھوڑا گاؤں کی طرف سرپٹ دوڑا آ رہا ہے۔ پھر گاؤں کے راستے پر پانچ آدمی کھڑے دکھائی دیئے۔ وہ اس گاؤں کے نہیں تھے۔انہوں نے راستہ روک رکھا تھا۔

اب ہمیں خیال آیا کہ کچھ گڑ بڑ ہے۔ سپاہی گاؤں کی تلاشی لینے آ پہنچے ہیں۔ ہم فوراً وہاں سے اپنی کوٹھڑی کی طرف بھاگے۔ جلدی جلدی ساری چیزیں اکٹھی کیں اور گڑھے میں چھپا دیں۔ یہ کام کرنے کے بعد ہم پھر پہاڑی پر اسی جگہ پہنچ گئے اور گاؤں کا نظارہ کرنے لگے۔

اب نیچے سے کوئی آواز نہیں آ رہی تھی۔ دوپہر کی تیز دھوپ نہایت بے رحمی کے ساتھ گاؤں کے راستوں کو جلا رہی تھی۔ہمیں جانورں کے باڑوں کے سائے ہی نظر آئے جو تیز دھوپ میں کالے ہو رہے تھے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اچانک یہ شور وغل کیوں رک گیا ہے۔انسانوں کی ہی نہیں کتوں کی آوازیں آنا بھی بند ہوگئی تھیں۔ پہاڑی سے وہ گاؤں ایسا لگ رہا تھا جیسے ابھی ابھی ڈاکو وہاں لوٹ مار کر کے گئے ہوں۔ میں نے دل ہی دل میں دعا مانگنا شروع کر دی۔ایک دل میں یہ بھی آتا تھا کہ اس نے رحم دنیا کی خوشی ومسرت کے لئے مجھے دعا نہیں مانگنا چاہئے مگر میرے منہ سے دعا نکل رہی تھی۔ خداوند‘اس مظلوم گاؤں پر سے اس منحوس دوپہر کی خاموشی ختم کر دے۔

کتوں نے پھر بھونکنا شروع کر دیا تھا۔گاؤں کا راستہ روکنے والے لوگ واپس جا رہے تھے۔ اس افراتفری میں مجھے جی ای سیما دکھائی دیا جس کے ہاتھ میں پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ بے چارہ بوڑھا بابا گھوڑے پر ایک سمورائی سوار تھا۔اس نے کوئی حکم دیا اور سب لوگ اس کے پیچھے قطار باندھ کر چلنے لگے۔ایک اور سمورائی گھوڑے پر سوار دھول اڑاتا چلا جا رہا تھا وہ بار بار پیچھے دیکھتا جاتا تھا۔ وہ بندھے ہوئے ای سیما کو اپنے پیچھے گھسیٹ رہا تھا وہ دلدوز منظر میرے دل پر نقش ہوگیا۔ وہ بوڑھا گھوڑے کے پیچھے پیچھے زمین پر گھسٹتا جارہا تھا اور گھوڑا سرپٹ دوڑ رہا تھا۔ان کے پیچھے ایک جلوس چیونٹیوں کی قطار کی طرح چل رہا تھا۔ پھر وہ سب نظروں سے غائب ہوگئے۔

اس رات ہمیں موکچی اور کچی جیرو سے سارے قصے کا پتہ چلا۔ سپاہی دوپہر کو ہی آئے تھے۔اس مرتبہ گاؤں والوں کو ان کی خبر ہی نہیں ملی۔ وہ گھوڑوں پر سوار آئے اور انہوں نے گھر گھر تلاشی لینا شروع کر دی۔ وہ راستہ چلتے لوگوں کے پیچھے بھی گھوڑے

دوڑاتے اور انہیں خوف زدہ کرتے ۔لوگ ادھرادھر بھاگ رہے تھے اور وہ قہقہے لگا رہے تھے۔

سارے گھر انہوں نے الٹ پلٹ کر ڈالے لیکن کسی گھر سے بھی عیسائی مذہب کی کوئی نشانی نہیں ملی ۔اس پر انہیں اور بھی غصہ چڑھا۔سمورائی نے سارے گاؤں کو ایک چوک میں اکٹھا کیا اور اعلان کیا کہ وہ اگر وہ سچی سچی بات نہیں بتائیں گے تو ان میں سے کسی ایک آدمی کو یرغمال بنالیا جائے گا اور اس وقت تک نہیں چھوڑا جائے گا جب تک عیسائیوں کے اصل سرغنہ کا پتہ نہیں بتادیا جائے گا ۔اس اعلان پر بھی گاؤں والوں نے ایک لفظ نہیں بولا ۔

''ہم پورا لگان دیتے ہیں اور قانون کی پابندی کرتے ہیں ۔''جی ای سیما نے سمورائی سے کہا۔''ہم اپنے مردے مندر میں ہی جلاتے ہیں ۔''

سمورائی نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور اپنے آدمی کو حکم دیا کہ جی ای سیما کو رسیوں میں جکڑ لیا جائے ۔فوراً ہی اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے گئے ۔

''یاد رکھو' میں زیادہ بک بک پسند نہیں کرتا۔ ہم یہاں بحث کرنے نہیں آئے ہیں ۔ہمیں مخبر نے بتایا ہے کہ ممنوعہ عیسائی مذہب کے ماننے والے یہاں رہتے ہیں ۔تم سچ سچ بتادو کون کون عیسائی ہے؟ جو شخص بھی بتائے گا اسے چاندی کے ایک سو سکے ملیں گے ۔ اگر نہیں بتاؤ گے تو تم سب کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔''سمورائی نے گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے ہی یہ اعلان کیا اور پھر بولا ''اس وقت ہم تمہارا ایک آدمی پکڑ کر لے جا رہے ہیں ۔ تین دن بعد ہم پھر آئیں گے اور ایک اور آدمی پکڑ کر لے جائیں گے ۔اچھی طرح سوچ لو۔دو تین آدموں کے لئے سارے گاؤں کی زندگی خطرے میں مت ڈالو۔''

سب خاموش کھڑے رہے ۔مرد عورتیں اور بچے سب چپ چاپ کھڑے اس کا منہ دیکھ رہے تھے ۔ یوں لگتا تھا جیسے دشمن فوجیں آمنے سامنے کھڑی ہوں ۔ وہ خاموش کھڑے ایک دوسرے کو گھورر ہے تھے ۔یہی وقت تھا جب سارے گاؤں پر خاموشی چھا گئی تھی اور ہمیں کچھ سنائی نہیں دیا تھا۔

اس کے بعد سمورائی نے گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور کوڑا لہراتا گاؤں سے باہر روانہ ہوگیا۔ بوڑھا جی ای سیما رسیوں میں جکڑا گھوڑے کے پیچھے گھسٹتا چلا جارہا تھا۔وہ اٹھنے کی کوشش کرتا مگر پھر گر جاتا ۔باقی سپاہی اس کے پیچھے پیچھے بھاگ رہے تھے۔

یہ 5 جون کا واقعہ ہے۔ہمیں ان لوگوں نے ایسا ہی بتایا۔

''فادر،ہم نے آپ کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں کہا۔''موکچی اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے ایڑیوں پر بیٹھا تھا۔''وہ پھر آئے تو پھر بھی ہم کچھ نہیں بتائیں گے۔کچھ بھی ہو جائے ہم آپ کے ساتھ ہی رہیں گے۔''

یہ بات کہنے کی ضرورت شاید اسے اس لئے پیش آئی کہ اس نے ہمارے چہروں پرخوف کی پرچھائیاں دیکھ لی تھیں یہ پرچھائیاں ایک لمحہ کے لئے پڑی تھیں مگر انہوں نے اسے دیکھ لیا تھا۔گارپے جو ہمیشہ خوش باش رہتا ہے اس وقت موکچی کو خوف زدہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ مجھے اس وقت شرمندگی سی ہوئی۔گارپے نے اسی پریشانی کا عالم میں یہاں تک کہہ دیا کہ اگر ایسا ہی ہوتا رہا تو ایک دن تم سب پکڑے جاؤ گے۔''

''ہاں فادر ایسا ہی لگتا ہے۔مگر پھر بھی آپ کے ساتھ دغا نہیں کریں گے۔ موکچی ہمیں تسلی دے رہا تھا۔

''لیکن یہ تو ٹھیک نہیں ہے۔اس سے تو اچھا ہے کہ ہم دونوں یہاں سے کہیں اور چلے جائیں۔''گارپے نے یہ کہتے ہوئے موکچی کو اور پھر مجھے دیکھا۔''کیا ہم اس شخص کے جزیرے میں پناہ نہیں لے سکتے ؟''اس کی مراد کچی جیرو تھا۔

یہ سن کر کچی جیروک چہرے پرخوف کا سایہ منڈلایا مگر وہ کچھ بولا نہیں۔اب میں سوچتا ہوں تو خیال آتا ہے کہ وہ بزدل انسان ہمیں یہاں تک لے تو آیا تھا مگر اب اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔وہ عجیب سی کشمکش میں گھر گیا تھا۔وہ یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ عیسائیوں میں اس کی جو عزت بحال ہوگئی ہے اس پر کوئی آنچ آئے لیکن اسے اپنی جان کی فکر بھی تھی۔وہ بیٹھا مکھی کی طرح ہاتھ مل رہا تھا۔اور نیچی نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔اس کی چالاک آنکھوں میں دھندلاہٹ آگئی تھی وہ ڈرتے ڈرتے بولا ......

''یہ سب کچھ تو گوتو میں بھی ہوسکتا ہے۔تلاشی تو ہر گاؤں میں لی جائے گی۔''

پھر وہ ہمیں سمجھانے لگا کہ ہم کہیں دور چلے جائیں یہاں سے بہت دور...... بہر حال اس رات کوئی فیصلہ نہیں ہوسکا اور وہ دونوں چپکے سے اٹھ کر چلے گئے۔

دوسرے دن تو موگی کے لوگ بہت ہی گھبرائے ہوئے تھے۔انہیں گھبرانا بھی چاہئے تھا۔ان کے ساتھ جو کچھ ہو رہا تھا وہ کسی کے ساتھ بھی ہوتا تو وہ اتنا ہی پریشان ہوتا۔موکچی نے بتایا کہ گاؤں میں دو گروہ بن گئے ہیں۔ایک گروہ کہتا ہے ہمیں کسی

MashalBooks.com

دوسرے گاؤں بھیج دینا چاہئے مگر دوسرا گروہ اڑا ہوا ہے کہ کچھ بھی ہو جائے وہ ہمیں یہاں سے نہیں جانے دیں گے۔ ایسے لوگ بھی ہیں جو کہہ رہے ہیں کہ گاؤں پر آنے والی ساری مصیبت کے ذمہ دار ہم ہیں۔ اس سارے ہنگامے میں موکچی' اچی زو اور امواتسو نے بڑے حوصلے کا ثبوت دیا ہے۔ وہ ڈٹے ہوئے ہیں کہ چاہے جان چلی جائے وہ ہماری حفاظت کریں گے۔

سرکاری حکام اپنا کام اسی طرح کر رہے ہیں۔ ان کی طرف سے ڈرانے دھمکانے کا سلسلہ جاری ہے۔ 8 جون کو انہوں نے نیا طریقہ اختیار کیا اس بار گھوڑوں پر سوار جو سمورائی گاؤں آئے وہ دہشت ناک چہروں والے نہیں تھے۔ بلکہ اب خوش مزاج اور مسکراتے چہروں والے سمورائی وہاں آئے۔ ان کے ساتھ پانچ اور سپاہی بھی تھے۔ ایک سمورائی نے لوگوں کو سمجھایا کہ سب مل کر ٹھنڈے دل سے سوچو کیوں اپنی جان کے پیچھے پڑے ہو۔ اس نے اعلان کیا کہ جو شخص بھی عیسائی مذہب ماننے والوں کے نام بتائے گا۔ اس کا لگان معاف کر دیا جائے گا۔ روٹی روٹی کو محتاج ان کسانوں کے لئے یہ بہت بڑا لالچ ہے۔ مگر شاباش ہے ان پر' کہ ان میں کسی کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا۔

''ٹھیک ہے۔ جیسی تمہاری مرضی۔'' بوڑھے سمورائی نے خوش دلی سے کہا۔ ''اب ہمیں یہ دیکھنا پڑے گا کہ تم سچے ہو یا ہمارے مخبر......''

پھر اس نے ادھر ادھر دیکھا اور زور سے بولا۔ ''فی الحال تو تم لوگ ایسا کرو کہ اپنے تین آدمی ہمارے حوالے کر دو۔ ابھی نہیں۔ کل انہیں ناگاساکی بھیج دینا میں چاہتا ہوں یہ آدمی تم خود ہی چنو اور خود ہی ہمارے پاس بھیجو۔ ہم انہیں اصل حالات معلوم ہونے تک اپنے پاس بطور یرغمال رکھیں گے۔ تم کہتے ہو نا کہ تمہارے اندر کوئی عیسائی نہیں ہے؟ اگر یہ صحیح ہے تو تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے......''

اس کے لہجے میں کہیں دھمکی یا تنبیہ نہیں تھی لیکن ہر شخص جانتا تھا کہ یہ ایک چال ہے۔ وہ گاؤں والوں کو آپس میں لڑانا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس رات تو موگی کے کسان اس بات پر لڑتے رہے کہ کن تین آدمیوں کو ناگاساکی بھیجا جائے۔ انہیں خوب معلوم تھا کہ جو بھی وہاں جائے گا پھر وہ زندہ سلامت واپس نہیں آئے گا تو س ساما جیسے لوگ بھی وہاں جاتے گھبرا رہے تھے۔ وہاں بیٹھے لوگ ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہے تھے۔ ہر ایک یہی سوچ رہا تھا کہ وہ اپنے آپ کو اس عذاب سے کیسے بچائے۔

کسی نے کچی جیرو کا نام لے دیا۔شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ اس گاؤں کا رہنے والانہیں تھا۔ پھر وہ یہ بھی جانتے تھے کہ گاؤں پر نازل ہونے والی آفت کا ذمہ دار بھی وہی ہے۔ پہلے تو کچی جیرو کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ وہ سمجھا شاید غلطی سے کسی نے اس کا نام لے دیا ہے۔لیکن جب دیکھا کہ لوگ سچ مچ اسی کی طرف دیکھ رہے ہیں تو اس نے بھوں بھوں کر کے رونا شروع کر دیا۔ روتے روتے اسے غصہ آیا تو اس نے ہر ایک کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔لوگوں نے اسے سمجھایا کہ تیرا نام اس لئے لیا جا رہا ہے کہ تیرے ساتھ حکومت زیادہ سختی نہیں کرے گی۔ وہ سب جانتے ہیں کہ تو پہلے کیا کر چکا ہے۔آخر جب سب نے مل کر اصرار کی تو وہ ناگاسا کی جانے پر رضامند ہو گیا۔

''اس کے ساتھ میں بھی جاؤ ںگا۔'' یہ اچی زو تھا وہ بھی ضد کرنے لگا کہ کچی جیرو کے ساتھ وہ بھی جائے گا سب کو حیرت بھی کہ ہر وقت کا موش رہنے والا اچی زو اس وقت اتنے زور شور سے کیوں بول رہا ہے۔ادھر موکچی بھی کہنے لگا کہ وہ بھی ان کے ساتھ جائے گا۔آخر ان تینوں کو بھیجنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔

9 جون۔ ہلکی ہلکی بارش ہو رہی ہے۔ دھند اتنی زیادہ ہے کہ کوٹھڑی کے سامنے کھڑے پیڑ بھی دکھائی نہیں دے رہے ہیں۔ وہ تینوں ناگاسا کی جانے کے لیے جنگل کی طرف چلے گئے ہیں۔ موکچی زیادہ ہی جوش میں تھا۔اچی زو ہمیشہ کی طرح اداس اور خاموش تھا۔ اس کے ماتھے پر بل پڑے ہوئے تھے۔کچی جیرو ان دونوں کے پیچھے سر جھکائے چل رہا تھا۔ وہ ایسا کتا لگ رہا تھا جسے خوب مار پڑی ہو۔ چلتے وقت اس نے رحم طلب نظروں سے میری طرف دیکھا۔ جیسے مجھ سے شکایت کر رہا ہو۔

''فادر' اگر ہمیں مقدس شبیہ کو پیروں تلے روندنے کا حکم دیا گیا تو ؟۔۔۔''
موکچی کا سر جھکا ہوا تھا اور وہ ایسے بول رہا تھا جیسے اپنے آپ سے باتیں کر رہا ہو۔''اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو سارے گاؤں کی شامت آجائے گی''۔

یہ سن کر میرا گلا رندھ گیا ایک لمحہ کو تو میرے دل میں آیا کہ میں اس سے کہوں' ''نہیں' تم ایسا نہیں کروں گے'' مجھے یاد آیا کہ اوزین میں فادر گیبریل کو گھسیٹ کر شبیہ مقدس کے سامنے لے جایا گیا تھا اور ان سے کہا گیا تھا کہ اپنے پیروں سے اس کی بے حرمتی کرو تو انہوں نے گلا پھاڑ کر کہا تھا......'' میں اپنے پاؤں کاٹ ڈالوں گا مگر ایسا نہیں کروں گا......'' جاپان کے اکثر عیسائیوں نے ایسا ہی کیا تھا اور ہنستے ہنستے موت کو گلے لگا

لیا تھا لیکن پھر خیال آیا کہ ان تینوں بدقسمت انسانوں کو کیوں مروایا جائے۔ ان کا کیا قصور ہے؟ انہوں نے کیا گناہ کیا ہے؟ میرے اندر ایک طوفان اٹھ رہا تھا میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ پھر یکا یک میرے منہ سے نکلا۔

''روند ڈالنا...... روند ڈالنا۔'' یہ الفاظ جیسے خود بخود میرے منہ سے نکل گئے تھے۔ کیونکہ اس کے فوراً ہی بعد مجھے احساس ہوا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی۔ مجھے ایسی بات نہیں کہنا چاہئے تھی۔ گارپے بھی غصے میں بھرا مجھے دیکھ رہا تھا۔

لیکن کچی جیرو بڑبڑا رہا تھا۔ ''مقدس ساما نے ہمیں اس آزمائش میں کیوں ڈالا ہے؟ ہم نے تو کوئی گناہ نہیں کیا۔'' وہ پھر رونے لگا۔

سب چپ تھے۔ موچکی اور اچی زو بھی گردن لٹکائے کھڑے تھے۔ ان کی نگاہیں کسی خیالی نقطے پر جمی ہوئی تھیں۔

پھر ہم سب نے مل کر دعا مانگی۔ دعا ختم ہوئی تو وہ تینوں پہاڑی سے اتر گئے۔ ہم دور تک انہیں جاتا دیکھتے رہے۔ پھر وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ موچکی اور اچی زو سے میری ملاقات کا وہ آخری دن تھا۔ اس کے بعد پھر وہ کبھی نہیں ملے۔

کافی دن ہوگئے آپ کو کچھ نہیں لکھا۔ تاموگی پر سرکاری حکام کے چھاپے کا تو میں نے لکھ دیا تھا لیکن جو تین آدمی ناگاساکی گئے تھے ان کے بارے میں مجھے اب پتہ چلا ہے۔ ہم ہر وقت دعا مانگتے رہتے تھے کہ وہ تینوں اور جی ای سیما زندہ سلامت لوٹ آئیں۔ ہم رات کو اکٹھے ہوتے اور مل کر دعا کرتے۔

میرا ایمان ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے اس میں خدا کی کوئی مصلحت ضرور ہوگی۔ ابھی ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ ہمارے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ لیکن ایک دن ایسا ضرور آئے گا جب ہم جان لیں گے کہ ہمیں اس آزمائش میں کیوں ڈالا گیا ہے۔ خدا جو بھی کرتا ہے ہمارے بھلے کو ہی کرتا ہے۔ لیکن معلوم نہیں کہ کیوں، اس وقت جب میں یہ الفاظ لکھ رہا ہوں تو میرے دل پر ایک بوجھ سا ہے۔ بار بار مجھے کچی جیرو کی یہ بات یاد آ رہی ہے...... ''مقدس ساما نے یہ عذاب ہم پر ہی کیوں نازل کیا ہے؟'' ...... یہ بات اس نے ناگاساکی جاتے ہوئے کہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا...... ''فادر ہم نے کون سے گناہ کئے ہیں؟''

میں چاہتا ہوں اس بزدل انسان کے الفاظ میرے دماغ سے نکل جائیں، مگر نہ

جانے کیوں وہ مجھے کچو کے دیتے رہتے ہیں ۔اس کی درد ناک آواز تیز سوئی کی طرح میرے دل میں اترتی رہتی ہے۔خدا نے یہ ظلم جبر اور یہ تشدد جاپان کے ان غریب کسانوں پر ہی کیوں نازل کیا ہے؟ کچی جیرو کیا کہہ رہا تھا؟ وہ کس سے شکوہ کر رہا تھا؟ کیا وہ یہ شکوہ نہیں کر رہا تھا کہ اس کے بندوں پر یہ جور وستم ہورہا ہے اور وہ خاموش ہے؟ وہ خاموش کیوں ہے؟ جاپان میں بیس سال سے یہ ظلم وتشدد ہورہا ہے یہ بدقسمت سرزمین سینکڑوں عیسائیوں کے نالہ و بکا سے گونج رہا ہے۔ پادریوں کا بے گناہ خون بہایا جارہا ہے۔کلیسا منہدم کئے جارہے ہیں۔خدا کے وہ گھر ختم کئے جارہے ہیں جن کے لئے انسانوں نے بے پناہ قربانیاں کی ہیں۔ پھر بھی خدا خاموش ہے۔ وہ خاموش کیوں ہے؟ یہ ہے وہ سوال جو کچی جیرو اپنی دلخراش آواز کے ساتھ اپنی گنوارو' زبان میں کرنا چاہتا تھا۔

خیر' میں تو اس وقت یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ان تینوں مظلوم انسانوں پر کیا بیتی۔اور اس کے بعد ہمیں کن حالات کا سامنا کرنا پڑا۔

ان تینوں کو سکورادی کے مقام پر حاکم اعلیٰ کے سامنے پیش کیا گیا۔اس سے پہلے دودن انہیں کسی اور مقام پر قید رکھا گیا تھا۔ بالکل بندھے ٹکے انداز میں ان سے پوچھ گچھ کی گئی۔

''تم جانتے ہو عیسائی مذہب پر پابندی ہے؟

''موکچی نے اثبات میں سر ہلایا۔وہی ان سب کی طرف سے بول رہا تھا۔

''ہمیں خبر ملی ہے کہ اس کے باوجود تم اس مذہب پر عمل کرتے ہو؟''

موکچی نے تینوں کی طرف سے کہا کہ وہ بدھ مت کے مطابق زندگی گزارتے ہیں اور داناوہار کے بدھ بھکشو کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں۔''

اب اس سے آگے کا مرحلہ تھا۔

''اچھا تو پھر تم اس شبیہ کو اپنے پیروں تلے روندو۔'' لکڑی کا یک چھوٹا سا تختہ ان کے پاس لایا گیا۔اس پر کنواری مریم کی شبیہ بنی ہوئی تھی۔وہ تختہ لاکر ان کے پیروں کے پاس رکھ دیا گیا۔تینوں نے پہلے ایک دوسرے کو دیکھا تھوڑا سا جھجکے پھر اس پر پاؤں رکھ دیا۔وہ میری ہدایت پر عمل کر رہے تھے۔یہ کام پہلے کچی جیرو نے کیا پھر دوسروں نے اس کی تقلید کی۔لیکن قصہ یہاں ختم نہیں ہوا۔سامنے بیٹھے سرکاری افسران کی اس حرکت پر مسکرا رہے تھے۔ ان کی نظریں ان تینوں کے پیروں پر نہیں تھیں۔ وہ دراصل ان کے

چہرے غور سے دیکھ رہے تھے۔ان تاثرات کو جانچ رہے تھے جو اس وقت ان کے چہروں پر نمودار ہوئے تھے۔

''ہوں......'' ان میں سے ایک افسر ہنسا'' تم سمجھتے ہو اس طرح ہمیں جھانسہ دے لو گے؟'' اب ان تینوں نے اس افسر کو پہچانا۔ یہ وہی سمورائی تھا جو چند دن پہلے ان کے گاؤں آیا تھا۔'' تم ہمیں بیوقوف سمجھتے ہو؟ تمہارا خیال ہے ہم نے نہیں دیکھا کہ اس تختے پر پیر رکھتے وقت تمہارے سانس کتنی زور زور سے چل رہے تھے۔!''

''ہم تو پریشان نہیں ہوئے'' موکچی نے آواز بلند کرتے ہوئے کہا۔'' ہم عیسائی نہیں ہیں۔''

''اچھا تو چلو ہم ایک اور کام کرتے ہیں'' ادھر سے جواب آیا۔

اب اس نے حکم دیا کہ شبیہ پر تھوکو اور زور سے کہو کہ کنواری مریم طوائف تھی۔ یہ ان تینوں کا اصل امتحان تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ سب چکر انوئے کا تھا۔ ویلی نانو نے اسی کے بارے میں بتایا تھا کہ وہ سب سے بڑا شیطان ہے۔ جب جاپان میں عیسائی مذہب کی پذیرائی کی جارہی تھی تو اس انوئے نے محض ترقی حاصل کرنے کے لئے بپتسمہ لیا تھا۔ وہ بخوبی جانتا تھا کہ یہ غریب اور مظلوم عیسائی اپنی جان دے دیں گے لیکن کنواری مریم کی اس طرح بے حرمتی نہیں کریں گے۔ یہ لوگ یسوع مسیح سے زیادہ مریم کا احترام کرتے ہیں۔

''سنا تم نے؟ تھوکو اس پر......سن رہے ہو؟...... دہراؤ وہ الفاظ جو میں نے ابھی کہے ہیں'' اچی زو نے دونوں ہاتھوں سے شبیہ اوپر اٹھائی۔ پیچھے سے ایک سپاہی نے اسے دھکا دیا کہ'' تھوک''۔اس نے تھوکنے کو منہ بنایا مگر پھر اس کی ہمت جواب دے گئی۔ یوں لگا جیسے اس کی طاقت ہی سلب ہوگئی ہو۔اس سے یہ نہیں ہوسکتا تھا۔ کچی جیرو بھی پیچھے ہٹ گیا۔ وہ بے حس وحرکت کھڑا تھا۔ سپاہیوں نے بہت زیادہ دھکے دیئے تو موکچی کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے اچی زو بھی تھر تھر کانپنے لگا ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ شدید تکلیف میں ہو۔آخر ان دونوں نے اقبال کرلیا کہ وہ عیسائی ہیں۔ البتہ کچی جیرو بزدل ثابت ہوا اور اس نے کنواری مریم کی شان میں گستاخی کرلی۔

''تھوکو......'' اسے حکم ملا اور اس نے اپنے منہ پر وہ غلاظت لتھیڑ لی جو کبھی نہیں دھوئی جاسکتی۔

موکچی اور اچی زو کو قید میں ڈال دیا گیا تھا۔ کچی جیر وکفر کا ارتکاب کرنے کے بعد زمین پر گر گیا تھا اسے رہا کر دیا گیا۔ اس کے بعد وہ کہیں نظر نہیں آیا۔ ظاہر ہے وہ کسی کے سامنے کیسے آ سکتا تھا۔

برسات کا موسم شروع ہو گیا ہے۔ مسلسل مینہ پڑ تا رہتا ہے۔ پہلی بار مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ بارش بھی کتنا بڑا عذاب ہوتی ہے۔ ہر چیز کو تباہ کر دیتی ہے۔ یہ علاقہ اب قبرستان کا منظر پیش کر رہا ہے ہر طرف ہو' کا عالم ہے۔ کوئی نہیں جانتا عیسائیوں کا کیا ہوگا۔ ہر ایک ڈرتا ہے کہ انہیں پھر وہی اذیت دی جائے گی۔ اس خیال سے ہر شخص خوف زدہ ہے۔ کوئی کسان کھیتوں میں بھی کام کرنے نہیں جاتا...... اس ہولناک میدان سے سمندر کتنا سیاہ دکھائی دیتا ہے۔

20 جون...... سرکاری اہل کار پھر گاؤں میں وارد ہوئے اس بار وہ ایک فرمان لے کر آئے تھے۔ فرمان تھا کہ تو موگی کے ساحل پر موکچی اور اچی زو کو پانی کی سزا دی جائے۔

22 جون...... بارش میں لت پت راستے پر لوگوں کا ایک ہجوم چلتا نظر آ رہا ہے۔ اس پہاڑی سے ایسا لگتا ہے جیسے ان کے سر جھکے ہیں۔ ان کے پیچھے گھڑے پر سوار دو سپاہی چل رہے ہیں۔ یہ ہجوم باہر کے لوگوں کا ہے۔ اس گاؤں کے لوگ تو ڈر کے مارے گھر سے باہر نہیں نکلے۔ وہ اپنے بند کواڑوں کے پیچھے سے جھانک رہے ہیں۔

یہ لوگ ساحل پر پہنچے تو آگ جلائی گئی۔ موکچی اور اچی زو پانی میں بھیگ گئے تھے۔ انہیں آگ تاپنے کا موقع دیا گیا۔ یہ مجھے ان لوگوں نے بتایا جو وہاں موجود تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ سپاہیوں کو ان دونوں پر ترس آ گیا تھا۔ یہ سن کر مجھے یاد آیا کہ آخری وقت کسی آدمی نے یسوع مسیح کے ہونٹوں پر بھی سرکہ رکھا تھا۔

پیڑوں کے تنوں کی دو صلیبیں بنا کر سمندر کے ساحل پر کھڑی کر دی گئیں پھر موکچی اور اچی زو کو ان کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ صلیبیں اس طرح کھڑی کی گئی تھیں کہ رات کو جب موجیں آئیں تو وہ دونوں گردن تک پانی میں ڈوب جائیں اور رات دن ان کے ساتھ ایسا ہی ہوتا رہے اس طرح وہ ایک دم نہیں مریں گے بلکہ دو تین دن بعد تھکن سے بے حال ہو کر مر جائیں گے۔ اس سے سرکاری حکام کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ تو موگی اور اس کے ارد گرد کے لوگ بھی دیکھ لیں کہ عیسائی ہونے پر کیسی سزا دی جاتی ہے۔ جس

وقت موکچی اور اچی زو کو صلیبوں کے ساتھ باندھا گیا اس وقت دوپہر ہو چکی تھی اس وقت تک تماشائی بھی تھک چکے تھے اور ایک ایک کر کے واپس جارہے تھے۔

سمندر کی پہلی موج آئی۔اس نے پہلے ان دونوں کے پاؤں بھگوئے پھر کمر تک اور زبردست شور کے ساتھ اوپر اٹھتی چلی گئی۔ پھر اسی شور کے ساتھ واپس چلی گئی۔

شام کو اوماتسو اپنی بھتیجی کے ساتھ سپاہیوں کے لئے کھانا لے کر آئی۔اس نے اجازت مانگی کہ ان دونوں کو بھی کچھ کھلا دے۔اس پر اوماتسو آگے بڑھی۔

''موکچی موکچی؟''اوماتسو نے آواز دی۔

''کیا ہے؟''موکچی نے جواب دیا۔

بعد میں اس نے اچی زو کو بھی آواز دی لیکن اس کی آواز نہیں نکلی۔مگر وہ مرا نہیں تھا۔سانس لینے سے اس کا سینہ اوپر نیچے ہو رہا تھا۔

''تم بہت تکلیف میں ہو۔صبر کرو۔ پادری اور ہم سب تمہارے لئے دعا کر رہے ہیں۔''اوماتسو نے آہستہ سے کہا پھر اوماتسو نے موکچی کے منہ میں آلو رکھنے کی کوشش کی تو اس نے سر جھٹک دیا۔ وہ کھانا نہیں چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس اذیت سے جتنی جلد ممکن ہو نجات مل جائے۔ پھر اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔''یہ اچی زو کو دے دو میں یہ عذاب اور برداشت نہیں کر سکتا۔''

اب اوماتسو اور اس کی بھتیجی ساحل پر آئے اور زور زور سے رونے لگے۔ وہ اپنے اوپر قابو نہیں رکھ سکے تھے۔ رات آگئی۔ سپاہیوں نے آلو گرم رکھنے کے لئے آگ جلائی۔ وہ آگ ہماری کوٹھڑی سے بھی نظر آرہی تھی۔ رات کو تو موگی کے باشندے بھی وہاں جمع ہو گئے تھے۔ وہ تاریک سمندر پر نظریں جمائے کھڑے تھے۔ وہاں اتنا اندھیرا تھا کہ یہاں سے معلوم ہی نہیں ہو رہا تھا کہ موکچی اور اچی زو کہاں بندھے ہیں۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ زندہ بھی ہیں یا مر گئے۔ سب لوگ آنکھوں میں آنسو بھرے دعائیں مانگ رہے تھے۔ پھر ان سب کو موجوں کے شور میں ایسا لگا جیسے موکچی کچھ گا رہا ہے۔ جیسے وہ یہ مناجات پڑھ رہا ہے۔

قدم اٹھ رہے ہیں\
ہمارے قدم اٹھ رہے ہیں\
قدم اٹھ رہے ہیں سوئے معبد عرش اعلیٰ

سوئے معبد عرش اعلیٰ
سوئے معبد عز و عظمت
ہمارے قدم اٹھ رہے ہیں۔

سب لوگ دم سادھے کھڑے تھے یہ آواز سن رہے تھے۔ سپاہیوں کے کان بھی ادھر ہی لگے تھے۔ بارش اور سمندر کی موجوں کے شور کے ساتھ یہ آواز ان کے کانوں پر برس رہی تھی۔

24-جون۔ دن بھر بونداباندی ہوتی رہی۔ توموگی کے لوگ اپنے گھروں میں بند کواڑوں سے ساحل کی طرف جھانکتے رہے۔ اب حالت یہ ہو چکی تھی کہ ٹکٹکی اور ان پر بندھے آدمیوں میں تمیز کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ موکچی اور اچی زو اپنی ٹکٹکیوں کا ہی حصہ بن گئے تھے۔ صرف ان کی کراہوں سے ہی پتہ چلتا تھا کہ ابھی وہ زندہ ہیں لیکن کراہنے کی آواز بھی ایک ہی تھی اور وہ شاید موکچی کی تھی۔ کراہنے کی یہ آواز کبھی کبھی بند بھی ہو جاتی۔ آج موکچی میں اتنی ہمت ہی نہیں تھی کہ وہ مناجات پڑھتا۔ لیکن ایک گھنٹے کے بعد اچانک لوگوں نے ایسی آواز سنی جیسے کوئی جانور رو رہا ہو۔ گاؤں کے لوگ خوف اور صدمے سے تھر تھر کانپنے لگے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔

تیسرے پہر کو موجیں پھر اٹھنا شروع ہوئیں۔ سمندر کا رنگ گہرا سیاہ ہونے لگا۔ ٹکٹکیاں پانی میں ڈوبنے لگیں۔ پھر لوگوں نے دیکھا کہ ایک سفید پرندہ سمندر کی سطح سے بلند ہوا اور اڑتا ہوا دور چلا گیا۔ سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔

ان دنوں نے کیسی عظیم شہادت پائی۔ میں نے کئی خدا رسیدہ بزرگوں کے شہادت کے قصے پڑھے ہیں۔ میں نے پڑھا ہے کہ وہ کس حالت میں جنت کو سدھارے اور وہاں انہیں کتنے اعلیٰ مقامات ملے۔ فرشتوں نے ان کے لئے نرسنگھے پھونکے۔ لیکن جیسی شہادت ان دو جاپانی کسانوں کو نصیب ہوئی ویسی شہادت میں نے نہ سنی نہ پڑھی۔ سمندر پر مسلسل بارش ہوتی رہی۔ اور جس سمندر نے ان دو معصوموں کو قتل کیا تھا وہ اسی طرح ٹھاٹھیں مارتا رہا۔

گھوڑ سوار سرکاری حکام پھر آئے۔ سپاہیوں نے دونوں لاشوں کو ٹکٹکی سے اتار کر نیچے ایک جگہ رکھا اور انہیں آگ لگا دی۔ لاشیں پوری طرح جل گئیں تو ان کی راکھ سمندر میں پھینک دی گئی۔ اس کی وجہ شاید یہ ڈر تھا کہ عیسائی وہ راکھ تبرک کے طور پر اپنے

ساتھ لے جائیں گے۔ جب انہوں نے آگ لگائی تو سرخ سرخ شعلے ٹھنڈی ہوا کے ساتھ اوپر اٹھ رہے تھے۔ ریتلے ساحل پر دور تک دھواں پھیل رہا تھا اور لوگ بت بنے کھڑے تھے۔ وہ خالی خالی نظروں سے اٹھتی گرتی موجوں کو دیکھ رہے تھے۔ لاشوں کی راکھ سمندر میں بہادی گئی تو وہ لوگ بھی سر جھکائے اپنے اپنے گھر چلے گئے۔

میں آپ کو یہ خط لکھ رہا ہوں تو لکھتے لکھتے اٹھ کر باہر پہاڑی پر بھی چلا جاتا ہوں۔ وہاں سے میں اس سمندر کو غور سے دیکھتا ہوں جو ان معصوم جاپانیوں کی قبر ہے جنہوں نے اپنے عقیدے اور اپنے ایمان کے لئے شہادت قبول کی۔ حد نظر تک اداس اور افسردہ سمندر پھیلا ہوا ہے۔ بھورے بادلوں کے نیچے کہیں بھی کوئی جزیرہ نظر نہیں آ رہا ہے۔

آج کچھ نہیں ہوا۔ میں جانتا ہوں آپ یہی کہیں گے کہ ان دونوں کو موت بے مقصد نہیں تھی۔ ان کی موت تو وہ سنگ بنیاد ہے جس پر ایک اور کلیسا کی عمارت کھڑی کی جائے گی۔ خدا ہمیں کسی ایسی آزمائش میں نہیں ڈالتا جسے ہم برداشت نہ کر سکیں۔ موکچی اور اچی زو ہمارے خداوند خدا کے پاس پہنچ گئے ہیں۔ دوسرے ان گنت عیسائیوں کی طرح انہوں نے بھی شہید کا درجہ حاصل کر لیا ہے۔ وہ بھی ابدی مسرت سے ہم کنار ہو گئے ہیں۔ میرا بھی یہی عقیدہ ہے۔ میں بھی اس پر ایمان رکھتا ہوں۔ لیکن میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ میرا دل اندر سے کیوں کٹا جا رہا ہے۔ میرے سینے میں غم و اندوہ کا سمندر کیوں موجیں مار رہا ہے۔ ٹکٹکی پر بندھے موکچی اور اچی زو کا خیال میرے دل پر کچوکے کیوں لگاتا رہتا ہے۔

قدم اٹھ رہے ہیں
ہمارے قدم اٹھ رہے ہیں
قدم اٹھ رہے ہیں سوئے معبد عرش اعلیٰ
سوئے معبد عرش اعلیٰ
سوئے معبد عز و عظمت
ہمارے قدم اٹھ رہے ہیں۔

لوگ بتاتے ہیں کہ جب جاپانی عیسائیوں کو عقوبت گاہ کی طرف لے جایا جاتا ہے تو وہ یہی مناجات پڑھتے ہیں۔ یہ مناجات جس میں ان لوگوں کی ساری زندگی کا کرب چھپا ہوا ہے۔ جاپان کے کسانوں کی زندگی لامتناہی مصائب و آلام کی زندگی ہے۔ انہیں

اگر کہیں سکون وطمانیت کی امید نظر آتی ہے تو وہ معبد عرش اعلیٰ ہی ہے۔ ان کا ایمان ہے کہ دکھوں کی جو کھیتی وہ اس دنیا میں بو رہے ہیں اس کی فصل وہ عرش اعلیٰ پر جا کر کاٹیں گے۔ ان کا یہی ایمان اور یہی عقیدہ انہیں زندہ رکھتا ہے۔

سمجھ میں نہیں آ رہا ہے آخر اس وقت میں آپ سے کیا کہنا چاہتا ہوں؟ میرے عرض کرنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ ٹکٹکی پر بندھے موکچی اور اچی زوجب اپنی دلخراش آواز میں کراہ رہے تھے تو میرا دل کٹا جا رہا تھا۔ اور جب ان دونوں نے شدید اذیت سہنے کے بعد موت کو گلے لگایا تو تاریک سمندر اور اس کی موجوں کے شور کی اکتا دینے والی یکسانیت میرے لئے ناقابل برداشت ہوگئی تھی۔ میرا دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ رہ رہ کر یہی خیال آ رہا تھا کہ سمندر کے اس شور میں خدا کی آواز کہاں ہے؟ وہ کیوں خاموش ہے؟ وہ کیوں نہیں بولتا؟ ...... ذرا سوچئے کسی انسان کے لئے یہ احساس کتنا ہولناک ہے کہ اس کے صاحب ایمان بندے اس کے لئے اپنی جان دے رہے ہیں اور وہ خاموش بیٹھا ہے۔

ممکن ہے یہ میری آخری رپورٹ ہو۔ آج ہی خبر ملی ہے کہ سپاہی پہاڑی کا چپہ چپہ چھاننے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اس تلاشی سے پہلے ہی ہم چاہتے ہیں اس جھونپڑی کو چھوڑ دیں۔ اسے ویسا ہی بنا دیں جیسے وہ ہمارے آنے سے پہلے تھی تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو سکے۔ ہم جا رہے ہیں۔ مگر کہاں جا رہے ہیں؟ کس سمت جا رہے ہیں؟ یہ تو ہم نے سوچا ہی نہیں ہے۔ ہم دونوں نے اس بارے میں ابھی کوئی فیصلہ ہی نہیں کیا ہے۔ ہم ابھی تک یہ سوچ رہے تھے کہ ساتھ ساتھ ہی نکلیں یا الگ الگ جائیں؟ آج ہم نے طے کیا ہے کہ ہمیں مختلف سمتوں میں جانا چاہئے تاکہ اگر ہم میں سے ایک پکڑا جائے تو دوسرا اپنا کام جاری رکھ سکے۔ لیکن ایک اور بھی سوال ہمیں تنگ کر رہا ہے۔ کیا ہمارا اس ملک میں رہنا اتنا ہی ضروری ہے؟ آخر ہم یہاں کیوں رہیں؟ ہم نے افریقہ، ہندوستان اور میکاؤ کا چکر اس لئے تو نہیں لگایا تھا کہ جاپان پہنچ کر چوروں کی طرح ایک جگہ چھپتے پھریں؟ ہم پہاڑوں میں جنگلی چوہوں کے بل تلاش کرتے پھریں؟ ان غریب کسانوں کے منہ کا نوالہ چھینیں اور کوئلے کی کوٹھڑی میں ایسے بند رہیں کہ کسی عیسائی سے مل بھی نہ سکیں؟ کیا ہمارے شاندار خوابوں کا یہی حشر ہونا تھا؟

اس ملک میں کسی ایک پادری کا رہنا ایسا ہی ہے جیسے کسی بہت بڑے غار میں تنہا ایک موم بتی جلانا۔ چنانچہ میں نے اور گارپے نے تہیہ کیا ہے کہ یہاں سے نکلنے کے بعد ہم

MashalBooks.com

ہر حال میں زندہ رہنے کی کوشش کریں گے۔ ہم اپنے آپ کو بچائیں گے۔

بہرکیف اگر میری رپورٹوں کا سلسلہ منقطع ہو جائے تو (حالانکہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میں نے آپ کو جتنی بھی رپورٹیں بھیجی ہیں ان میں سے ایک بھی نہیں ملی ہوگی) تو یہ نہ سمجھ لیجئے گا کہ واقعی ہم مر گئے ہیں۔ ہماری تو بس اتنی تمنا ہے کہ اس بنجر اور اجاڑ سرزمین کو زرخیز بنانے کے لئے ایک کدال چھوڑ جائیں۔

میرے چاروں جانب سیاہ سمندر ہے۔ بتانا مشکل ہے کہ رات کی تاریکی کہاں اور کب شروع ہوئی۔ میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ یہاں سے نزدیک کوئی جزیرہ بھی ہے یا نہیں۔ جو چیز مجھے سمندر کے سینے پر ہونے کا احساس دلا رہی ہے وہ اس نوجوان کے گہرے سانس ہیں جو میرے پیچھے بیٹھا کشتی کھے رہا ہے۔ یا پھر لپ لپ کرتی ان لہروں کی آواز ہے جو کشتی سے ٹکرا رہی ہیں۔

ایک گھنٹہ ہوا گارپے مجھ سے جدا ہو گیا۔ ہم الگ الگ کشتیوں میں سوار ہوئے تھے۔ وہ باہردو کی سمت چلا گیا۔ میں گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اسے دیکھ بھی نہ سکا تھا۔ بلکہ ہمیں ایک دوسرے کو الوداع کہنے کا موقع بھی نہیں ملا۔

میں اکیلا ہوا تو میرے سارے بدن پر کپکپی طاری ہو گئی۔ میرا جسم میرے قابو سے باہر ہوا جا رہا تھا۔ اگر میں یہ کہوں کہ اس قوت میں خوف و دہشت سے پسینہ پسینہ نہیں ہو رہا تھا تو یہ جھوٹ ہوگا۔ آدمی کا ایمان کتنا ہی مضبوط اور پختہ ہو جسمانی خوف اسے ضرور کمزور کر دیتا ہے۔ میں گارپے کے ساتھ تھا تو روٹی کی طرح ہم دونوں خوف و دہشت میں بھی حصہ بٹاتے تھے۔ ہم ڈر اور خوف کے دو ٹکڑے کر لیتے تھے اور آپس میں بانٹ لیتے تھے۔ مگر اب اس سیاہ رات میں میں تنہا ہوں۔ بالکل اکیلا۔ تاریکی اور تنہائی اب مجھے اکیلے ہی برداشت کرنا ہے۔ (کیا جاپان میں تمام مشنریوں نے ایسا ہی محسوس کیا ہوگا؟) اچانک کیچی جیرو کا چہرہ میرے سامنے آ جاتا ہے۔ خوف و دہشت سے بگڑا ہوا چہرہ۔ اس بزدل بدمعاش کا چہرہ' جس نے ناگاساکی میں مقدس شبیہ کو اپنے پیروں تلے روندا۔ اگر میں پادری نہ ہوتا' ایک عام عیسائی ہوتا تو کیا میں بھی ایسا ہی کرتا؟ تو کیا میرا پادری کا منصب اور میری خودداری ہی مجھے ایسا کرنے سے روک رہی ہے؟ یہ میرا احساس فرض ہے یا میری خودغرضی؟

میں نے کشتی چلانے والے نوجوان سے پانی مانگا تو وہ کچھ نہ بولا۔ خاموشی سے

کشتی چلاتا رہا۔ مجھے خیال آیا کہ موکچی اور اچی زو کے مرنے کے بعد تو موگی کے لوگ مجھے اچھا نہیں سمجھتے ۔ وہ مجھے ایک بوجھ سمجھنے لگے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ساری مصیبت میری وجہ سے ہی آ رہی ہے۔شاید یہ نوجوان بھی چاہتا ہے کہ جلد سے جلد مجھ سے چھٹکارا پالے۔ مجھے ساحل پر پھینک اور وہاں سے بھاگ جائے۔ میں نے پیاس بجھانے کے لیے اپنی انگلی چوسنا شروع کر دی۔انگلی پر سمندر کے نمکین پانی کا ذائقہ لگا وہ سرکہ یاد آیا جو کسی نے اسپنج پر لگا کر چوسنے کو دیا تھا۔

کشتی نے رخ موڑا تو چٹانوں سے ٹکراتی لہروں کی آواز آنے لگی۔ یہ ایک ایسی آواز تھی جیسے کسی نقارہ سے آ رہی ہو۔ میں پہلی بار جاپان کے ساحل کے قریب پہنچا تھا تو اس وقت بھی ایسی ہی آوازیں آئی تھیں۔ یہاں سے سمندر پتلی نہر کی طرح اندر تک چلا جاتا ہے۔اس کی موجیں جزیرہ سے ٹکرا رہی ہیں۔سارا جزیرہ تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے۔ پتہ ہی نہیں چل رہا ہے کہ وہاں کوئی گاؤں بھی ہے یا نہیں۔

میری طرح کتنے ہی مشنری اسی طرح کی چھوٹی کشتیوں میں یہاں پہنچے ہوں گے۔لیکن اس وقت حالات کتنے مختلف تھے۔ وہ جب یہاں آئے تو خوش قسمتی نے ان کا استقبال کیا تھا۔ ان کے لئے ہر گاؤں اور گھر محفوظ تھا۔ ہر گھر ان کے لئے کھلا تھا۔ جاگیردار تک ان کا خیر مقدم کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔اس وقت یہ سب کچھ ہمارے مذہب سے محبت کی وجہ سے نہیں کیا جا رہا تھا بلکہ اس کے پیچھے کاروباری غرض کام کر رہی تھی۔ وہ ہمارے ملکوں سے تجارت کرنا چاہتے تھے۔ پادریوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔انہوں نے کھل کر تبلیغ کا کام کیا۔ مجھے ویلی نانو کے الفاظ یاد آ رہے ہیں۔انہوں نے یہ سارا قصہ سنانے کے بعد کہا تھا۔''ایک وقت تو ہم سوچنے لگے تھے کہ کہیں ہمارا مذہب ریشم یا کپاس کا بنا ہوا تو نہیں ہے'' مجھے وہ بات یاد آئی تو ہنسی آ گئی۔ میں نے اپنے گھٹنوں کے گرد بازو حمائل کئے اور سیاہ سمندر کو تکنے لگا۔ خدا کے لئے مجھے غلط نہ سمجھ لیجئے گا۔ میں ان پادریوں اور مشنریوں کی ہتک نہیں کر رہا ہوں۔ ان کی سبکی کرنی ہرگز میرا مقصد نہیں ہے۔ مجھے تو اس بات پر بھی ہنسی آ رہی ہے کہ کیڑے مکوڑوں سے بھری اس کشتی میں موکچی کے سے کپڑے پہنے جو میلا کچیلا شخص بیٹھا ہے وہ بھی انہیں جیسا پادری ہے۔

چٹان آہستہ آہستہ قریب آ رہی تھی۔ساحل سے سڑے گلے سمندری پودوں کی

بو آنے لگی تھی۔ کشتی کا پیندہ ریت سے رگڑنے لگا تو میرا نوجوان ساتھی جلدی سے نیچے کود گیا۔ اس نے کشتی اور آگے کھینچی تو میں بھی اتھلے پانی میں اتر گیا۔ پھر نمکین پانی سے بھری ہوانتھوں میں بھرتا ساحل کی طرف چلنے لگا۔

''بہت بہت شکریہ''،''میں نے نوجوان سے کہا۔'' گاؤں اوپر ہے نا''

''جی فادر''......

نوجوان کا چہرہ مجھے نظر نہیں آرہا تھا۔ مگر اس کے لہجے سے اندازہ ہوا کہ وہ جلد سے جلد مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہے۔ میں نے اس سے ہاتھ ملایا تو وہ ہاتھ چھڑا کر تیزی سے کشتی کی طرف بھاگا۔ اس کے بعد کشتی کھینچ کر پانی میں لے جانے اور پھر اس پر چھلانگ لگانے کی پھیکی سی آواز آئی۔ دور جاتی کشتی کے چپوؤں کی آواز سنتے ہوئے مجھے گارپے یاد آ گیا۔ وہ اس وقت کہاں ہوگا؟

چڑھائی چڑھتے ہوئے میں اپنے آپ سے باتیں کرنے لگا۔ ایسی باتیں تو بچے اپنے دل کو تسلی دینے کے لئے کرتے ہیں۔ مگر مجھے ڈر کس بات کا ہے؟ میں جانتا ہوں اگر میں سیدھا چلتا گیا تو گاؤں پہنچ جاؤں گا۔ پھر ایک دم دور سے ایسی آواز آئی جیسے کوئی رو رہا ہو۔ مگر وہ بلی کی آواز تھی۔ اس وقت تو ایک ہی فکر تھی کہ کسی طرح مجھے آرام کرنے کو کوئی جگہ مل جائے۔ تھوڑی دیر کے لئے میں اپنی ہڈیوں کو آرام دے لو۔ اور کسی طرح میرے منہ میں ایک نوالہ چلا جائے۔

گاؤں کے نزدیک پہنچا تو بلیوں کی آوازیں اور تیز ہوگئیں۔ ہوا کے ساتھ میری ناک میں ایسی غلیظ بو آئی کہ متلی ہونے لگی۔ لگتا تھا کہیں مچھلیاں سڑ رہی ہیں۔ گاؤں میں قدم رکھا تو دہشت ناک خاموشی نے پاؤں پکڑ لئے۔ دور دور تک نہ آدم نہ آدم زاد۔ اور کوئی جاندار بھی نظر نہیں آتا تھا۔ لگتا تھا جیسے یہاں خون ریز جنگ لڑی گئی ہو۔ سارے راستے ٹوٹے پھوٹے برتنوں اور دوسرے سازوں سامان سے اٹے پڑے تھے۔ گھروں کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ کواڑ ٹوٹے ہوئے جو ہوا میں چرچرا رہے تھے۔ کسی جھونپڑے میں ایک بلی بری طرح رو رہی تھی۔

بیچ چوراہے پر میں حیران و پریشان کھڑا تھا۔ میں خوف زدہ نہیں تھا۔ مجھے ڈر نہیں لگ رہا تھا۔ ایک الجھن سی تھی۔ میرے دماغ میں بار بار ایک ہی سوال گونج رہا تھا۔ ایسا کیوں ہوا؟ کیوں ہوا ایسا؟

قبرستان کی سی خاموشی میں میں گاؤں کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گیا۔ ایک جگہ بہت سی بلیاں نظر آئیں۔ ہڈیوں کا ڈھانچہ۔ یہ کہاں سے آئیں؟ وہ میرے پاؤں کے ساتھ اپنا جسم رگڑنے لگیں۔ وہ اپنی لال لال آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ وہ کیا کہنا چاہتی ہیں؟ بھوک پیاس سے میرا برا حال ہو رہا تھا۔ میں نڈھال ہو جا رہا تھا۔ میں ادھر ادھر بھاگا پھر رہا تھا کہ شاید کہیں کھانے پینے کی کوئی چیز مل جائے۔ دوڑ دھوپ کے بعد آخر ایک پیالہ پانی مل گیا۔

میں نے دیوار کا سہارا لیا اور اونٹ کی طرح کھڑا ہو گیا۔ شاید کھڑے کھڑے ہی میرے اوپر غنودگی طاری ہو گئی۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ بہت ساری بلیاں میرے چاروں طرف گھوم رہی ہیں۔ ایک سوکھی سڑی مچھلی ہے جس پر وہ لڑ رہی ہیں یکدم میری آنکھ کھل گئی۔ سیاہ آسمان پر ایک بھی ستارہ نہیں تھا اور راستوں پر پھٹے پرانے چیتھڑے اڑتے پھر رہے تھے۔

رات بھر میں دیوار کے ساتھ ہی بیٹھا رہا۔ صبح کو ٹھنڈی ہو چلی تو مجھے سردی محسوس ہوئی۔ میں کھانسنے لگا۔ آسمان سفید ہو رہا تھا۔ گاؤں کے پیچھے کھڑی پہاڑیاں نظر آنے لگی تھیں۔ مجھے اٹھنا چاہئے۔ میں نے سوچا۔ اس اجاڑ جگہ پر مجھے نہیں ٹھہرنا چاہیے۔ مگر میں جاؤں گا کہاں؟ سمندر کی طرف گیا تو کوئی دیکھ لے گا۔ اس لئے پہاڑی ہی زیادہ محفوظ ہو گی۔ ہوسکتا ہے وہاں کچھ اور عیسائی بھی چھپے ہوں جیسے پہلے علاقے میں چھپے تھے۔ میں ان سے معلوم کروں گا کہ یہاں کون سی بلا نازل ہوئی تھی؟ اس کے بعد اپنے بارے میں بھی سوچوں گا۔ طے کروں گا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ پھر مجھے گارپے کا خیال آ گیا۔ وہ کہا ہو گا؟ کس حال میں ہو گا؟

کھانے پینے کی تلاش میں گاؤں کا ایک اور چکر لگایا تو ایک جگہ کچھ سوکھے چاول مل گئے۔ وہیں سے میں نے ایک چیتھڑا اٹھایا' جھاڑا اور اس میں چاول رکھ لئے۔ پھر پہاڑیوں کی سمت چل دیا۔

بوندا باندی کی وجہ سے زمین پر کیچڑ بہت تھی۔ میں کھیتوں کے ساتھ ساتھ چلا جا رہا تھا۔ یہاں کے کسان کتنے غریب ہیں۔ کتنی محنت سے انہوں نے زمین جوئی ہو گی اور یہ کھیت ہوئے ہوں گے۔ پھر ان کے ساتھ کیا ہوا؟ کون سی بلا انہیں نگل گئی؟ کیا آفت ٹوٹ پڑی ان پر؟

MashalBooks.com

ہر طرف شاہ بلوط کے سڑے گلے پھل تھے اور غلاظت کے ڈھیر لگے تھے۔ بدبو سے ہوا بھی بھاری ہوگئی تھی چاروں طرف مکھیاں بھن بھنا رہی تھی۔ وہ مکھیاں میرا بھی پیچھا کر رہی تھیں۔ بہت سی مکھیاں میرے منہ پر آ کر بیٹھ جاتیں اور مجھے متلی ہونے لگتی۔ آخر سورج نکلا اور تلواروں کی طرح آسمان کی طرف سے سر اٹھائے پہاڑی چٹانیں صاف نظر آنے لگیں۔ یہاں کوؤں کے جھنڈ کے جھنڈ اڑتے پھر رہے تھے۔ وہ زور زور سے شور مچا رہے تھے اور سفید بادلوں میں چکر لگا رہے تھے۔

پہاڑی کی چوٹی سے میں نے نیچے گاؤں پر نظر ڈالی۔ سامنے نسواری رنگ کی زمین کا ایک قطعہ تھا جس پر گھاس پھونس کے جھونپڑے اور مٹی کے دیواریں ہی دیواریں تھیں۔ انسانوں کا وہاں بھی نام ونشان نہیں تھا۔ ایک پیڑ کا سہارا لے کر میں نے بارش میں بھیگی وادی کو دیکھا صرف سمندر ہی صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ سمندر جس نے اپنی آغوش میں کئی جزیرے سنبھال رکھے تھے۔ سمندر کی موجیں ساحل سے ٹکرا رہی تھیں جہاں سے دودھیا جھاگ لعاب دہن کی طرح ابھر رہے تھے مجھے وہ سب پادری یاد آئے جو تبلیغ کے لئے یہاں آئے تھے۔ زیوئیر' کیبرال' ویلی نانو اور کئی دوسرے۔ اور پھر وہ عظیم مشنری توریز جو خدا جانے کتنی تکالیف اٹھا کر یہاں پہنچا تھا۔ ان سے جاپانی کتنی محبت کرتے تھے۔ وہ ڈرے ہوئے شکاری جانوروں کی طرح پہاروں میں نہیں چھپتے پھرتے تھے۔ جاپان کے لوگ فراخ دلی کے ساتھ ان کا خیر مقدم کرتے تھے۔ ان دنوں یہاں کلیسا بھی کتنے تھے۔ وہ کلیسا زیادہ بڑے تو نہیں تھے مگر خوبصورت بہت تھے۔ یہ سب باتیں یاد کر کے مجھے ہنسی آ گئی۔ کتنا فرق ہے اس وقت میں اور آج کے حالات میں۔

آج بھی مطلع ابر آلود ہے۔ قیاس ہے کہ آج کا دن بھی گرم ہوگا۔ میرے سر پر مسلسل کوئے شور مچا رہے ہیں۔ میں ٹھہر جاتا ہوں تو وہ بھی اڑ کر دور چلے جاتے ہیں۔ جب چلتا ہوں تو پھر میرے سر پر چکر لگانے لگتے ہیں۔ کبھی کوئی کوا میرے قریب کسی پیڑ کی شاخ پر بیٹھتا ہے اور پر پھڑ پھڑا کر مجھے گھورنے لگتا ہے۔ میں نے ان پر پتھر پھینکے مگر وہ اڑ کر پھر بیٹھ جاتے ہیں۔

دوپہر تک میں اس پہاڑی کے دامن میں پہنچ گیا جو ہلالی شکل کی ہے۔ میں ایسے راستے پر چل رہا تھا کہ سمندر میری آنکھوں کے سامنے رہے اور ساحل مجھ سے زیادہ دور نہ ہو۔ میں سوچ رہا تھا کہ سامنے جو جزیرے ہیں ان میں آبادی ضرور ہوگی۔ آسمان پر پانی

بھرے بادل کسی بہت بڑے جہاز کی برح تیر رہے تھے۔ چلتے چلتے میں گھاس پر بیٹھ گیا اور سوکھے چاول کھانے لگا۔ یہ وہی چاول تھے جو میں نے ایک اجاڑ گھر سے اٹھائے تھے۔ راستے میں ایک کھیت سے میں نے چند کھیرے بھی توڑ لئے تھے۔ کھیرے کے رس نے میری طاقت بحال کی اور میرے اندر آگے چلنے کی ہمت پیدا ہوئی۔ میدان میں تیز ہوا چل رہی تھی۔ میں نے آنکھیں بند کیں تو ایسی بو آئی جیسے کچھ جل رہا ہو۔ یہ بو خاصی تیز تھی۔ میں کھڑا ہو گیا۔

سامنے بجھتی ہوئی آگ تھی۔ اس سے گزرنے والے کسی شخص نے آگ تاپنے کے لئے ادھر ادھر سے لکڑیاں اکٹھی کر کے الاؤ جلایا ہوگا۔ میں نے راکھ کو کریدا تو اس میں حرارت باقی تھی۔

کافی دیر وہاں بیٹھا سوچتا رہا کہ مجھے آگے چلنا چاہئے یا پیچھے لوٹ جانا چاہئے۔ صرف ایک دن اور ایک رات ہی میری ایسی گزری تھی کہ کسی انسان کی شکل نہیں دیکھی تھی لیکن ایسا لگ رہا تھا جیسے برسوں سے میں کسی انسان کی صورت دکھائی دے جائے۔ کوئی بھی، کیسا ہی آدمی ہو اس کی صورت نظر آ جائے۔ اجاڑ اور سنسان گاؤں میں گھوم گھوم کر میر عجیب حال ہو گیا تھا۔ اپنے آپ سے وحشت ہو رہی تھی۔ اس وقت  ایک ہی آرزو تھی کہ کوئی انسان مل جائے۔ آخر یسوع مسیح بھی تو اپنی اس خواہش پر قابو نہیں پا سکے تھے۔ وہ بھی پہاڑی سے اترے تھے تو انہوں نے بھی لوگوں کو اپنے پاس بلایا تھا۔

پھر میں سوچنے لگا کہ جس شخص نے یہ آگ جلائی ہوگی وہ ابھی زیادہ دور نہیں گیا ہوگا۔ یہاں سے صرف ایک ہی راستہ نکلتا تھا۔ اس کے مخالف جدھر سے میں آیا تھا۔ نظریں اٹھا کر دیکھا تو دھندلے آسمان پر بادلوں کی اوٹ سے سورج جھانک رہا تھا۔ کوے اسی طرح شور مچا رہے تھے۔

میں آگے بڑھا۔ دور دور تک اونچے اونچے پیڑوں کی قطاریں تھیں۔ دور کسی پیڑ کو دیکھ کر دھوکا ہوتا جیسے کوئی آدمی کھڑا ہے۔ میں ڈر کر کھڑا ہو جاتا۔ ادھر سر پر منڈلانے والے کوے بھی میرے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈال رہے تھے۔ کوؤں سے توجہ ہٹانے کے لئے میں برابر چلتا رہا۔ کبھی ایک درخت کو دیکھتا اور کبھی دوسرے درخت کو۔ مجھے بچپن سے پیڑوں کا شوق رہا ہے۔ جاپان آنے کے بعد میں نے ان کی مختلف اقسام کو پہچاننا بھی شروع کر دیا ہے۔ کچھ درخت تو ایسے ہیں جنہیں خدا نے ہر جگہ پیدا کیا

MashalBooks.com

ہےلیکن ایسے بھی ہیں جو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھے۔

سہ پہر تک تھوڑی سی اور دھوپ نکل آئی۔ روشنی زیادہ ہوگئی۔ جگہ جگہ بارش کا پانی کھڑا ہوگیا تھا۔ اس میں نیلا نیلا آسمان دکھائی دے رہا تھا۔ چلتے چلتے میں پسینے میں بھیگ گیا۔ ایک گڑھے میں پانی کھڑا تھا اس پر بیٹھ گیا اور اپنے چہرے اور گردن کو پانی سے ٹھنڈا کرنے لگا۔ یکا یک پانی میں آسمان کا عکس غائب ہوگیا اور اس میں ایک انسان کا چہرہ نمودار ہوا۔ ایک تھکے ماندے انسان کا مرجھایا ہو چہرہ۔ جانے کیوں اس وقت مجھے ایک اور ہستی یاد آ گئی۔ ایک اور انسان۔ ایک مصلوب انسان کا چہرہ' وہ چہرہ جس نے صدیوں سے ان گنت مصوروں کے وجدان کو مہمیز کیا ہے۔ وہ چہرہ جسے کسی مصور نے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا لیکن جسے ان کے دل نے' ان کے ذہن پر ایسے ابھارا جیسے وہ اسے اپنے سامنے دیکھ رہے ہوں۔ چہرہ جو سب سے زیادہ پاکیزہ اور سب سے زیادہ خوبصورت تھا۔ جو تمام انسانوں کی دعاؤں کا مرکز ہے اور جو انسان کی تمام آرزوؤں اور ساری امنگوں کی منزل ہے۔ بیشک وہ چہرہ ان تمام تصویروں سے زیادہ خوبصورت تھا جو آج تک بنائی جاتی رہی ہیں لیکن یہ چہرہ جو پانی میں نظر آ رہا تھا مٹی میں سنا دبلا پتلا اور گندا چہرہ تھا اس کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی اور آنکھوں کے گرد گہرے گہرے حلقے تھے۔ یہ ایسے جانور کا چہرہ تھا۔ جس کے پیچھے شکاری لگے ہوں اور وہ ڈر اور تھکن سے چکنا چور ہو رہا ہو۔ کیا آپ تصور کر سکتے ہیں کہ اس وقت میری جو حالت تھی اس میں میرے اوپر ہنسی کا دورہ بھی پڑ سکتا تھا؟ مگر میری ہنسی روکے نہیں رک رہی تھی۔ میں نے پانی کی طرف منہ جھکا لیا اور ہونٹ پچکانے لگا میں پانی دیکھ دیکھ کر منہ بنا رہا تھا۔

میں پاگلوں کی سی حرکتیں کیوں کر رہا ہوں؟ کیا ضرورت ہے مجھے ایسا کرنے کی؟

چاروں طرف خاموشی تھی۔ صرف جھاڑیوں میں جھینگر بول رہے تھے۔ آہستہ آہستہ دھوپ نرم پڑتی جا رہی تھی۔ بادل پھر گھر آئے تھے۔ میدان میں پیڑوں کے سائے لمبے ہوتے جا رہے تھے۔ اب مجھے بالکل امید نہیں رہی تھی کہ جس آدمی نے وہ آگ جلائی تھی میں اسے جا لوں گا۔ اس وقت انجیل مقدس کے یہ الفاظ میرے کانوں میں گونجنے لگے ........... ''سورج طلوع ہوتا ہے' سورج غروب ہو جاتا ہے ۔۔ وہ اس مقام کی سمت چلا جاتا ہے جہاں سے طلوع ہوا تھا۔ ہوا جنوب کی سمت چلتی ہے اور گھومتی ہوئی جانب شمال چلی جاتی ہے۔ ہوا چکر لگاتی ہے...... سارے دریا سمندر کی جانب بہتے ہیں لیکن سمندر نہیں

MashalBooks.com

بھرتا۔۔۔ ہر شے تکان اور بیزاری سے معمور ہے۔ انسان اپنا منہ نہیں دیکھتا۔ آنکھیں دیکھنے سے مطمئن نہیں ہوتیں اور کانوں سن سن کر نہیں بھرتے۔''

پھر میرا دل سمندر کی چنگھاڑ سے بھر گیا۔ میں اور گارپے جب اس کوٹھڑی میں بندھے تو یہی چنگھاڑ میرے کانوں میں گونجتی تھی۔ موجوں کی یہی آواز جونقاروں کی طرح گونجتی تھی۔ ان موجوں کی آواز جو رات بھر بلا وجہ اترتی چڑھتی رہتی تھیں۔ وہ موجیں جو ساحل تک آتیں اور اس سے ٹکرا کر بکھر جاتیں۔ یہی وہ سمندر ہے جس نے موکچی اور اچی زو کو ہڑپ کیا ہے۔ یہی وہ سمندر ہے جس میں ان بے گناہوں کی موت کے بعد بھی کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔ وہ اسی طرح موجیں مار رہا ہے۔ مگر سمندر کی طرح خدا بھی تو خاموش ہے۔ اس کی خاموشی میں بھی کوئی فرق نہیں پڑا ہے!

نہیں۔ میں نے سر کو زور سے جھٹکا۔ اگر خدا کا وجود نہ ہوتا تو انسان سمندر کی بیزارکن یکسانیت اور جذبات سے عاری سنگدلی برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ لیکن اگر فرض کرلو......تھوڑی دیر کے لئے ہی فرض کرلو......میرے دل کے کسی گوشے میں ایک سرگوشی ابھری......اگر واقعی خدا نہ ہوا......؟''

میرا دل دہل گیا۔ اگر وہ موجود نہیں ہے تو پھر یہ ساری تگ و دو کتنی بے معنی ہے۔ پھر تو سمندر کے پانی میں ٹکٹکی پر بندھے موکچی اور اچی زو کی ہچکیاں ایک لایعنی ڈرامہ ہی جاتی ہیں۔ اور پھر وہ مشنری جو تین تین سال کا سفر کر کے یہاں پہنچے تھے کیا وہ محض ایک واہمہ کا پیچھا کر رہے تھے؟ وہ کیسا واہمہ تھا؟ اور میں؟ میں یہاں کیا کر رہا ہوں؟ میں کیوں مارا مارا پھر رہا ہوں؟ یہ ساری باتیں کتنی بے کار اور بے معنی معلوم ہوتی ہیں۔ میں چلتا جا رہا تھا اور گھاس کی پتیاں توڑ توڑ کر منہ میں رکھتا جا رہا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ یہ فاسد خیالات میرے ذہن سے نکل جائیں۔ وہ فاسد خیالات جو متلی کی طرح میرے حلق میں امنڈ امنڈ کر آرہے تھے۔ میں جانتا ہوں خدا کے نزدیک مایوسی سب سے بڑا گناہ ہے۔ مگر ایسی حالت میں خدا کی اپنی خاموشی بھی تو سمجھ سے بالا ہے'' ان کے چاروں طرف خدا کے منکر نیست و نابود ہو رہے تھے۔ خداوند نے اپنے نیک بندوں کو سلامت رکھا۔ شہروں میں آگ لگے تو ان سے بچ کر نکل جانا چاہئے۔'''' لیکن پیڑوں پر ابھی پھل بھی نہ پکے ہوں اور زمین پہلے ہی دھواں دینے لگے تو اس وقت تو خدا کو اپنے ماننے والوں کے لئے اپنی خاموشی توڑ دینا چاہئے۔

میرے گال پر ایک بوند گری۔ اوپر دیکھا تو کالے کالے بادل پورے آسمان پر چھا گئے تھے۔ دھند لکا سا ہو گیا تھا۔ پھر اور بوندیں پڑنے لگیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ سامنے درختوں کا ایک جھنڈ تھا۔ میں اس کی طرف بھاگا میرے بھاگنے سے چڑیاں بھی بھرا مار کر اڑیں۔ میں ایک گھنٹے پیڑ کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ موٹی موٹی بوندیں پیڑ پر ایسے پڑ رہی تھیں جیسے کنکریاں گر رہی ہوں۔ میرے سارے کپڑے بھیگ گئے تھے۔ تیز ہوا میں پیڑ سمندر کے اندر کی جھاڑیوں کی طرح جھوم رہے تھے۔ اسی لمحے میری نظر ایک جھونپڑے پر پڑی وہ زیادہ دور نہیں تھا۔ غالباً کسانوں نے لکڑیاں جمع کرنے کے لیے وہ جھونپڑا بنایا ہو گا۔

بارش جس تیزی کے ساتھ شروع ہوئی تھی اسی تیزی سے تھم بھی گئی۔ میدان پھر روشن ہو گیا۔ چڑیاں پھر ایسے چہچہانے لگیں جیسے سوتے سے جاگ اٹھی ہوں مگر پیڑوں کے پتوں سے ابھی تک موٹے موٹے قطرے گر رہے تھے۔ ماتھے سے پانی پونچھتا میں جھوپڑے کی طرف بڑھا۔ اندر جھانکا تو دل متلانے والی بو نے جیسے پیچھے دھکا دے دیا۔

میں سمجھ گیا کہ کچھ دیر پہلے ہی یہاں سے کوئی انسان گیا ہے۔ اس نے یہاں تھوڑی دیر آرام کیا ہے اور پھر اپنی منزل کو روانہ ہو گیا ہے۔ مجھے اس شخص پر سخت غصہ آیا۔ کتنا غیر مہذب اور کیسا بدتمیز انسان تھا کہ اس واحد پناہ گاہ کو بھی گندہ کرنے سے باز نہ آیا۔ لیکن اس صورت حال کا ایک مضحکہ خیز پہلو بھی تھا۔ اس شخص کے خیال سے میرا ڈر کم ہو گیا۔ میری ہنسی چھوٹ گئی۔

ذرا اندر جھانکا تو دیکھا کہ ابھی تک آگ سلگ رہی ہے۔ خوش ہوا کہ کم سے کم اپنے بھیگے کپڑے تو سکھا لوں گا۔ اب یہ بھی یقین ہو گیا کہ اگر میں یہاں تھوڑی دیر آرام بھی کر لوں تب بھی اس شخص کو راستے میں ہی جا لوں گا۔ ظاہر ہے وہ زیادہ تیز نہیں چل رہا ہو گا۔

جھونپڑے سے نکلا تو وہ میدان اور وہ درخت جنھوں نے مجھے پناہ دے رکھی تھی دھوپ میں نہائے ہوئے تھے۔ پیڑوں کے پتے خشک ہو چکے تھے اور ان پر چڑیاں شور مچا رہی تھیں۔ ایک درخت کی شاخ توڑ کر میں نے لاٹھی بنائی اور اسے ٹیکتا ہوا چلنے لگا۔ آخر اس ڈھلان پر پہنچ گیا جہاں سے سمندر صاف نظر آتا تھا۔

سست سمندر اسی طرح پڑا تھا۔ ویسے ہی وہ سوئی کی طرح چمک رہا تھا اور ساحل

MashalBooks.com

کومحراب کی شکل میں کاٹ رہا تھا۔ساحل کے ایک حصے پر سفید ریت تھی اور دوسرے حصے پر کالی چٹانیں۔ان چٹانوں کے پاس تین چار کشتیاں پڑی تھیں۔مغرب کی جانب پیڑوں میں گھرا ماہی گیروں کا گاؤں تھا۔صبح کے بعد پہلی بار مجھے کوئی انسانی آبادی نظر آئی تھی۔

میں ڈھلان پر بیٹھ گیا اور دونوں بازوں گھٹنوں کے گرد لپٹ کر کسی وحشی کتے کی طرح غور سے گاؤں کو دیکھنے لگا۔جس آدمی نے اس جھونپڑے میں آگ جلائی تھی وہ یقیناً اسی گاؤں گیا ہوگا۔اس کے نقش قدم پر چل کر گاؤں جا سکتا ہوں۔مگر کیا یہ گاؤں عیسائیوں کا ہوگا؟ میں نے گھور گھور کر دیکھا کہ کہیں کسی کلیسا کے آثار دکھائی دے جائیں یا کوئی صلیب ہی کہیں نظر آجائے۔

مگر ویلی نانوں اور دوسرے پادریوں نے میکاؤ میں ہمیں بتا دیا تھا کہ جاپان کے کلیسا ہمارے جیسے نہیں ہوں گے۔ان کی عمارتیں مختلف ہوں گی۔جب یہاں کے جاگیر دار اور حکومت عیسائیوں سے خوش تھی تو جاگیراروں نے پادریوں کو پیش کش کی تھی کہ وہ ان کے محل اور ان کی دوسری عمارتیں کلیسا کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔یہ اور بات ہے کہ ایسا کہیں کہیں ہی ہوا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو عام لوگ عیسائی مذہب کو بھی بدھ مت جیسا ہی کوئی مذہب سمجھنے لگتے۔ایسے کئی مغالطے ہو بھی چکے تھے۔زیویئر اپنے ترجمان کی غلطی کی وجہ سے اس قسم کے مغالطے میں پڑ چکے تھے انہوں نے اپنے وعظ میں ایسے الفاظ استعمال کئے جن سے جاپانی یہ سمجھ بیٹھے کہ عیسائیوں کا خدا بھی وہی سورج ہے جس کی وہ پوجا کرتے ہیں۔ان کی دلجوئی کے لئے شروع میں کلیساؤں کی شکل بھی جاپانی ہی رکھی تھی۔اس لئے ہو سکتا ہے سامنے نظر آنے والی کسی جھونپڑی میں کلیسا بھی ہو۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ غریب عیسائی اس انتظار میں بیٹھے ہوں کہ کوئی پادری آئے اور ان کی رہنمائی کرے۔انہیں انجیل سنائے' ان کے اعتراف سنے اور ان کے بچوں کو بپتسمہ دے۔اس اجڑے دیار میں میں ہی وہ واحد شخص ہوں جو ان بچھڑی بھیڑوں کو یکجا کر سکتا ہوں۔اور محبت کے پیاسوں کو آب حیات عطا کر سکتا ہوں۔ہاں یہی ہے وہ شخص جو اس ٹیلے پر گھٹنوں کے گرد باز وحمائل کئے بیٹھا ہے'' خداوند تو نے جو کچھ پیدا کیا ہے وہ کتنا اچھا ہے۔تیرے گھروندے کتنے خوبصورت ہیں۔''

میں لاٹھی ٹیکتا نیچے اترا۔میرا دماغ طرح طرح کے خیالات سے بھرا ہوا تھا۔میں اپنے کلیسا کی طرف جا رہا تھا۔جی ہاں' یہی میرا پیرش تھا۔میرا مذہبی حلقہ جو خدا نے

انسانوں کی رہنمائی کے لئے میرے لئے مخصوص کی ہے۔ میں دوڑا جا رہا تھا کہ ناگہاں گاؤں کی جانب سے عجیب سی آوازیں آئیں۔ لگتا تھا جیسے وہ آوازیں تحت الثریٰ سے آ رہی ہوں۔ میں نے لاٹھی کا سہارا لیا اور ٹھہر گیا۔ سامنے آگ کے شعلے اٹھ رہے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ اس گاؤں پر بھی کوئی آفت نازل ہوگئی ہے۔ مڑا اور واپس پہاڑی پر چڑھنا شروع کر دیا۔ ابھی مڑا ہی تھا کہ چڑھائی کے آخری سرے پر ایک آدمی بھاگتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ اوپر کی طرف بھاگ رہا تھا۔ اس نے خاکستری رنگ کے کپڑے پہن رکھے تھے، وہ لڑکھڑاتا ہوا بھاگا جا رہا تھا۔ پھر اس نے مڑ کر مجھے دیکھا اور ٹھہر گیا جیسے مجھے دیکھ کر اس کا ڈر جاتا رہا ہو۔ ''فادر'' وہ گھبرایا ہوا بول رہا تھا۔ اس نے گاؤں کی سمت اشارہ کیا اور کچھ کہا۔ اب میں سمجھا کہ وہ مجھ سے چھپ جانے کو کہہ رہا ہے۔ میں تیزی کے ساتھ اوپر چڑھا اور ایک چٹان کے پیچھے چھپ گیا۔ میں بری طرح ہانپ رہا تھا۔ سانس پر قابو پانے میں مجھے مشکل پیش آ رہی تھی۔ پھر میں نے قدموں کی چاپ سنی۔ اوپر نظر کی تو چٹان کے اوپر سے چھوٹی چھوٹی آنکھیں گھورتی نظر آئیں۔

پسینہ پونچھنے کے لئے میں نے ماتھے پر ہاتھ پھیرا تو میری انگلیاں خون سے بھر گئیں۔ میں شاید چٹان سے ٹکر گیا تھا۔

''......فادر......'' چٹان کے پیچھے سے وہ آنکھیں مسلسل گھورے جا رہی تھیں ......''آپ کو دیکھ کر کتنی خوشی ہو رہی ہے......''

وہی خوشامدیوں اور چاپلوسوں والی ہنسی۔ وہی گندا چہرہ اور ٹھوڑی پر بڑھی ہوئی داڑھی کے چند بال......

''فادر، یہاں خطرہ ہے۔ مگر میں آپ کے ساتھ ہوں۔''

میں چپ چاپ اسے دیکھ رہا تھا وہ کچی جیرو تھا۔ وہی دم ہلاتا کتا۔ مجھے دیکھ دیکھ کر دانت نکال رہا تھا۔ باتیں کرتے ہوئے وہ گھاس کے تنکے چباتا جاتا تھا......''بہت برا ہو رہا ہے یہاں'' یہ کہ کر اس نے پھر گاؤں کی جانب دیکھا۔

اب مجھے خیال آیا کہ یہی تھا جس نے اوپر جھونپڑی میں پناہ لی تھی اور اسے گندا کیا تھا۔ اس نے وہاں آگ بھی جلائی ہوگی۔ مگر یہ میری طرح جنگلوں میں کیوں مارا مارا پھر رہا ہے؟ اس نے تو شبیہ مقدس کو روندا تھا اسے کس کا ڈر ہے؟

''فادر آپ اس جزیرہ میں کیوں آ گئے۔ یہ تو بہت خطرناک جگہ ہے۔ چلئے میں

MashalBooks.com

ایک گاؤں جانتا ہوں جہاں کچھ عیسائی چھپے ہوئے ہیں۔ میں آپ کو وہاں پہنچا دوں گا۔''

میں چپ چاپ اسے تکتا رہا۔ یہ آدمی جس گاؤں بھی جائے گا وہاں چھاپہ ضرور پڑے گا۔ میرے دماغ میں پرانے شکوک وشبہات پھر سر اٹھانے لگے۔ اسے رکھا ہی اس لئے گیا ہے۔ یہ عیسائیوں کو دھوکا دیتا ہے۔ انہیں گرفتار کراتا ہے۔ میں نے سن رکھا تھا کہ حکومت اس قسم کے لوگوں کو مخبر کے طور پر استعمال کرتی ہے۔ ایسے لوگ حکومت کے لئے زیادہ کارآمد ہوتے ہیں کیونکہ انہیں اپنی وفاداری جتانے کے لئے زیادہ مستعدی دکھانا پڑتی ہے۔ یہ لوگ اپنے سیاہ کرتوتوں سے صاحب ایمان لوگوں کو نقصان پہنچاتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگ وہ فرشتہ ہیں جسے مردود قرار دے دیا گیا ہے۔ اب ان کا کام انسانوں کو بہکانا ہے۔

شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے اور آسمان پر دھند چھا رہی تھی۔ گاؤں سے کوئی آواز نہیں آ رہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا گاؤں کے لوگ خاموشی کے ساتھ یہ عذاب سہہ رہے ہیں۔ ان کا دور حد سے گزر چکا ہے۔ وہ رونا دھونا بھی بھول چکے ہیں۔

تو مجھے اس گاؤں میں نہیں جانا چاہئے؟ ...... میں نے دکھ بھرے دل کے ساتھ سوچا۔ میرے لئے اس گاؤں کو چھوڑ کر چلا جانا ایسا ہی ہے جیسے جیتے زخم پر سے کھرنڈ اکھاڑ لینا۔ میرے اندر کوئی چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ ''تو بزدل ہے' تو ڈرپوک ہے......'' لیکن اسی کے ساتھ ایک اور آواز بھی آ رہی تھی جو کہہ رہی تھی۔ جذبات کی رو میں نہیں بہنا چاہیے۔ سارے ملک میں تو اور گارپے ہی دو پادری رہ گئے ہیں۔ اگر تو مر گیا تو تیرے ساتھ جاپان میں کلیسا بھی مر جائے گا۔ تجھے زندہ رہنا چاہیے۔ مشکل سے مشکل حالات میں بھی تم دونوں کا زندہ رہنا چاہیے۔

مجھے خیال آیا کہ کہیں یہ میری کمزوری کی آواز تو نہیں ہے۔ ادھر مجھے ایک واقعہ یاد آیا۔ یہ میں نے میکاؤ میں سنا تھا۔ یہ ایک فرانسکن پادری کا قصہ تھا۔ وہ موت سے بچ گیا تھا اور خفیہ طور پر تبلیغی کام کر رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے آپ کو مقامی سردار امورا کے سامنے پیش کر دیا۔ اس کی اس حرکت پر کلیسا کو نقصان ضرور پہنچا تھا اور عیسائیوں کی زندگیاں بھی خطرے میں پڑی تھیں لیکن یہ سب وقتی نقصان تھا۔ یہ واقعہ سب جانتے تھے اس سے سبق یہ ملتا ہے کہ پادری کی زندگی کا مقصد جام شہادت نوش کرنا نہیں ہے اسے ہر حالت میں زندہ رہنا چاہئے گا کہ جور وستم کے زمانے بھی ایمان کی شمع روشن رکھی جا سکے۔

MashalBooks.com

کچی جیرو کتے کی طرح میرے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ میں ٹھہرتا تو وہ بھی ٹھہر جاتا۔ میں چلتا تو وہ بھی چل دیتا۔ میں تیز چلتا تو وہ چیختا۔ ''خدا کے لئے زیادہ تیز نہ چلئے۔ میں بیمار ہوں۔ مجھے یہ تو بتا دیجئے کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ حاکم اعلیٰ نے اعلان کیا ہے کہ جو شخص بھی کسی پادری کی اطلاع دے گا اسے چاندی کے تین سو سکے دیئے جائیں گے۔''

''تو میری قیمت تین سو سکے ہیں؟'' یہ پہلی بات تھی جو میں نے کچی جیرو سے کی۔ اس کے ساتھ ہی میرے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی...... یہوداہ نے ہمارے خداوند کو تیس سکوں میں بیچا تھا۔ گویا میری قیمت یسوع سے دس گنا زیادہ ہے؟ مجھے ہنسی آ گئی۔

''اکیلے جانا خطرناک ہے۔'' اب اسے کچھ تسلی ہو گئی تھی اور اطمینان سے میرے ساتھ چل رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جسے وہ جھاڑیوں پر مارتا جاتا تھا۔ شام ہو گئی تھی مگر ابھی تک چڑیوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

''فادر، مجھے ایک ایسا گاؤں معلوم ہے جہاں عیسائی رہتے ہیں۔ آج رات ہم وہاں گزاریں گے کل صبح وہاں سے چل پڑیں گے۔''

میرے جواب کا انتظار کئے بغیر ہی وہ زمین پر بیٹھ گیا۔ سوکھی لکڑیاں اکٹھی کیں اور تھیلے سے چقماق نکال کر آگ جلائی۔

''آپ بھوکے ہوں گے؟'' یہ کہہ کر اس نے تھیلے سے خشک مچھلی نکالی۔ مچھلی دیکھی تو میرے منہ میں پانی بھر آیا۔ صبح میں نے سوکھے چاول اور کھیرے کھائے تھے۔ اس کے بعد سے کچھ نہیں کھایا تھا۔ اب میری بھوک چمک اٹھی تھی۔ آگ خوب روشن ہو گئی تو اس نے مچھلی کو نمک لگایا اور اسے بھننے لگا۔ مچھلی کی خوشبو نے مجھے بے چین کر دیا۔

''فادر آپ نہیں کھائیں گے؟''

میں نے ندیدوں کی طرح ہاتھ بڑھا کر اس سے مچھلی لے لی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے کچی جیرو کی ساری غلطیاں معاف کر دیں اس کے سارے گناہ بخش دیئے۔ میں جانوروں کی طرح مچھلی کھا رہا تھا۔ وہ مجھے ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جس میں تھوڑا سا اطمینان اور تھوڑی سی اہانت موجود تھی۔ میں کھاتا رہا اور وہ گھاس کے تنکے چباتا رہا۔ وہ ایسے چبا رہا تھا جیسے تمباکو کھا رہا ہو۔

چاروں طرف اندھیرا چھا گیا...... پہاڑی پر ٹھنڈ اترنے لگی۔ بارش میری

ہڈیوں تک اتر گئی تھی میرے اوپر غنودگی طاری ہوگئی اور میں لیٹ گیا۔ میں سونے کی کوشش کر رہا تھا مگر نیند جیسے کوسوں دور تھی۔ میں جانتا تھا کہ میری آنکھ لگتے ہی کچی جیرو غائب ہو جائے گا۔ وہ مجھے ویسے ہی فروخت کر دے گا جیسے اس نے اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ غداری کی ہے۔ یہ کام وہ آج رات ہی کرے گا۔ تین سو سکے تو اس جیسے بھک منگے کے لیے بہت بڑا خزانہ ہے۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ آنکھیں بند ہوئیں تو پلکوں کے پیچھے وہ ساری تصویر پھر گئی جو میں پہاڑی پر دیکھتا تھا۔ سوئی کی طرح چمکتا سمندر اور اس کے اندر پھیلے جزیرے۔ میں نے اس سمندر کو عبور کیا ہے جسے کتنے ہی راست باز مشنریوں نے مجھ سے پہلے اسی طرح عبور کیا تھا۔ مجھے وہ زمانے یاد آئے جس کا صرف تذکرہ میں نے سنا تھا۔ پھولوں کے سجے کلیسا اور خوش وخرم عیسائی۔ ان دنوں پادریوں کو مچھلی اور چاول کے تحفے دیئے جاتے تھے۔ یہاں ایک ایسا مدرسہ بھی تھا جہاں طلبہ لاطینی میں اس طرح مناجات اور دعائیں پڑھتے تھے جیسے پرتگال میں پڑھی جاتی ہیں۔ ویلی نانو بتاتے ہیں کہ ان دنوں یہاں ہارپ اور آرگن بھی بجائے جاتے تھے۔ اس سے یہاں کے جاگیردار بہت خوش ہوتے تھے۔

''آپ جاگ رہے ہیں فادر؟''

میں چپ رہا۔ آنکھیں نہیں کھولیں مگر کنکھیوں سے اسے دیکھتا رہا۔ اب یہ اٹھے گا اور سرکاری حکام کو اطلاع دینے بھاگے گا۔ وہ بھی چوری چوری مجھے دیکھ رہا تھا اور میری سانسوں سے میری نیند کا اندازہ لگا رہا تھا۔ وہ کسی جنگلی جانور کی طرح وہاں سے کھسکنا چاہتا تھا۔ وہی وقت تھا جب وہ کھسک سکتا تھا۔ میں انتظار کر رہا تھا کہ وہ وہاں سے جائے۔ مگر وہ آگ کے اور قریب آ گیا تھا۔ اور بجھتی آگ میں سوکھی لکڑیاں ڈال رہا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔ وہ لمبے لمبے سانس لے رہا تھا جیسے بہت تکلیف میں ہو۔ آگ کے سرخ شعلے اس کے گالوں پر پڑ رہے تھے۔ پھر میری پلکیں بوجھل ہو گئیں اور نیند نے میرے اوپر غلبہ پالیا۔ تھوڑی دیر بعد آنکھ کھلی تو وہ اسی طرح وہاں موجود تھا۔ وہ بیٹھا آگ تاپ رہا تھا۔

دوسرے دن چلچلاتی دھوپ میں ہم نے اپنا سفر جاری رکھا۔ جن گڑھوں میں بارش کا پانی کھڑا تھا وہاں بھاپ اٹھ رہی تھی۔ دور پہاڑوں کی چوٹیوں پر بادل پھر اکٹھے ہونے لگے تھے۔ میرے سر میں درد سا ہو رہا تھا اور گلا خشک ہو رہا تھا۔ کچی جیرو کو بھی میری اس کیفیت کا شاید اندازہ ہو رہا تھا۔ وہ میری طرف عجیب نظروں سے دیکھتا تھا۔ چلتے چلتے

وہ کسی جھاڑی میں گھس جاتا اور سانپ مار کر تھیلے میں رکھ لیتا۔ ''ہم کسان دوا کے لئے یہ سانپ کام میں لاتے ہیں۔'' وہ اپنے پیلے پیلے دانت دکھاتا۔

تونے کل رات مجھے چاندی کے تین سوسکوں میں کیوں نہیں بیچا؟ میں نے سوچا۔ پھر آخری طعام کا وہ منظر مجھے یاد آ گیا جب یسوع مسیح یہوداہ کی طرف مڑے تھے اور کہا تھا..... ''تو جس کام کو آیا ہے وہ جلدی کر لے۔'' میں پادری ہوں لیکن عجب بات ہے میں اب تک ان الفاظ کی اصل معنویت تک نہیں پہنچ سکا تھا۔ اس وقت جب میں کچی جیرو کے ساتھ بھاپ اگلتی زمین پر اپنے پیر گھسیٹ رہا تھا تو ان الفاظ کی معنویت مجھ پر کھل رہی تھی۔ میں نے سوچا۔ جس شخص نے یسوع مسیح کو تیس سکوں کے عوض بیچ دیا تھا یسوع مسیح جب اس سے یہ بات کر رہے ہوں گے تو ان کے جذبات کیا ہوں گے؟ کیا انہیں غصہ آ رہا ہوگا؟ کیا وہ آزردہ ہوں گے؟ یا شفقت کے جذبہ کے ساتھ یہ الفاظ ان کی زبان پر آئے ہوں گے؟ اگر ان کے الفاظ میں غصہ تھا تو وہ شخص دنیا کا واحد انسان تھا جس پر انہوں نے نجات کے دروازے ہمیشہ کے لئے بند کر دیئے۔ یعنی ہمارے خداوند نے ایک انسان کو دائمی عذاب میں ڈال دیا تھا؟

میں نے غور کیا' یہ الفاظ غصے یا نفرت سے نہیں کہے گئے تھے بلکہ کراہت کے ساتھ کہے گئے تھے۔ لیکن کراہت کیسی؟ کیا انہیں یہوداہ کی ہر بات سے کراہت آتی تھی؟ یا پھر اسی لمحے یہوداہ کے لئے ان کی محبت ختم ہوگئی تھی؟ ......'' بالکل نہیں...... کہیں سے جواب آیا۔ اس کی مثال اس شوہر کی ہے جس سے اس کی بیوی نے بیوفائی کی شوہر کے دل سے بیوی کی محبت تو نہیں جائے گی مگر وہ اسے کبھی معاف نہیں کرے گا۔ وہ شوہر اپنی بیوی سے محبت کرتا رہے گا مگر اس کی اس حرکت سے کرہت کرے گا۔'' یہوداہ کے ساتھ یسوع مسیح کا رویہ ایسا ہی تھا۔

لیکن یہ بھی روایتی سا جواب تھا۔ ایسے روایتی جواب مجھے جوانی میں بھی مطمئن نہیں کرتے تھے۔ سچی بات ہے کہ مجھے آج بھی اس جواب سے تسلی نہیں ہوتی۔ یسوع مسیح کی موت وزندگی کے عظیم ڈرامہ میں یہوداہ تو محض ایک کٹھ پتلی تھا۔ بدقسمت کٹھ پتلی......'' تو جس کام کو آیا ہے وہ جلدی کر لے۔'' یہ الفاظ میں کچی جیرو سے نہیں کہہ سکتا تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میں اپنی جان بچانا چاہتا تھا۔ دوسرے میں یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ وہ غداری پر غداری کرتا چلا جائے۔

''یہ پگڈنڈی بہت پتلی ہے اس پر آپ کے لئے چلنا مشکل ہوگا۔'' کچی جیرو نے مجھ سے کہا۔

''قریب میں کوئی دریا ہے؟''میں نے اس سے پوچھا۔

میرا حلق خشک ہو رہا تھا۔ پیاس کے مارے میرا برا حال تھا۔ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے مجھے دیکھا''پانی پینا ہے؟ آپ نے دراصل مچھلی زیادہ کھالی۔''

کل کی طرح آج بھی بے شمار کوے اڑ رہے تھے۔ وہ بڑا سا ہلال بنا کر اڑ رہے تھے۔ میں نے اوپر دیکھا تو تیز روشنی نے میری آنکھوں کو خیرہ کر دیا۔ مجھے اپنی بشری کمزوری پر افسوس ہوا۔ سوکھی مچھلی کے ایک ٹکڑے کے لئے میں اتنی بڑی غلطی کر بیٹھا۔ میں نے اس شخص کو معاف کر دیا؟ میں اس کے سارے گناہ بھول گیا؟ میں نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں کہ شاید کہیں کوئی چشمہ دکھائی دے جائے۔ مگر وہاں تالاب تک نہیں تھا۔ سمندر کی جانب سے گرم ہوا آ رہی تھی......''دریا......دریا......''

''یہاں کوئی چشمہ نہیں ہے' آپ تھوڑا انتظار نہیں کر سکتے؟'' کچی جیرو نے کہا اور میرے جواب کا انتظار کئے بغیر ہی ڈھلان سے اترنے لگا۔

وہ ایک ٹیکری کے پیچھے نظروں سے اوجھل ہوا تو اچانک ایسا لگا جیسے سناٹا سا چھا گیا ہو۔ اب ان کیڑوں کی آواز آ رہی تھی جو گھاس میں پھدک رہے تھے۔ ایک پتھر پر ایک چھپکلی بیٹھی تھی جو بیزاری کے ساتھ ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ اس نے چوری چوری مجھے دیکھا اور جلدی سے چھپ گئی۔ مجھے کچی جیرو یاد آ گیا۔ وہ بھی اسی طرح چھپ گیا تھا۔ وہ میرے لئے پانی لینے گیا ہے یا میری مخبری کرنے گیا ہے؟

لاٹھی کا سہارا لیتا میں اور آگے بڑھا۔ میری پیاس اور بھی بڑھتی جا رہی تھی۔ حلق میں کانٹے پڑ گئے تھے۔ اب خیال آیا کہ اس بدمعاش نے جان بوجھ کر مجھے سوکھی مچھلی کھلائی ہے۔ مجھے انجیل یاد آ گئی......صلیب پر یسوع مسیح نے کہا''مجھے پیاس لگی ہے'' تو ایک سپاہی نے اسپنج پر سرکہ لگایا اور سرکنڈے پر رکھ کر یسوع مسیح کے پاس لے گیا۔ پھر وہ سرکہ اس نے ان کے ہونٹوں پر رکھا...... میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ دور سے مجھے ایک آواز آئی۔''فادر فادر۔'' کچی جیرو تھا جو ایسے پیر گھسیٹتا چلا آ رہا تھا۔ جیسے کوئی ناخوش گوار فرض ادا کر رہا ہو۔ اس کے ہاتھ میں پانی کا مشکیزہ تھا۔''کیا آپ مجھ سے بھاگ رہے تھے؟'' اس نے افسردہ نظروں سے مجھے دیکھا۔

میں نے جلدی سے اس کے ہاتھ سے مشکیزہ لیا اور بے شرمی کے ساتھ غٹ غٹ پانی چڑھانے لگا۔ پانی میری باچھوں سے گر رہا تھا اور میرے کپڑے بھیگ رہے تھے۔

''فادر' آپ بھاگ رہے تھے؟ آپ کو مجھ پر بھروسہ نہیں ہے؟''

''میں تمہارے جذبات کو ٹھیس نہیں پہچانا چاہتا۔ دراصل میں بہت تھک گیا ہوں۔تم میرے اوپر مہربانی کرو اور یہاں سے چلے جاؤ۔ مجھے تنہا چھوڑ دو۔''

''تنہا چھوڑ دوں'' مگر آپ جائیں گے کہاں؟ یہ تو نہایت خطرناک جگہ ہے۔ میں ایسا گاؤں جانتا ہوں جہاں اور بھی عیسائی چھپے ہوئے ہیں۔ وہاں گرجا بھی ہے اور پادری بھی ہے۔''

''پادری؟'' غیر ارادی طور پر میرے منہ نکل گیا۔ مجھے یقین ہی نہیں آسکتا تھا کہ وہاں کوئی پادری بھی ہوسکتا ہے۔ کچی جیرو پر میرا شک اور بھی بڑھ گیا۔

''جی فادر۔ اور میں نے سنا ہے وہ پادری جاپانی بھی نہیں ہے۔''

''یہ نہیں ہوسکتا......''

فادر' آپ میرے اوپر اعتبار نہیں کرتے؟'' وہ سر جھکائے گھاس کی پتیاں توڑ رہا تھا۔ اور دبی آواز میں بڑبڑا رہا تھا۔''میرا کوئی بھی اعتبار نہیں کرتا۔''

''تم اپنی جان بچانا خوب جانتے ہو۔ موکچی اور اچی زو سمندر کی نذر ہو گئے اور تم زندہ پھر رہے ہو۔''

''موکچی مضبوط اور بہادر انسان تھا۔ کسی مضبوط ٹہنی کی طرح۔ میں تو ایک کمزور سی شاخ ہوں۔ ایسی شاخ کبھی نہیں پھلتی چاہے آپ اسے کتنا ہی پانی دے لیں۔''

مجھے خیال آیا کہ میں نے اس کا دل دکھا دیا ہے۔ وہ افسردگی کے ساتھ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ مگر میں نے وہ الفاظ اس کا دل دکھانے کے لئے نہیں کہے تھے۔ میں نے تو اپنے دل کا غبار نکالا تھا۔ یہ غبار کب سے میرے اندر بھرا تھا۔ کچی جیرو ٹھیک کہتا تھا۔ ہر آدمی سینٹ یا ہیرو تو نہیں ہوسکتا۔

''میرے پاس تو سر چھپانے کو بھی کوئی جگہ نہیں ہے۔ میں تو جنگلوں میں مارا مارا پھرتا ہوں۔'' کچی جیرو شکایت بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

مجھے اس پر ترس آ گیا۔ میرا دل ہمدردی سے لبریز ہو گیا۔ میں نے اس سے کہا۔

''دوزانو ہو جا'' وہ دوزانو ہو گیا۔ اس نے دونوں گھٹنے زمین پر ٹیک دیئے اور ایڑیوں پر

بیٹھ گیا۔ ''تم موکچی اوراچی زو کے حوالے سے اپنے گناہوں کا اعتراف کرنا چاہتے ہونا؟ تو کرواعتراف۔''

اس دنیا میں پیدا ہونے والے انسانوں کی دوقسمیں ہوتی ہیں۔ طاقت وراور کمزور......سینٹ اور عام لوگ' ہیرواوران کی عزت واحترام کرنے والے۔ جوروستم کے دور میں مضبوط اعصاب کے لوگ خوشی خوشی بھڑکتی آگ میں قدم رکھ دیتے ہیں یا اتھاہ سمندر میں اتر جاتے ہیں۔لیکن کچی جیروجیسے کمزورلوگ جنگلوں اور پہاڑوں میں اپنی جان بچاتے پھرتے ہیں۔ وہ بھگوڑوں کی زندگی گزارتے ہیں۔اب جہاں تک تمہارا تعلق ہے (میں نے اپنے آپ کو مخاطب کیا) تم کس گروہ یا کس قسم سے تعلق رکھتے ہو؟ اگر تم پادری نہ ہوتے اور تمہیں اپنے منصب اور اپنی عزت نفس کا خیال نہ ہوتا تو کیا تم بھی وہی نہ کرتے جو کچی جیرو نے کیا؟ کیا جو کچھ تم کر رہے ہو وہ محض خود غرضی نہیں ہے؟

''خداوند ہمارے خدا نے کانٹوں کا تاج پہنا ہمارے خداوند کو مصلوب کیا گیا۔'' کچی جیرو کسی ننھے بچے کی طرح میرے ساتھ یہ الفاظ دہرا رہا تھا۔سامنے پتھر پر چھپکلی پھر آ گئی تھی۔جھاڑیوں میں کیڑے مکوڑوں کے پھدکنے کی آوازیں آرہی تھیں اور گھاس کی مہک تیز ہو گئی تھی۔

پھراس راستے پر کسی کے پیروں کی آہٹ ہوئی جس پر چل کر ہم اوپر آئے تھے جھاڑیوں میں سے کچھ لوگ ہماری طرف آرہے تھے۔ان کی نگاہیں میرے اوپر جمی تھیں۔

''فادر مجھے معاف کر دینا۔'' میرے سامنے جھکے جھکے کچی جیرو بھرائی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا...... ''میں کمزور ہوں۔بہت ڈرپوک۔میں موکچی یا اچی زو کی طرح طاقت ور نہیں ہوں۔''

پھر وہاں آنے والے لوگوں نے مجھے پکڑا اور گھسیٹنا شروع کر دیا۔ان میں سے ایک شخص نے حقارت کے ساتھ کچی جیرو کو دیکھا اور چاندی کے چند سکے اس کی طرف پھینک دیئے۔

ان لوگوں نے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں بولا۔ایک آدمی نے زور سے مجھے دھکا دیا۔ میں لڑکھڑاتا ہوا ان کے آگے آگے چلنے لگا۔ میں پگڈنڈی پر سیدھا چلا جارہا تھا۔ صرف ایک بار میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔اس دغاباز کا منحوس چہرہ بہت پیچھے رہ گیا تھا، وہ چہرہ جس پر ڈری ہوئی مکڑی کی خوف زدہ آنکھیں تھیں......

# باب 5

گاؤں کے باہر چاروں طرف دھوپ پھیلی تھی مگر عجیب بات تھی گاؤں کے اندر اندھیرا تھا۔ وہ اسے گھسیٹ کر لئے جا رہے تھے تو بوڑھے بچے اور مرد عورتیں سب خوف زدہ جانوروں کی طرح اپنے گھروں سے ڈرے ڈرے اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ سب خاموش تھے۔ جیسے سب کو چپ لگ گئی ہو۔

شاید یہ عیسائی ہیں؟ اس نے سوچا اور زبردستی اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ لانے کی کوشش کی۔ لیکن یہ اس کی خوش فہمی تھی کیونکہ اسی وقت ایک بچہ بھاگتا ہوا اس کے پاس آنے لگا تو اس کی ماں فوراً ہی اسے اٹھا کر لے گئی۔ وہ اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اپنے اس عذاب سے توجہ ہٹانے کے لئے اس نے وہ وقت یاد کیا جب اس ہستی کو گیتسمنی کے باغ سے کائفا کے قلعہ کی طرف لے جایا جا رہا تھا۔ اسے بھی اسی طرح گھسیٹ کر لے جایا جا رہا تھا۔

جیسے ہی وہ تنگ گلیوں سے باہر آیا روشنی سے اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ اب اس پر غشی سی طاری ہونے لگی۔ اس کے پیچھے چلنے والا آدمی برابر اسے دھکے دے رہا تھا اور اپنی زبان میں کچھ کہہ رہا تھا۔ پادری نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے اس شخص سے کہا۔ ''میں تھوڑا آرام کرلوں؟'' مگر اس شخص نے نفی میں سر ہلا دیا۔

دھوپ میں پھیلے کھیتوں سے کھاد کی بدبو آ رہی تھی۔ آسمان پر کونجیں اڑ رہی تھیں سامنے اونچے اونچے پیڑ تھے جن کے نام بھی وہ نہیں جانتا تھا۔ وہ پیڑ راستے پر ٹھنڈی چھاؤں بکھیر رہے تھے۔ دھیمی دھیمی ہوا میں پتوں کی سرسراہٹ عجیب سا تاثر پیدا کر رہی

تھی ۔ راستہ تنگ ہوتا جا رہا تھا اور جب وہ کھیتوں کے آخری سرے پر پہنچے تو سامنے ایک گھاٹی سی نظر آئی جو پہاڑ کے اندر تک چلی گئی تھی ۔ وہاں گھاس پھونس کی ایک جھونپڑی تھی ۔ اس کا کالا سایہ کیچڑ بھری زمین پر پڑ رہا تھا۔ جھونپڑی کے ساتھ چار پانچ مرد اور عورتیں کھڑی تھیں ان کے لباس کسانوں والے تھے ۔ ان کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے ۔ وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے لیکن جیسے ہی انہوں نے پادری کو دیکھا ان کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے ۔ اب سپاہیوں کا کام ختم ہو گیا تھا۔ انہوں نے پادری کو وہاں پہنچا دیا تھا۔ اب ان سپاہیوں نے گپیں لگانا شروع کر دی تھیں ۔ وہ پادری کو بھول ہی گئے تھے ۔ وہ جانتے تھے کہ پادری وہاں سے بھاگ کر کہاں جائے گا۔ پادری زمین پر بیٹھا تو ان مرد اور عورتوں نے سر جھکا کر اس کی تعظیم کی ۔

وہ سب خاموش تھے ۔ ایک مکھی نے اس کے ماتھے پر پسینہ چوسنے کی کوشش کی پھر اس کے چہرے کے گرد بھن بھنانے لگی اس نے مکھی کی آواز پر کان لگائے ہوئے تھے اور اپنی پیٹھ پر دھوپ کی تپش محسوس کر رہا تھا۔ پھر نہ جانے کیوں اس کے سارے جسم میں سکون وطمانیت کا احساس سرایت کرتا چلا گیا۔ آخر اسے گرفتار کر ہی لیا گیا؟ اسے اپنی گرفتاری پر تو حیرت نہیں تھی مگر اسے ہرگز یہ توقع نہیں تھی کہ یہاں اتنا بے پروائی والا ماحول ہوگا ۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو ۔ ایک پل کے لئے تو اسے شک ہوا کہ کہیں یہ اس کا واہمہ تو نہیں ہے؟ پھر خدا جانے کیوں اس کے دماغ میں ’’سبت‘‘ کا لفظ آیا۔ سبت یعنی آرام کا دن ۔ کیا یہ اس کے آرام کے دن ہیں؟ سپاہی خوب ہنس رہے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کر رہے تھے ۔ جیسے اس سے آگے اور کچھ نہیں ہوگا ۔ چھوٹی سی گھاٹی اور وہ جھونپڑی دھوپ میں نہائی ہوئی تھی ۔ اسے عجیب سی خوش گواری کا احساس ہو رہا تھا۔ عجیب مسرت اور سکون کا احساس ۔ اچھا......تو یہ ہے اس کی گرفتاری کا دن؟ اتنے خوف اور دہشت کیساتھ جس دن کا وہ انتظار کر رہا تھا وہ دن یہ ہے؟ یا گرفتاری کا دن اتنا پرسکون اور خوش گوار بھی ہو سکتا ہے؟......مگر ایک بے اطمینانی بھی تھی وہ سوچ رہا تھا کہ اسکی یسوع مسیح اور دوسرے عیسائی شہیدوں کی طرح اسے المیہ ہیرو بننے کی سعادت نصیب نہیں ہوگی؟

’’فادر......‘‘ ان میں سے بیمار نظر آنے والے شخص نے اپنا بندھا ہوا ہاتھ اوپر اٹھانے کی کوشش کی ۔ ’’یہ سب کیسے ہوا فادر؟‘‘

MashalBooks.com

اس پر سب نے سر اٹھائے اور تجسس بھری نظروں کے ساتھ پادری کے جواب کا انتظار کرنے لگے۔ یہ تو حیوان ہیں، بے عقل نا سمجھ۔'' اس نے سوچا۔ یہ جانتے ہی نہیں تھے کہ ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ اس نے جب بتایا کہ اسے پہاڑی سے گرفتار کر کے یہاں لایا گیا ہے تو انہوں نے ایسے منہ کھول دئے جیسے یہ بات بھی ان کی سمجھ میں نہ آئی ہو۔ ایک آدمی نے کان پر ہاتھ رکھ کر وہ سوال پھر دہرایا۔ پادری نے انہیں دوبارہ سمجھایا تب کہیں جا کر ان کی سمجھ میں آیا۔ ''ہاں......'' اس آدمی نے گہرا سانس لیا۔ لیکن ساری صورت حال اب بھی ان کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

''دیکھو تو یہ کتنا اچھا بولتا ہے!۔۔۔'' ایک عورت نے بچوں کی طرح خوش ہو کر کہا۔ پادری نے اتنی اچھی جاپانی بولی تھی کہ اسے خود بھی یقین نہیں آیا تھا۔ ''یہ تو بہت ہی عقل مند ہے......''

سپاہی بھی اس پر ہنس پڑے۔ انہوں نے ان لوگوں کو پادری کے ساتھ باتیں کرنے سے نہیں روکا بلکہ ایک آنکھ والا قیدی سپاہیوں کے ساتھ بھی ہنسی مذاق کرنے لگا۔ سپاہی ہنس ہنس کر اس کی باتوں کا جواب دیتے رہے۔

''یہ لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں؟'' پادری نے ایک عورت کے ساتھ سرگوشی کی۔ اس نے بتایا کہ یہ سپاہی سرکاری افسروں کا انتظار کر رہے ہیں۔ پھر وہ کہنے لگی۔ ''فادر، ہم عیسائی ہیں، مگر یہ لوگ جنٹایہ (غیر عیسائی) ہیں۔ گویا وہ عیسائی اور جنٹائل کا فرق جانتی تھی۔

''آپ کچھ کھائیں گے؟'' یہ کہہ کر عورت نے اپنی چولی سے دو چھوٹے چھوٹے کھیرے نکالے۔ ایک پادری کو دیا اور دوسرا خود کھانے لگی۔ پادری نے کھیرا منہ میں رکھا لیکن جیسے ہی اس پر دانت مارا اس کا منہ ہری ہری بو سے بھر گیا۔ کھیرا بدبو دار تھا۔ جب سے وہ اس ملک میں آیا ہے اس نے ان غریب مصیبت زدہ لوگوں کی تکالیف میں اضافہ ہی کیا ہے۔ اس نے سوائے پریشانیوں کے انہیں اور کچھ نہیں دیا۔ وہ بدبودار کھیرا کترتا جاتا تھا اور سوچتا تھا۔ انہوں نے اسے سر چھپانے کو جگہ دی۔ اپنا پیٹ کاٹ کر کھانا دیا۔ اسے بھی تو انہیں کچھ دینا چاہئے تھا۔ مگر وہ کیا دے سکتا ہے؟ اس کے پاس اپنی جان کے سوا اور ہے ہی کیا؟

''تمہارا نام کیا ہے؟'' اس نے عورت سے پوچھا۔

''مونیکا'' عورت نام بتاتے ہوئے جھینپ سی گئی جیسی ساری دنیا میں یہ کرسچین نام ہی اس کا سب سے قیمتی اثاثہ ہو جو وہ اسے دے رہی ہے۔ کسی مشنری نے سینٹ آگسٹین کی ماں کا نام اسے دیا ہوگا۔ اس عورت کے جسم سے سڑی مچھلی کی بو آرہی تھی۔

''اور یہ کون ہیں؟'' پادری نے ایک آنکھ والے شخص کی طرف اشارہ کیا۔ وہ آدمی سپاہی سے باتیں کئے جارہا تھا۔

''یہ موزا ایمون ہے اس کا کرسچین نام ہے ژواں۔''

''تمہیں کسی فادر نے بپتسمہ دیا تھا؟''

''وہ فادر نہیں تھے برادر تھے۔ برادر اشیدا۔ آپ انہیں ضرور جانتے ہوں گے؟''

پادری نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ اس ملک میں بس ایک ہی پادری کو جانتا تھا اور وہ تھا گارپے۔

''اچھا؟ آپ انہیں نہیں جانتے؟'' عورت نے ایسے حیرت سے کہا جیسے پادری کو تو ہر ایک سے واقف ہونا چاہیے۔ پھر وہ اسے غور سے دیکھنے لگی۔ ''برادر اشیدا کو انزین میں شہید کردیا گیا۔''

''تم لوگوں کو یہ خیال نہیں آتا کہ ہم سب اسی طرح مار دیئے جائیں گے؟'' بڑی تلخ بات بھی مگر یہ اس کے اپنے دل کا شک تھا جس کا وہ اظہار کرنا چاہتا تھا۔

عورت نے اپنے پیروں کے پاس گھاس پر نظریں جمالیں۔ ایک مکھی اس کی گردن پر بیٹھنے کی کوشش کررہی تھی۔

''مجھے نہیں معلوم......'' پھر وہ بولی۔ ''برادر اشیدا کہا کرتے تھے کہ دوسری دنیا میں جا کر ہمارے سارے درد اور سارے دکھ ختم ہوجائیں گے۔ وہاں بھوک پیاس نہیں ہوگی۔ وہاں لگان نہیں دینا پڑے گا۔ وہاں بیماری نہیں ہوگی۔ اس دنیا میں تو تکلیفیں ہی تکلیفیں ہیں۔ یہاں تو ہمیں دن رات محنت کرنا پڑتی ہے۔ وہاں آرام ہی آرام ہوگا۔''

اس کے جی میں آئی کہ وہ زور زور سے چیخے۔ اسے بتائے کہ جنت کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جیسا تم سوچ رہی ہو۔ لیکن پھر اس نے اپنے آپ پر قابو پالیا۔ ان کسانوں نے بچوں کی طرح اپنا سبق یاد کر رکھا ہے انہیں تو بھوک پیاس محنت اور لگان سے نجات چاہئے۔ انہیں بتایا گیا ہے کہ جنت میں یہ سب کچھ نہیں ہوگا۔ اور وہ خوش ہیں بھلا میں کون ہوتا ہوں ان

کے میٹھے خواب توڑنے والا! کیا ضرورت ہے انہیں اس خواب سے جگانے کی؟

''ہاں' وہاں ہم سے ہمارا آرام کوئی نہیں چھینے گا۔ وہاں ہمیں کسی چیز سے محروم نہیں کیا جائے گا۔''

پھر اس کی زبان پر ایک اور سوال آ گیا...... ''فریرا نام کے فادر کو تم جانتی ہو؟''

عورت نے نفی میں سر ہلایا۔ تو کیا فریرا ایسا نام ہے جسے جاپانی عیسائی اپنی زبان پر لانا بھی پسند نہیں کرتے؟ اس نے اپنے آپ سے سوال کیا۔

اچانک باہر سے ایک آواز آئی۔ پادری نے آنکھیں اٹھا کر دیکھا تو سامنے سے گول مٹول سا سمورائی مسکراتا چلا آ رہا تھا۔ وہ خاصی عمر کا تھا۔ اس کے پیچھے دو کسان تھے۔ پادری نے بوڑھے سمورائی کی مسکراہٹ دیکھی تو فوراً سمجھ گیا کہ یہ وہی سمورائی ہے جس نے توموگی میں عیسائیوں سے پوچھ گچھ کی تھی۔

''بہت گرمی ہے۔ ہے نا؟'' سمورائی پنکھا ہلاتا ٹیلے کے اوپر سے اترا۔ ''اب گرمی بڑھتی ہی جائے گی۔ کھلے میدان میں نکلنا تو اب بھی بڑی مصیبت ہے''۔

مونیکا اور دوسرے مرد عورتوں نے اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اس کے احترام میں سر جھکا لئے۔ سمورائی نے محسوس کر لیا کہ پادری نے ایسا نہیں کیا ہے لیکن اس نے اسے نظرانداز کر دیا۔ وہ پادری کے قریب سے گزرا تو اس کے کپڑوں کی سرسراہٹ سنائی دی۔ پادری اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کے پاس سے میٹھی میٹھی خوشبو آ رہی تھی۔''

بہت دن سے یہاں شام کی بارش بھی نہیں ہوئی۔ سارے راستے گرد سے اٹے ہوئے ہیں۔ ہم جیسے بوڑھوں کے لیئے تو سانس لینا بھی دشوار ہو رہا ہے''۔'' وہ اپنے سر اور گردن پر پنکھا جھل رہا تھا۔ پھر وہ قیدیوں کے پاس گیا۔'' بھائی' ہم بوڑھوں کو تو پریشان نہ کیا کرو۔''

اس کے ہنستے چہرے کو دھوپ نے ایسا سپاٹ کر دیا تھا کہ پادری کو گوتم بدھ کی وہ مورتی یاد آ گئی جو اس نے میکاؤ میں دیکھی تھی۔ اس مورتی کو دیکھ کر اس کے دل میں عزت و احترام کا وہ جذبہ بیدار نہیں ہوا تھا جو یسوع مسیح کی شبیہ کو دیکھ کر بیدار ہوتا ہے۔ اس کے سر پر مکھیاں بھن بھنا رہی تھیں۔ مکھیاں عیسائیوں کے ماتھے اور گردن پر بیٹھتیں اور پھر بوڑھے سمورائی کی طرف چلی جاتیں۔

ہم نے تمہیں اس لئے گرفتار نہیں کیا ہے کہ ہم تم سے نفرت کرتے ہیں۔تم لوگ تو برابر لگان دیتے ہو۔ دن رات محنت کرتے ہو۔ تمہیں پریشان کر کے بھلا ہمیں کیا ملے گا؟ کسان تو ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہیں۔''

مکھیوں کی بھن بھن کے ساتھ بوڑھے کے پنکھے کی سرسراہٹ بھی سنائی سے رہی تھی۔کہیں دور سے مرغیوں کے کٹ کٹ کرنے کی آواز آرہی تھی۔ ہوں؟ تو یہ ہے اس کی پوچھ گچھ کا انداز؟ جن عیسائی مشنریوں کو اذیت کا نشانہ بنایا گیا انہوں نے بھی اس سے پہلے یہی میٹھی آواز سنی ہوگی؟ کیا انہوں نے ایسی ہی خوابیدہ ماحول میں مکھیوں کی بھن بھن کے ساتھ اس کی میٹھی میٹھی باتیں سنی ہوں گی؟ پہلے وہ سوچتا تھا کہ ایسا موقع آیا تو ڈر کے مارے اس کا برا حال ہو جائے گا اور وہ خوف سے کانپنے لگے گا۔مگر یہاں تو معاملہ ہی دوسرا تھا۔اسے یہ احساس ہی نہیں ہوسکتا تھا کہ کوئی اذیت کوئی جبر اس کے سامنے آنے والا ہے یا کہیں موت اس کا انتظار کر رہی ہے۔ وہ تو اس آدمی کی طرح مطمئن بیٹھا تھا جسے موسلا دھار بارش میں بھی دور کہیں آسمان پر چمکتا سورج نظر آرہا ہو۔

''میں تمہیں ایک اور موقع دیتا ہوں۔اچھی طرح سوچ لو۔ مجھے معقول جواب چاہئے۔'' یہ کہہ کر سمورائی نے اپنی بات ختم کر دی۔اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے کی مسکراہٹ بھی غائب ہوگئی۔اب اس کے چہرے پر لالچوں والا تکبر نمودار ہوا۔ وہی تکبر جو پادری نے میکاؤ میں چینی تاجروں کے چہرے پر دیکھا تھا۔'' چلے جاؤ یہاں سے۔'' وہ زور سے چیخا۔

سپاہی فوراً کھڑے ہوگئے۔انہوں نے قیدیوں کو بھی کھڑا ہونے کا حکم دیا ان کے ساتھ پادری بھی کھڑا ہوگیا۔ بوڑھے سمورائی نے بندر کی طرح منہ بنایا اور پہلی بار پادری کی طرف دیکھا۔ اس نے آنکھوں میں شدید نفرت اور تلخی بھرے ہوئے کہا۔'' تم۔۔۔۔یہیں ٹھہرو گے''

موہوم سی مسکراہٹ کے ساتھ پادری ایک جھاڑی کے پاس بیٹھ گیا۔اب وہ بونے قد کا بوڑھا کھڑا ہوا اور جو بھی منہ میں آیا بکنا شروع کر دیا۔ وہ شاید ان قیدیوں کو بتانا چاہتا تھا کہ وہ اس غیر ملکی سے ہار ماننے والا نہیں ہے......'' یہ تو بالکل ہی بندر ہے'' پادری نے سوچا بھلا اس وقت اسے تلوار کے دستے پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ میں کہیں بھاگا تو نہیں جا رہا۔

پادری قیدیوں کو جاتا دیکھتا رہا۔ وہ رسیوں میں جکڑے ٹیلے پر چڑھ رہے تھے۔ پھر وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

پادری کی زبان پر بے ساختہ دعا آ گئی۔''اے خدا' ان کی آزمائش طویل نہ کر۔ان پر زیادہ بوجھ نہ ڈال' پہلے ہی وہ ناقابل برداشت بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ پہلے ہی بھوک بیماری اور افسروں کے ظلم وستم کا شکار ہیں۔کیا تو انہیں اور بھی آزمائش میں ڈالے گا؟ اے خدا ان کی تکلیف دور کر۔''

بوڑھے سمورائی نے ہونٹوں کے ساتھ پیالہ لگایا اور مرغی کی طرح گردن ہلا ہلا کر پانی پینے لگا۔''مجھے بہت فادر ملے ہیں'' وہ بولا۔ میں نے ان سے پوچھ گچھ بھی کی ہے ''اس نے ہونٹوں پر زبان پھیری اور نہایت درشت لہجے میں بولنا شروع کر دیا۔ یہ لہجہ پہلے لہجے سے بالکل ہی مختلف تھا''تم جاپانی زبان جانتے ہو؟''

آسمان پر ادھر ادھر بادلوں کے ٹکڑے تیر رہے تھے۔ گھاٹی میں اندھیرا سا چھانے لگا تھا۔جھاڑیوں میں کیڑے مکوڑوں کی آوازیں بھی تیز ہو گئی تھیں۔

''یہ کسان تو بالکل جانور ہیں پورے گدھے وہ پھر بولا اب یہ تمہارے ہاتھ میں ہے کہ تم انہیں رہا کراتے ہو یا نہیں''

پہلے تو پادری کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ پھر اس مکار بوڑھے کی ہنسی سے وہ سمجھ گیا کہ وہ اسے چکر دے رہا ہے۔

بوڑھا پھر بولا۔''یہ کسان اپنا برا بھلا نہیں سمجھتے ۔اگر تم چاہو تو۔۔۔''

''آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟'' پادری جان بوجھ کر انجان بن گیا۔

''تم اپنا مذہب چھوڑنے کا اعلان کر دو۔۔'' بوڑھا زور سے ہنسا اور جلدی جلدی پنکھا جھلنے لگا۔''اگر میں ایسا کرنے سے انکار کر دوں؟'' پادری نے خوش مزاجی کے ساتھ کہا۔''تو کیا تم مجھے جان سے مار ڈالو گے؟

''نہیں نہیں' ہم ایسا ہرگز نہیں کریں گے۔اس سے تو کسان اور بھی باغی ہو جائیں گے۔ہم اومورا اور ناگاساکی میں یہ غلطی کر چکے ہیں۔اسی وجہ سے وہاں کے عیسائی قابو سے باہر ہوتے جا رہے ہیں۔''

یہ کہہ کر اس بوڑھے نے لمبا سانس لیا۔ پادری کو خیال آیا کہ اسے دھوکا دینے کے لیے یہ سارا ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے۔اب اسے بھی اس بندر کو چھیڑنے میں مزہ آنے لگا۔

خواہ مخواہ اس کا جی چاہا کہ اسے خوب تنگ کرے۔

''اگر تم سچے عیسائی اور پادری ہو تو تمہیں ان غریبوں پر رحم آنا چاہیے۔ کیا خیال ہے تمہارا؟ پادری نے محسوس کیا کہ غیر محسوس طور پر اس بوڑھے کا چہرلٹک گیا ہے۔ اسے اپنی شکست نظر آ رہی ہے۔ یہ بونا بھی کتنا بھولا ہے! یہ سمجھتا ہے اس کی اس بچگانہ منطق سے میں اس کے جھانسے میں آ جاؤں گا؟ اس وقت وہ سمورائی واقعی کسی بچے کی طرح بھولا بھالا نظر آ رہا تھا۔ پھر پادری کو خیال آیا کہ ناکامی کے احساس سے اس بوڑھے کو غصہ بھی آ سکتا ہے۔ وہ طیش میں بھی آ سکتا ہے۔

''بولو' کیا خیال ہے تمہارا؟ بوڑھے نے پھر اپنا سوال دھرایا۔ پادری کو جانے کیوں ہنسی آ گئی۔ ''آپ مجھے سزا دے دیجئے۔'' اس نے پھر قہقہ لگایا۔

اب اس بوڑھے کا چہرہ غصے سے لال بھبوکا ہو گیا۔ دور کہیں بادلوں میں بجلی کڑکی۔

''ہوں' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان غریبوں کو اور مصیبت جھیلنا پڑے گی'' بوڑھا بپھرے شیر کی طرح دھاڑا۔

اسے ایک تنگ سی کوٹھڑی میں دھکیل دیا گیا۔ دیواروں کی جھریوں سے سورج کی کرنیں سوت کے دھاگوں کی طرح اندر آ رہی تھیں۔ باہر سپاہی بول رہے تھے۔ پتہ نہیں کیا باتیں کر رہے تھے۔ وہ سوچنے لگا کہ یہ لوگ دوسرے عیسائیوں کو کہاں لے گئے ہیں؟ وہ تو اچانک ہی نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے وہ کچے فرش پر اپنے گھٹنوں کے گرد بازو ڈالے بیٹھا تھا۔ اس نے مونیکا اور ایک آنکھ والے عیسائی کے بارے میں سوچا۔ پھر اسے توموگی گاؤں یاد آیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اوماتسو' موکچی اور اچی زو یاد آ گئے۔ اس نے اب تک کبھی انہیں اپنی دعاؤں میں یاد نہیں کیا۔ اگر چاہتا تو ایسا کر سکتا تھا۔ دراصل اسے سوچنے کی مہلت ہی کہاں ملی۔ مگر وہ لوگوں سے یہ تو معلوم کر سکتا تھا۔ کہ آج تاریخ کیا ہے۔ کس مہینے کا کون سا دن ہے؟ وہ تو یہ بھی بھول گیا کہ کتنے دن گزر گئے۔ یہاں آنے کے بعد اسے وقت تاریخ' دن اور مہینے کا احساس ہی نہیں رہا۔ وہ کیسے جان سکتا ہے کہ ایسٹر کو کتنے دن گزر گئے ہیں اور آج کس سینٹ کا دن ہے۔

اس کے پاس تسبیح نہیں تھی اس لئے اس نے انگلیوں پر ہی پٹیر اور ایوے میریا پڑھنا شروع کر دیا۔ لیکن وہ اس آدمی کی طرح پڑھ رہا تھا۔ جس کے ہونٹ بیماری کی وجہ

MashalBooks.com

سے ایسے بند ہو گئے ہوں کہ اگر پانی بھی پیئے تو وہ منہ سے گر جائے ۔ اس کی دعائیں بھی اس کے بھنچے ہونٹوں سے اس طرح نیچے گر رہی تھیں ۔ ویسے بھی اس کی توجہ اپنی دعاؤں پر نہیں تھی بلکہ اس کے کان باہر بولنے والے پہریداروں کی آوازوں پر لگے ہوئے تھے ۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس بات پر اس زور زور سے ہنس رہے ہیں ۔ اس کا دھیان اس روشن باغ کی طرف چلا گیا جہاں لوگ بجھی مشعلیں لئے بیٹھے تھے اور ایک انسان کی اذیتوں سے بے نیاز قہقہے لگا رہے تھے ۔ یہ پہریدار بھی اس کی حالت سے بے نیاز ہیں ۔ اس نے سوچا گناہ یہ نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے انسان کی چوری کرے ۔ گناہ یہ ہے کہ ایک انسان دوسرے کی زندگی پامال کرے اور اس بات کی پرواہ تک نہ کرے کہ وہ شخص اپنے پیچھے کتنے زخم چھوڑ کر آ رہا ہے ۔ یہ سوچ کر سچ مچ اس کے دل سے دعا نکلنے لگی ۔

''یہ تو آرام سے بیٹھا ہے'' کوئی آدمی کسی دوسرے شخص کو بتا رہا تھا ۔ اس آدمی نے اندر جھانک کر دیکھا تھا ۔ اس کے ساتھ دروازہ کھل گیا اور روشنی کا سیل اندر آ گیا ۔ سامنے ایک آدمی کھڑا تھا ۔ وہ بوڑھا سمورائی نہیں تھا ۔ کوئی اور تھا ۔ اس کے پاس تلوار بھی نہیں تھی ۔

''گراسیا سینور''

وہ پرتگالی بول رہا تھا ۔ اس کا تلفظ تو درست نہیں تھا لیکن وہ بہر حال پرتگالی ہی تھی ۔ ''پالا زیرا آدیوس نو یستسر و سینور''

ایک دم روشنی اندر آنے سے پادری کچھ حواس باختہ سا ہو گیا تھا ۔ اس نے غور سے وہ الفاظ سنے ۔ کہیں کہیں زبان کی غلطی تھی مگر مطلب صاف تھا ۔

''حیران نہ ہوں ......'' اس شخص نے کہا'' ناگاسا کی اور ہرادو میں مجھ جیسے کئی ترجمان ہیں جو کافی اچھی پرتگالی جانتے ہیں ۔ لیکن میں نے سنا ہے فادر! کہ آپ تو ہماری جاپانی بھی خوب جانتے ہیں ۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں میں نے پرتگالی کہاں سے سیکھی ؟

اس نے جواب کا انتظار نہیں کیا اور بولتا ہی رہا ۔ باتیں کرتے ہوئے وہ بھی سمورائی کی طرح پنکھا جھلتا جا تا تھا ۔ ''آپ جیسے پادریوں کی مہربانی سے اریما'' اما کوسا اور اومورا میں کئی دینی مدرسے کھل گئے تھے ۔ لیکن آپ یہ نہ سمجھ لیجئے کہ میں عیسائی ہوں یا میرا ایسا کوئی ارادہ ہے ۔ میں ایک پادری سمورائی کا بیٹا ہوں ۔ دنیا میں ترقی کرنے کے

لئے میں نے تعلیم حاصل کی ہے۔

پادری کونے میں بیٹھا خاموشی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ بڑی سچائی کے ساتھ بتا رہا تھا کہ وہ عیسائی نہیں ہے۔

''آپ بولتے کیوں نہیں؟ اب وہ شخص بلند آواز میں بولا۔ اس کی آواز میں طنز اور غصہ تھا۔'' پادری تو ہمیشہ ہمارا مذاق اڑاتے ہیں۔ انہیں تو جاپان کی ہر چیز سے نفرت ہے۔ وہ ہمارے مکانوں کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اور انہیں ہماری زبان بری لگتی ہے۔ ہمارے کھانے اور ہمارے رسم و رواج انہیں بالکل پسند نہیں ہیں۔ حتی کہ ہم لوگ جوان کے دینی مدرسوں میں پڑھے ہیں انہوں نے ہم میں سے کسی کو بھی پادری نہیں بننے دیا۔

وہ اپنا پرانا غصہ نکال رہا تھا۔ اس کی آواز بلند ہوتی جا رہی تھی۔ پادری کو احساس تھا کہ اس کا غصہ بلا وجہ نہیں ہے۔ وہ اپنے گھٹنے سینے کے ساتھ لگائے بیٹھا رہا تھا اور غور سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے میکاؤ میں ویلی نانو سے فادر کبیرال کے بارے میں سنا تھا۔ کبیرال کے رویے کی وجہ سے کئی جاپانی عیسائی مذہب چھوڑ گئے تھے۔

مگر میں کبیرال نہیں ہوں۔'' آخر وہ بھی غصے میں بولا۔

''اچھا......؟ اب اس نے قہقہہ لگایا۔'' ''مگر مجھے یقین نہیں آتا۔''

''کیوں؟

اندھیرے میں پادری اندازہ نہیں کر سکا کہ اس کے شخص کے چہرے پر اب کس قسم کے تاثرات ہیں۔ صرف لہجے سے محسوس ہوا کہ اس میں جھنجھلاہٹ ہے۔ وہ آنکھیں بند کر کے دوسروں کے اعترافات سنتا تھا۔ اس لئے انسانوں کے لہجے سے وہ بہت کچھ اندازہ لگا سکتا تھا۔ پھر اس نے اندھیرے میں اس شخص کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کی اور سوچا کہ یہ شخص دراصل کبیرال پر اپنا غصہ نہیں نکال رہا ہے بلکہ اسے غصہ یہ ہے کہ بپتسمہ لینے کے بعد وہ کسی پادری سے ایسی باتیں کر رہا ہے۔ وہ اس حقیقت سے لڑ رہا ہے کہ اس نے خود بھی بپتسمہ لیا تھا۔

''فادر' آپ باہر نہیں آ جاتے؟ وہ بولا۔'' اب ہمیں آپ کے بھاگ جانے کا کوئی خوف نہیں ہے۔''

''اچھا......مگر تم یقین کے ساتھ یہ کیسے کہہ سکتے ہو۔ پادری نے اسے چھیڑا۔

''میں سینٹ نہیں ہوں۔ میں بھی موت سے ڈرتا ہوں۔''

MashalBooks.com

''فادر' کبھی کبھی ایسی بہادری دوسروں کونقصان پہنچا دیتی ہے۔'' اب وہ پھر نرمی کے ساتھ بات کررہا تھا۔'' بہت سے پادری اس اندھی بہادری میں یہ بھول گئے کہ وہ اپنی حرکتوں سے بے چارے غریب جاپانیوں کے لئے مصیبت کھڑی کررہے ہیں۔''

''تو کیا مشنری صرف جاپانیوں کے لئے مصیبتیں ہی کھڑی کرتے ہیں؟

''اگر آپ لوگوں کے سر پر کوئی ایسی چیز تھوپنا چاہیں جسے وہ پسند نہیں کرتے تو اسے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ہمیں آپ کا مذہب نہیں چاہئے۔ ہمارا اپنا مذہب ہے ہمیں کوئی غیر ملکی مذہب پسند نہیں ہے۔ میں نے بھی سیمینری (دینی مدرسے) میں تعلیم حاصل کی ہے۔مگر میرا خیال ہے ہمارے ملک میں اس مذہب کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

''تمہارے اور میرے سوچنے میں فرق ہے۔'' پادری نے آہستہ سے کہا۔''اگر میں تمہاری طرح سوچتا تو اتنی دور سے سات سمندر پار کر کے یہاں نہ آتا۔''

یہ پہلی مذہبی بحث تھی جو اس نے کسی جاپانی سے کی تھی۔اس نے سوچا کیا فادر زیوئیر کے زمانے میں سارے پادری ایسی ہی بحث کرتے رہے ہیں؟ اسے ویلی نانو نے بتایا تھا کہ جاپان کے لوگ بہت ذہین ہوتے ہیں۔ ان کی ذہانت اور فطانت کو کم نہ سمجھنا انہوں نے کہا تھا کہ بحث وتمحیص میں وہ کسی سے کم نہیں ہیں۔

''اچھا چلئے آپ میرے ایک سوال کا جواب دیجئے۔'' اس شخص نے اپنا پنکھا کھولا اور پھر بند کر دیا۔گویا وہ حملے کی تیاری کررہا تھا۔''عیسائی کہتے ہیں ان کا خدا محبت و رحمت والا ہے۔ وہی اچھائیوں اور نیکیوں کا منبع ہے۔گوتم بدھ انسان ہے اس لئے اس میں یہ خصوصیات نہیں ہوسکتیں۔آپ کا موقف یہی ہے نا فادر؟

گوتم بدھ ہماری طرح موت سے نہیں بچ سکا اس لئے وہ مخلوق ہے' خالق سے الگ۔''

ایسی بات کوئی پادری ہی کہہ سکتا ہے جو بدھ کی تعلیمات سے واقف ہو۔آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ بدھ انسان سے زیادہ اور کچھ نہیں؟ بدھ تین قسم کے ہیں۔ بوسان' گوشان اور اوکا...... اوکا بدھ انسانی نجات کے لئے اپنے تین روپ پیش کرتا ہے۔ بوسان کی کوئی ابتدا اور انتہا نہیں ہے۔ وہ تغیر وتبدل سے ماورا ہے سوتروں میں لکھا ہے کہ ازلی وابدی ہے۔صرف عیسائی ہی بدھ کو انسان کہہ سکتے ہیں۔ہم ایسا نہیں سوچتے۔''

وہ روانی کے ساتھ ایسے بول رہا تھا جیسے اس نے یہ ساری باتیں حفظ کر رکھی

MashalBooks.com

ہوں۔ معلوم ہوتا تھا وہ مشنریوں سے بحث مباحث کرتا رہا ہے۔ اس نے انہیں لاجواب کرنے کے لیے یہ گر سیکھے ہوں گے۔ اس نے اپنی باتوں میں ایسے موٹے موٹے الفاظ استعمال کیئے جن کے معنی وہ خود بھی نہیں جانتا ہوگا۔

''تم تو یہ مانتے ہونا کہ یہ دنیا خود بخود ہی وجود میں آئی اور اس کا کوئی آغاز و انجام نہیں ہے؟ پادری نے اس سے سوال کیا۔

''ہاں ہم یہی مانتے ہیں۔''

لیکن یہ سوچو کہ جب تک کسی بے جان شے کو اندر یا باہر سے حرکت نہ دی جائے اس وقت تک اس میں حرکت پیدا نہیں ہوتی۔ یعنی حرکت دینے کے لئے بھی کسی چیز کا ہونا ضروری ہے۔ پھر گوتم بدھ کیسے پیدا ہوئے؟ ہمارا خدا تو اپنے وجود کا خود ہی وسیلہ ہے اسے کسی نے تخلیق نہیں کیا۔ اس نے انسان کو اور ساری اشیاء کو تخلیق کیا ہے۔''

''گویا برا انسان بھی خدا ہی نے پیدا کیا ہے؟ آپ یہی کہہ رہے ہیں نا؟ کیا برائی بھی آپ کے خدا کی پیدا کردہ ہے؟ یہ کہ کر وہ کامیابی کے احساس کے ساتھ ہنسا۔

''نہیں نہیں'' پادری نے زور سے سر ہلایا۔'' خدا نے ہر شے اچھائی کے لئے پیدا کی ہے۔ اس نے انسان کو اچھائی برائی میں تمیز کرنے کی طاقت عطا کی ہے۔ انسان یہ صلاحیت کبھی کبھی غلط بھی استعمال کرتا ہے۔ بس یہی برائی ہے۔''

اس شخص نے حقارت کے ساتھ زبان چٹخائی۔ پادری کو یقین تھا کہ اس طرح کی باتوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ وہ شخص ہرگز قائل نہیں ہوگا۔ ایسی بحث میں ہر شخص ایک دوسرے کو زچ کرنے کی کوشش ہی کرتا ہے۔

''یہ مغالطے پیدا کرنے والی منطق اپنے پاس ہی رکھیے۔ اس سے آپ ان پڑھ کسانوں اور ان کے بیوی بچوں کو تو بیوقوف بنا سکتے ہیں مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔'' اس نے تھوڑا توقف کیا اور پھر بولا۔'' اچھا میرے ایک اور سوال کا جواب دیں آپ کہتے ہیں آپ کا خدا رحم رنے والا اور محبت کرنے والا ہے۔ تو پھر جنت میں جانے کے لئے وہ انسانوں کو اتنی اذیتوں اور اتنی آزمائشوں سے کیوں گزارتا ہے؟

''اذیت اور تکلیفیں؟ مگر آپ ایک بات بھول گئے۔ اگر انسان خلوص نیت کے ساتھ خدائی احکام کی تابع داری کرے تو سکون و اطمینان کے ساتھ زندگی گزار سکتا ہے۔ ہمیں کسی چیز کی خواہش ہوئی ہے تو ہم اسے حاصل کرتے ہیں اپنی پسند کی چیز کھاتے ہیں۔

خدا یہ نہیں کہتا کہ بھوک سے مر جاؤ۔ حکم صرف یہ ہے کہ کھاتے پیتے وقت خالق کی حمد و ثنا بھی کرو۔ اسی طرح اگر آپ اپنی جسمانی خواہشات پر قابو نہیں پا سکتے تو خدا یہ نہیں کہتا کہ عورت کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہ رکھو۔ وہ کہتا ہے شادی کرو اور خدا کی رضا پوری کرو۔''

پادری نے اپنی بات پوری کی تو اسے احساس ہوا کہ اس نے مناسب انداز میں ہی بات کی ہے۔ اسے خیال آیا کہ وہ شخص لاجواب ہو گیا ہے۔ اسے جواب نہیں سوجھ رہا ہے۔

''اچھا جانے دیجئے۔ بے کار کی باتوں میں وقت ضائع کرنے کا کیا فائدہ'' اسے غصہ آ گیا تھا۔ ''میں یہاں فضول باتوں کے لئے نہیں آیا۔''

دور کہیں مرغ اذان دے رہا تھا۔ سورج کی ایک کرن اندر آ رہی تھی جس میں ہزاروں ذرے ناچ رہے تھے۔ پادری ان ذروں کو غور سے دیکھتا رہا۔

اب اس شخص نے آخری حربہ استعمال کیا۔ ''اگر آپ اپنے مذہب سے انکار نہیں کریں گے تو ان غریب کسانوں کو کنویں میں الٹا لٹکا دیا جائے گا۔'' پادری پوری طرح سمجھ نہیں پایا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

''ہاں، پانچ کسانوں کو کنویں میں الٹا لٹکا دیا جائے گا اور وہ کئی دن اسی طرح لٹکے رہیں گے۔''

کنویں میں لٹکے رہیں گے؟'' پادری نے جیسے اپنے آپ سے سوال کیا۔

''جی ہاں، اگر آپ اپنا مذہب چھوڑنے کا اعلان نہیں کریں گے۔''

پادری خاموش رہا کیا یہ سچ کہہ رہا ہے؟ اس نے اندھیرے میں گھورا۔ اس شخص کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ''فادر، آپ نے انوئے کا نام سنا ہے؟ وہ اس علاقے کے حاکم اعلی ہیں۔ جب آپ سے بوچھ گچھ کی جائے گی تو آپ انہیں خود ہی دیکھ لیں گے۔''

انوئے؟ اس نام کے ساتھ جیسے اس شخص کی پرتگالی زبان میں بھی جان پڑ گئی۔ یہ لفظ پتھر کی طرح پادری کے کانوں کے پردے پر لگا۔

''آپ کو شاید معلوم نہ ہو۔ جن لوگوں نے کی پوچھ گچھ کے بعد اپنے مذہب کی تکذیب کی ان میں فادر پورو، پیدرو، کسولا اور فادر فریرا شامل ہیں۔''

''فادر فریرا؟''

ہاں فادر فریرا......کیا آپ انہیں جانتے ہیں؟

''نہیں میں جانتا تو نہیں مگر......'' پادری نے جلدی جلدی نفی میں سر ہلایا۔ یہ نام سنتے ہی اس کے سارے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی تھی۔ ''وہ دوسری جماعت سے تعلق رکھتے ہیں میں ان سے کبھی نہیں ملا۔ کیا وہ فادر زندہ ہیں۔؟

ہاں ہاں' بالکل زندہ ہیں۔ بلکہ انہوں نے اپنا جاپانی نام رکھ لیا ہے۔ وہ اپنی بیوی کے ساتھ ناگاساکی میں رہتے ہیں۔ ان کی بہت اچھی شہرت ہے اور ان کی عزت بھی بہت کی جاتی ہے۔''

پادری کی آنکھوں کے سامنے ناگاساکی گلیاں گھومنے لگیں جنہیں اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کے ذہن میں آنے والی یہ گلیاں بہت ہی ٹیڑھی میڑھی اور بہت ہی پیچیدہ تھیں۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ ٹیڑھی میڑھی گلیاں اس کے ذہن میں کیوں آئیں۔ اس نے دیکھا کہ اس شہر کے چھوٹے چھوٹے گھروں میں سنہری سورج چمک رہا ہے اور فریرا جاپانی ترجمان کے سے کپڑے پہنے ان میں گھوم رہا ہے......نہیں' نہیں' ایسا نہیں ہوسکتا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ ایسا سوچا بھی نہیں جاسکتا۔''

''میں نہیں مانتا'' بے خیالی میں اس کے منہ سے نکل پڑا

ترجمان نے اس کی طرف دیکھا اور طنزیہ ہنسی ہنستا باہر چلا گیا

''خودغرض' مفاد پرست'' ترجان جاتے ہوئے کہہ رہا تھا'' بچ کر کہاں جائے گا۔ آخر تکزیب کرے گا۔''

آپ ہی ہوگا خودغرض۔ پادری نے سوچا اور گھٹنوں کو زور سے بازوں میں بھینچ کر ان ناموں پر غور کرنے لگا جو ابھی ابھی ترجمان بتا گیا تھا۔ لگتا تھا ترجمان نے یہ نام بھی ازبر کر رکھے ہیں۔ فادر پورو اور پیدرو کو پادری نہیں جانتا تھا البتہ میکاؤ میں اس نے فادر کولا کا نام سنا تھا۔ وہ بھی پرتگالی ہی تھا لیکن وہ اس کی طرح میکاؤ کے راستے یہاں نہیں آیا تھا بلکہ منیلا کے راستے جاپان میں داخل ہوا تھا۔ منیلا اس وقت اسپین کے زیرنگیں تھا۔ جاپان آنے کے بعد اس کی کوئی خبر ہی نہیں ملی تھی۔ پرتگال میں سمجھ لیا گیا تھا کہ وہ بھی شہدا کی صف میں شامل ہوگیا ہے۔ پھر ان تینوں کے بیچ سے فریرا کا چہرہ ابھرا۔ وہ یہاں اسی کو تلاش کر رہا تھا۔ اگر ترجمان اسے ڈرانے کے لئے جھوٹ نہیں بول رہا تھا تو یہ بات صحیح ہے کہ فریرا انوئے کے ہاتھوں اذیت برداشت نہیں کرسکا تھا اور کلیسا کے ساتھ غداری کا مرتکب ہوا تھا۔

اگر فریرا بھی تکزیب کر سکتا ہے تو کیا اس کے اندر اتنی طاقت ہے کہ وہ اس جبر اور تشد کے سامنے ثابت قدم رہ سکے جو اس پر توڑے جانے والے ہیں؟ اس کے سینے میں زبردست طوفان ہل رہا تھا۔ ایک ہلچل سی مچی ہوئی تھی۔ اس نے زور سے سر جھٹکا اور ایسے بیہودہ خیالات دماغ سے جتنا نکالنے کی کوشش کرتا اتنا ہی وہ اسے اور بھی پریشان کرتے۔ ان خیالات سے توجہ ہٹانے کے لیے اس نے دعا پڑھنا شروع کر دی......
ایگزوٹی نوسی' پیٹر اومنی پوٹینس'۔ لیکن اس دعا نے بھی اس کے بیقرار دل کو سکون نہیں بخشا۔ اس کا دل کہہ رہا تھا۔ ''اے خدا تو خاموش کیوں ہے۔ تو ایسے موقع پر خاموش کیوں رہتا ہے؟

شام ہوئی تو دروازہ کھلا اور ایک پہریدار نے منہ سے کچھ کہے بغیر لکڑی کا ایک پیالہ اس کے سامنے رکھ دیا۔ اس میں گول کدو کے چند ٹکڑے تھے۔ اس نے پیالہ اٹھایا تو اس میں سے عجیب سی بساندھ آئی۔ لگتا تھا شوربہ تین چار دن پہلے کا پکا ہوا ہے۔ مگر اس وقت بھوک سے اس کی حالت اتنی غیر ہو رہی تھی کہ وہ چمڑہ بھی کھا سکتا تھا۔ وہ کدو حلق سے نیچے اتارنے کی کوشش کر رہا تھا تو کئی مکھیاں اس کے ہاتھ کے پاس منڈلانے لگیں۔ میں بالکل کتا بن گیا ہوں۔ اس نے اپنی انگلیاں چاٹتے ہوئے سوچا۔ جاپان میں ہی ایک وقت وہ بھی تھا جب جاگیردار اور سرکاری افسر مشنریوں کو اپنے گھر دعوت دیتے تھے اور طرح طرح کے لزیذ کھانے کھلاتے تھے۔ ان دنوں پرتگالی جہاز ہرادو' یوکوسوار اور جوکوداکی بندرگاہوں پر پابندی کے ساتھ آتے جاتے تھے۔ ان جہازوں میں مختلف اقسام کی اشیا بھری ہوتی تھیں۔ ویلی نانو بتاتے ہیں کہ ان دنوں کوئی مشنری بھوکا نہیں رہتا تھا۔ انہیں کھانا بھی ملتا تھا اور شراب بھی وہ صاف ستھرے فرش پر بیٹھتے۔ پہلے دعا پڑھتے پھر ماحضر تناول کرتے تھے اور اس کا اب حال یہ ہے کہ وہ دعا پڑھنا ہی بھول جاتا ہے اور بھوکے کتوں کی طرح کھانے پر پل پڑتا ہے۔ اب وہ مناجات بھی پڑھتا ہے تو خدا کی حمد وثنا کے لئے نہیں بلکہ صرف اپنے لئے۔ اپنی غصے کا اظہار کرنے کا۔ کسی پادی کے لئے ایسا سوچنا بھی شرم کی بات ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اس نے نوع انسان تک پہنچانا ہے۔ لیکن وہ موقع بے موقع اپنے غصے کا اظہار کرتا رہتا ہے۔ پھر اسے حضرت ایوب یاد آگئے وہ بھی آزمائشوں کی ایسی گھڑیاں گزار رہا ہے جو حضرت ایوب نے اس وقت گزاری تھیں جب انہیں کوڑھ ہو گیا تھا۔ اس حالت میں خدا کی حمد کے لئے منہ سے الفاظ نکالنا کتنا مشکل کام

MashalBooks.com

ہے۔ کیا ایوب نے ایسا نہیں کیا تھا؟ کواڑ پھر چر چرائے۔ وہی پہریدار پھر اندر آیا۔

''آیئے فادر، اب چلیں۔''

''کہاں جانا ہے؟''

''ساحل پر۔''

وہ کھڑے ہوا تو خالی پیٹ کی وجہ سے اسے چکر آ گیا۔ باہر سہ پہر کے سائے پھیل چکے تھے اور پیڑوں نے اداسی کے ساتھ اپنی شاخیں جھکا لی تھیں جیسے دن بھر کی دھوپ سے وہ نڈھال ہوں۔ مچھروں ے اس کے چہرے پہ ہلہ بول دیا۔ دور مینڈکوں کے ٹرانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

تین سپاہی اسے گھیرے کھڑے تھے مگر کسی کو یہ پریشانی نہیں تھی کہ وہ بھاگ جائے گا۔ وہ زور زور سے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ کبھی کبھی وہ قہقے بھی لگاتے۔ ان میں سے ایک جھاڑیوں کے پاس گیا اور پیشاب کرنے لگا۔ اگر میں چاہوں...... پادری سوچنے لگا......تو میں انہیں غچہ دے کر بھاگ سکتا ہوں۔ ابھی وہ یہ سوچ رہا تھا کہ ایک سپاہی اس کی طرف مڑا اور بولا۔ ''فادر۔ یہ کوٹھڑی تو بہت ہی تکلیف دہ ہوگی۔''

ہاں یہ سپاہی اچھا آدمی تھا۔ اچانک پادری کو اس کا ہنستا چہرہ اچھا لگا اگر وہ بھاگ گیا تو ان غریبوں کی عذاب سہنا پڑے گا۔ وہ زبردستی مسکرایا اور سپاہی کو دیکھ کر سر ہلایا۔

وہ اس راستے پر سے گزرے جدھر سے وہ صبح آئے تھے۔ پادری کی دھنسی ہوئی آنکھیں اونچے اونچے پیڑ دیکھ کر چمک اٹھیں۔ وہ پیڑ میدان کے بیچوں بیچ کھڑے تھے۔ اور وہاں سے مینڈکوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اسے یاد آیا کہ اس نے پہلے بھی یہ پیڑ دیکھے ہیں۔ ان پیڑوں میں اب بڑے بڑے پہاڑی کوے پر پھڑ پھڑا رہے تھے اور کاں کاں سے ایک شور مچا رکھا تھا۔ یہ آوازیں کتنی الم انگیز ہیں۔ کووں کی کائیں کائیں اور مینڈکوں کا ٹرانا کچھ اداسی پیدا کر رہا ہے۔ وہ گاؤں میں داخل ہوئے تو گھروں سے اٹھنے والے بھورے بھورے دھوئیں نے ان کے گرد منڈلانے والے مچھروں کو اڑا دیا۔ وہاں چھوٹی سی لنگوٹی باندھے ایک آدمی کھڑا تھا۔ اس نے گود میں بچہ اٹھایا ہوا تھا۔ اس نے پادری کو دیکھا تو پاگلوں کی طرح پورا منہ کھول کر ہنسنے لگا۔ عورتیں اپنی افسردہ جھکی ہوئی آنکھوں سے ان چاروں کو جاتا دیکھتی رہیں۔

گاؤں میں سے ہوتے وہ پھر دھان کے کھیتوں میں نکل گئے ۔ راستہ ڈھلان کے ساتھ نیچے جاتا تھا۔ آخر نمکین ہوا کا ایک جھونکا پادری کے دھنسے ہوئے گالوں سے ٹکرایا۔ نیچے ساحل تھا پر وہ پرانی سی کشتیاں بندھی ہوئی تھی ۔ سپاہی کشتیوں کے نیچے بانس ڈال رہے تھے تو پادری نے ریت میں دھنسے شفتالو رنگ کے گھونگے ہاتھ میں اٹھا لئے اور ان سے کھیلنے لگا۔ اس روز اتنے طویل دن میں یہ پہلی اور واحد خوبصورت چیز اس نے دیکھی تھی ۔ ایک گھونگا کان سے لگا کر اس نے وہ گونجتی آواز سنی جو اس کے بہت اندر کہیں سے آرہی تھی ۔ پھر اچانک اس کے جسم پر زبردست کپکپی طاری ہوگئی جس نے اس کے ہاتھ کو بھی ہلا کر رکھ دیا۔ اس کے ہاتھ میں وہ گھونگا ایک تیز آواز کے ساتھ چور چور ہوگیا’’ کشتی پر بیٹھ جاؤ‘‘ اسے حکم ملا۔

کشتی کے پیندے میں جو پانی کھڑا تھا وہ مٹی میں مل کر سفید ہو رہا تھا۔ اس کے سوجے ہوئے پیروں کو وہ بہت ٹھنڈا لگا۔ اس کے دونوں پاؤں پانی میں تھے اور دونوں ہاتھ کشتی کے دونوں کنارے پکڑے ہوئے تھے اور اس نے آنکھیں بند کیں اور گہرا سانس لیا۔ کشتی وہاں سے رکی تو اس کی نظریں اس پہاڑی پر جم گئیں جہاں وہ آج صبح تک گھومتا پھرا تھا۔ شام کے دھند لکے میں سمندر کے اندر سے اٹھتی ہوئی گہری نیلی پہاڑی ایسے لگ رہی تھی جیسے عورت کی ابھری چھاتی ۔ اس نے ساحل پر نگاہ ڈالی تو ایک آدمی نظر آیا جو بھکاری معلوم ہوتا تھا۔ وہ ادھر ادھر بھاگ رہا تھا۔ بھاگتے ہوئے وہ کچھ کہتا بھی جاتا تھا۔ پھر اس کے پاؤں ریت میں دھنس گئے اور وہ گر گیا۔ ہاں، یہی وہ آدمی تھا جس نے اس کی مخبری کی تھی ۔ کچی جیروگرتا تھا اٹھ جاتا تھا اور پھر گر جاتا تھا۔ وہ چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہا تھا۔ کبھی لگتا وہ سسکیاں بھر رہا ہے اور کبھی لگتا آواز دے رہا ہے۔ مگر وہ جو کچھ کہہ رہا تھا وہ پادری تک نہیں پہنچ رہا تھا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ کیا کہہ رہا ہے۔ اس کے دل میں اس شخص کے خلاف غصہ نہیں تھا۔ اسے اس سے بالکل نفرت نہیں تھی ۔ وہ جانتا تھا کہ جلد یا بدیر وہ ضرور گرفتار کر لیا جائے گا۔ اس کے دل میں قناعت کا جذبہ پیدا ہوگیا تھا۔ اب اسے کوئی فکر نہیں تھی آخر کچی جیرو نے محسوس کر لیا کہ اس کی باتیں پادری کی سمجھ میں نہیں آرہی ہیں۔ وہ ساحل پر پانی میں خاموش کھڑا ہوگیا۔ کسی بانس کی طرح ۔ جوں جوں کشتی دور ہوتی گئی شام کے دھند لکے میں وہ چھوٹا ہوتا چلا گیا۔

رات ہوئی تو کشتی ایک تنگ سی آبی گزرگاہ میں داخل ہوگئی ۔ نیند بھری آنکھیں

کھول کر اس نے دیکھا کہ پہلے والے سپاہی اتر گئے ہیں اور ان کی جگہ دوسرے سپاہیوں نے لے لی ہے۔ وہ جس زبان میں باتیں کر رہے تھے وہ کوئی نیا لہجہ تھا۔ پادری اتنا تھک گیا تھا کہ اس نے ان کی زبان سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی اس کی سمجھ میں صرف اتنا آیا کہ ناگاساکی اور اامورا کا نام بار بار لیا جا رہا ہے۔ اس سے خیال آیا کہ سے وہیں لے جایا جا رہا ہے۔ وہ کوٹھڑی میں تھا تو اس کے اندر اتنی طاقت تھی کہ وہ ایک آنکھ والے مرد اور اس عورت کے لئے دعا کر لیتا تھا جس نے اسے کھیرے دیئے تھے۔ لیکن اب اس میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ اپنے لئے ہی دعا کر سکتا۔ اب اسے پروا بھی نہیں تھی کہ اسے کہاں کر جایا جارہا ہے اور اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ آنکھیں بند کر کے وہ پھر سو گیا کبھی کبھی وہ آنکھیں کھولتا اور ادھر ادھر دیکھتا۔ پانی کی اکتا دینے والی آواز برابر آ رہی تھی۔ ایک سپاہی کشتی کھے رہا تھا اور باقی دو اداس چہرے لئے اندھیرے میں بیٹھے تھے ''حمد' تمجید اور حکمت و شکر' عزت و قدرت اور طاقت' ابدالاباد تک ہمارے خدا کی ہو۔ آمین'' اس نے الفاظ زیر لب کہے جیسے کہہ رہا ہو۔ اس کے لڑکھڑاتے الفاظ اگرچہ وہی تھے جو وہ بے شمار سینٹ کہتے آ رہے تھے جنہوں نے اپنی زندگیاں خدا کی رضا کے لئے وقف کر دی تھیں لیکن اسے یوں محسوس ہوا جیسے یہ الفاظ وہ نہیں ہیں' ان سے مختلف ہیں۔ یہ تجھے کیا ہو رہا ہے؟ کیا تیرا ایمان کمزور ہوتا جا رہا ہے؟ اس کے اندر سے کسی آواز نے سوال کیا۔ اس آواز نے اس کے اندر کراہٹ پیدا کر دی'' تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں تینوں سپاہیوں سے پوچھا۔ اب اس کی آنکھ کھلی رہ گئی تھی۔ وہ لوگ چپ رہے جیسے اسے خوف زدہ کرنا چاہتے ہوں۔ ''ہم کہاں جا رہے ہیں'' اس نے پھر ذرا بلند آواز میں سوال کیا۔

یوکوسے۔ تو اورا'' ان میں سے ایک نے جھجکتی ہوئی آواز میں کہا جیسے وہ شرمندہ ہو۔

اس نے ویلی نانو کی زبان سے کئی بار یوکوسے نو اورا کا نام سنا تھا۔ یہ ایک بندرگاہ تھی جسے مقامی سردار کی اجازت سے فوئیس اور المیدا نے کھولا تھا۔ چنانچہ جو پرتگالی جہاز پہلے ہرادو ٹھہرا کرتے تھے بعد میں اس بندرگاہ پر ٹھہرنے لگے تھے۔ ساحل کے ساتھ والی پہاڑی پر ایک بہت بڑا اجیز ویٹ چرچ تعمیر کیا گیا تھا اور اس پر عظیم صلیب کی گئی تھی۔ وہ صلیب اتنی بڑی تھی کہ مشنری طویل اور تھکا دینے والے سحر کے بعد جب جاپان پہنچے تو انہیں اپنے جہاز سے ہی وہ نظر آ جاتی تھی۔ ایسٹر کے اتوار کو جاپانی باشندے بھی مناجات گاتے اور ہاتھوں میں روشن موم بتیاں لئے جلوس کی شکل اس پہاڑی پر جاتے

MashalBooks.com

تھے ۔ جاگیردار خود بھی یہاں جاتے تھے بلکہ بعض نے تو بپتسمہ بھی لیا تھا ۔

پادری نے کشتی سے ہی آنکھیں چندی کر کے سامنے غور سے دیکھا کہ شاید کسی گاؤں یا بندرگاہ کے آثار نظر آ رہے ہوں ۔ شاید یوکو سے ۔ نو ۔ اورا دکھائی دے رہا ہو ۔ مگر وہاں دور دور تک کسی گاؤں یا گھر کا پتہ نہیں تھا ۔ ادھر اس کا دل کہہ رہا تھا کہ توموگی اور گوتو کی طرح یہاں بھی ضرور عیسائی ہوں گے اور وہ کہیں چھپے ہوں گے ۔ اگر عیسائی ہیں تو کیا انہیں معلوم ہوگا کہ یہاں ایک کشتی میں کسی آوازہ کتے کی طرح ڈر سے کانپتا ایک پادری بیٹھا ہے؟

''یوکو سے ۔ نو ۔ اورا کہاں ہے؟ اس نے ایک سپاہی سے پوچھ ہی لیا ۔

''اب تو اس کا نشان بھی باقی نہیں رہا ۔'' جواب ملا

اس گاؤں کو جلا کر راکھ کرایا گیا تھا اور اس کے باشندوں کو وہاں سے بھگا دیا گیا تھا ۔ اب سمندر اور زمین موت کی طرح چپ تھے صرف سمندر کی موجوں کی وہ دھپ دھپ اس خاموشی کو توڑ رہی تھی جو کشتی کے ساتھ ٹکرا رہی تھیں ۔ اے خدا تو نے ہمیں ہمارے حال پر کیوں چھوڑ دیا ہے؟ وہ کمزور آواز میں دعا پڑھ رہا تھا ۔ وہ گاؤں بھی تیرے لئے ہی تعمیر کیا گیا تھا اور تو نے اسے بھی راکھ کا ڈھیر بن جانے دیا؟ حتیٰ کہ جب لوگوں کو ان کے گھروں سے نکالا گیا تو تو نے ان کے اندر ہمت اور جرات بھی پیدا نہیں کی؟ کیا تو اس مہیب تاریکی کی طرح خاموش رہا جس نے مجھے گھیر رکھا ہے؟ کیوں؟ کم سے کم مجھے تو بتا دے ۔ ہم ایوب کی طرح مضبوط اور صابر نہیں ہیں جسے تو نے کوڑھ میں مبتلا کر کے آزمائش میں ڈالا ۔ ہمارے صبر کی بھی ایک حد ہے ہمیں اور عذاب میں نہ ڈال ۔

اس نے دعا کی مگر سمندر اسی طرح سرد تھا اور تاریکی نے اسی طرح چپ سادھے رکھی ۔ صرف ایک ہی آواز سنائی دے رہی تھی ۔ پانی کی آواز جو بار بار اس کے کانوں سے ٹکرا رہی تھی ۔

کیا میں نے گناہ کیا ہے؟ اس نے اپنے آپ سے سوال کیا ۔ اسے احساس ہوا کہ اگر دعائے تشکر سے اس کے اندر ہمت پیدا نہ ہوئی تو صبر کا دامن اس کے ہاتھ سے چھوٹ جائے گا ۔

چپو کی آواز بند ہوگئی ۔ ایک شخص نے ساحل کی طرف منہ کر کے آواز لگائی ''کوئی ہے؟'' اس کشتی کے چپو تو رک گئے تھے مگر کسی اور کشتی کے چپوؤں کی آواز ہو رہی تھی ۔

رات کے وقت کوئی مچھلیاں پکڑ رہا ہوگا'' اس بار وہ بڈھا بولا جو اب تک خاموش بیٹھا رہا تھا۔ یہ بات اس نے سرگوشی میں کی تھی۔

دوسری کشتی کے چپو بھی رک گئے اور کوئی شخص بہت دھیمی آواز میں ان کا جوب دے رہا تھا۔ پادری کو محسوس ہوا کہ یہ آواز اس نے سنی ہے۔مگر کہاں؟ یہ یاد نہیں آیا۔

اب صبح ہو چکی تھی۔ وہ اومورا پہنچ گئے تھے۔ ہوا کے جھونکوں سے سفید دھند چھٹی تو اس کی نظر ایک قلعہ کی سفید دیوار پر پڑی جو درختوں کے جھنڈے میں گھرا ہوا تھا۔ابھی اس کی تعمیر جاری تھی کیونکہ چاروں جانب تختوں کی پار نظر آرہی تھی۔قلعہ کی پشت پر گھاس پھونس کے جھونپڑے تھے۔ پہلی مرتبہ وہ کوئی جاپانی شہر دیکھ رہا تھا۔ روشنی زیادہ ہوئی تو اس نے دیکھا کہ اس کے ساتھ کشتی میں جو آدمی سوار ہیں ان کے پیروں کے پاس بہت موٹی موٹی لاٹھیاں پڑی ہیں۔ غالباً انہیں حکم دیا گیا تھا اگر وہ بھاگنے کی کوشش کرے تو وہ اسے مار کر سمندر میں پھینک دیں۔

ساحل پر تماشائیوں کا ہجوم تھا۔ سب سے آگے ایک سمورائی کھڑا تھا جس کی آستین کے ساتھ بہت بڑی تلوار لٹک رہی تھی۔سمورائی زور سے کوئی حکم دیتا تو وہ لوگ بیٹھ جاتے پھر حکم دیتا تو کھڑے ہو جاتے۔ وہ سب کشتی کا انتظار کر رہے تھے۔ پادری کشتی سے اترا تو ان لوگوں میں ایک چیخ بلند ہوئی۔اور جب سمورائی اسے اس ہجوم کے درمیان سے لئے جا رہا تھا تو اس نے ان لوگوں کی نظریں دیکھیں جو درد و غم سے بھری ہوئی تھیں۔ وہ خاموش تھا۔ وہ لوگ بھی خاموش تھے۔لیکن ان کے قریب سے گزرتے ہوئے اس نے ہاتھ اٹھا کر انہیں دعا دی تو یکلخت ان کے چہروں پر خوف اور دہشت سی پھیل گئی۔انہوں نے نظریں جھکا لیں۔ کچھ لوگوں نے تو منہ ہی دوسری طرف پھیر لیا۔اگر اچھا وقت ہوتا تو وہ ان زبانوں پر یسوع مسیح کے بدن کی روٹی رکھتا جو اس وقت چپ تھیں مگر اس کے پاس عشائے ربانی کا پیالہ یا شراب کہاں ہے؟ وہ قربان گاہ کہاں ہے جہاں عبادت کی جائے؟

اس کے ہاتھ باندھ کر جب اسے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر بٹھایا گیا تو اس وقت اس ہجوم میں سے ایسی آواز آئی جیسے وہ اس کی تضحیک کر رہے ہوں۔ اس کا مذاق اڑا رہے ہوں۔اومورا کے نام سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کوئی بڑا شہر ہوگا لیکن وہ ان گاؤں سے بالکل مختلف نہیں تھا جو وہ دیکھ چکا تھا۔ وہی گھاس پھونس کے جھونپڑے اور وہی چھپر۔ ننگے پیر عورتیں اپنے کھلے کھلے لباس میں راستے پر گھونگے اور ایندھن لئے لکڑیاں بیچ رہی تھیں۔

وہاں تو ترکاریاں بھی رکھی تھیں ۔ ہاکاما میں ملبوس بھانڈ اور سیاہ لباس میں بونزے راستہ چلتے ٹھر کر اسے دیکھتے اور مذاق اڑانے لگتے ۔ وہ ایک تنگ اور لمبے راستے سے گزر رہا تھا تو کچھ بچوں نے اس پر پتھر بھی پھینکے جو اس کے سر کے پاس سے نکل گئے ۔ اگر ویلی نانو کی بات صحیح ہے تو یہ اوموراوہی جگہ ہے جہاں مشنریوں نے سب سے زیادہ کام کیا تھا۔ جوئیس نے اپنے ایک خط میں لکھا تھا کہ یہاں بڑے بڑے چرچ ہیں اور یہاں کے لوگ ہماری بات توجہ سے سنتے ہیں یہاں کے جاگیردار بھی عیسائی ہوگئے ہیں اور وہ باقاعدہ چرچ میں آتے ہیں ان دنوں گروہ کے گروہ عیسائی ہوگئے تھے ۔ اور آج یہ حال ہے کہ بچے اسے پتھر مار رہے ہیں اور بونزے اس کی بےعزتی کر رہے ہیں اس پر تھوک رہیں ۔ آج کوئی بھی ایسا سمورائی نہیں ہے جو انہیں روک سکے ۔

سڑک سمندر کے ساتھ ساتھ چلتی رہی پھر اس نے ناگا ساکی کی طرف رخ کر لیا۔ جب وہ سوزودا نامی گاؤں سے گزرے تو اس نے دیکھا کہ کھیتوں اور گھروں میں پھول ہی پھول ہیں وہ ان پھولوں کے نام نہیں جانتا تھا۔ ایک مقام پر پہنچ کر سمورائی نے گھوڑے کی باگیں کھینچ لیں ۔ سب رک گئے ایک سپاہی کو حکم دیا کہ پانی لائے ۔ وہ پانی لایا اس نے پادری کو دیا۔ مگر پانی اس کے منہ سے نکل کر اس کے دھنسے ہوئے سینے پر بہ گیا۔

''دیکھو دیکھو یہ کتنا لمبا آدمی ہے ۔'' عورتیں اپنے بچوں کی آستینیں کھینچ کر اس کی طرف اشارہ کر رہی تھیں ۔ وہ اس کا مذاق اڑا رہی تھیں ۔

ان کا یہ چھوٹا سا قافلہ سست روی کے ساتھ دوبارہ آگے بڑھا تو اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ ایک دردناک خیال نے اس کے دل کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ جانے ان خوش نما پھولوں کو پھر دیکھ سکوں گا یا نہیں ۔ چلتے چلتے سمورائی اپنی پروں والی ٹوپیاں اتارتے' ماتھے پر سے پسینہ پونچھتے اور پھر ٹوپیاں سر پر رکھ کر گھوڑے پر سیدھے ہو کر بیٹھ جاتا ۔

اب سڑک دھول سے بھر گئی تھی اور زیادہ پیچ دار ہوتی جا رہی تھی ۔ پادری کی نظر ایک آدمی پر پڑی جو بھکاریوں جیسا دکھائی دیتا تھا۔ وہ لاٹھی پر جھکا ہوا ان کے پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا۔ وہ کچی جیرو تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے ساحل پر وہ منہ کھولے کشتی کو جاتا دیکھ رہا تھا۔ اس طرح اب وہ اپنا کمونو کھولے ان کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ اس نے محسوس کر لیا کہ پادری نے اسے دیکھ لیا ہے ۔ اس لئے وہ پیڑ کے پیچھے چھپنے لگا پادری حیران تھا۔ آخر یہ شخص اس کا پیچھا کیوں کر رہا ہے؟ اس نے تو میرے ساتھ دغابازی کی تھی؟ اسے خیال آیا

کہ رات جو دوسری کشتی ان کے ساتھ آ رہی تھی وہ اس کی تھی ۔اس کچی جیروکی ۔گھوڑے کی چال کے ساتھ اوپر نیچے ہوتے اس کی تھکی نظریں سمندر پر پڑ جاتی تھیں ۔آج سمندر اور بھی سیاہ اور خوف ناک نظر آ رہا تھا۔

سوزودا سے باہر نکلے تو لوگوں کی تعداد بڑھنا شروع ہوگئی ۔بنجارے مویشیوں پر سامان لادے جا رہے تھے ۔مسافر بڑی بڑی چھتریوں کے سے ہیٹ اوڑھے اور تنکوں کے لبادے پہنے اپنے راستے پر چلے جا رہے تھے ۔وہ یہ قافلہ دیکھتے تو سڑک کے کنارے کھڑے ہو کر حیرت سے تماشہ دیکھنے لگتے ۔کبھی کبھی کسان کندھوں سے کدال پھینک کر اس کی طرف دوڑتے تا کہ قریب سے یہ حیرت انگیز چیز دیکھ سکیں ۔اس سے پہلے جاپانیوں کو دیکھ کر پادری کے دل میں انہیں دیکھنے ان کے لباس کا جائزہ لینے اور ان کے چہروں کے تاثرات معلوم کرنے کی خواہش پیدا ہوتی تھی اب نقاہت نے یہ حال کر دیا تھا کہ انہیں دیکھنا بھی مشکل ہوگیا تھا۔ اب وہ آنکھیں بند کئے ان مقامات کا تصور کرتا رہتا جہاں صلیبیں نصب ہیں ۔وہ سوچتا کہ وہاں مناجات پڑھی جا رہی ہوگی ۔دعائیں کی جا رہی ہوں گی ۔پھر وہ اپنی خشک زبان ہونٹوں پر پھیرتا اور دعاؤں کے الفاظ ادا کرنے لگتا۔ وہ دعا جو تمام دینی مدرسوں میں پڑھی جاتی ہے ۔یہ وہ ریاضت ہے جس میں یسوع مسیح کے صبر تحمل کو دھیان میں لایا جاتا ہے ۔جب وہ اپنے کاندھوں پر اپنی صلیب اٹھائے عبادت گاہ کے دروازے سے ڈھلوان راستے پر چلتے ہوئے گلگتا کی طرف جا رہے تھے ۔وہ ایک ایک قدم مشکل سے اٹھا رہے تھے وہ بار بار ڈگمگا جاتے تھے لوگوں کا ہجوم بڑھتا جا رہا تھا۔ ہر شخص آنکھیں پھاڑے انہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ تجسس کے ساتھ ان کے ساتھ چل رہے تھے ''یروشلم کی عورتو' مت رو میرے لئے ۔روؤ اپنے لئے اور اپنے بچوں کے لئے ۔کیونکہ آنے والا ہے وہ دن ۔۔۔'' اس کے دماغ میں یہ الفاظ گھومنے لگے ۔صدیوں پہلے اس شخص نے اپنی سوکھی اور سوجی ہوئی زبان سے ان تمام اذیتوں کو چکھا تھا۔ جنہیں میں آج سہ رہا ہوں ۔اذیتوں میں شرکت کے اس احساس نے اس کے دل و دماغ پر اپنا شفقت بھرا ہاتھ رکھ دیا۔ یہ احساس تازہ اور میٹھے پانی سے بھی زیادہ شیریں تھا۔

پانگے لنگوا......'' اسے لگا کہ خود بخود اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے ہیں ۔بیلا پرمنٹ ہوسٹیلیا اکسیلیم '' کچھ بھی ہو جائے میں اپنے مذہب کی تکذیب نہیں کروں گا ۔اس نے اپنے آپ سے کہا۔

وہ شام کے وقت ایک گاؤں پہنچے جس کا نام ایساہاما تھا۔ وہاں ایک قلعہ تھا جس کے گرد خندق کھدی ہوئی تھی۔ مگر اس قلعہ کی دیواریں کچی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی گھاس پھونس کی جھونپڑیاں تھیں۔ وہ ایک گھر کے پاس پہنچے تو کچھ لوگوں نے جھک کر سمورائی کی تعظیم کی۔ ان لوگوں نے کمر میں تلواریں باندھ رکھی تھیں۔ پھر کچھ لوگ چاولوں سے بھری قابیں لائے۔ سمورائی کھانا کھانے لگے اور اسے کسی کتے کی طرح ایک پیڑ کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ اس کے نزدیک ہی الجھے بالوں والے گداگر زمین پر بیٹھے تھے اور وحشیوں کی طرح اسے تکے جارہے تھے۔ اس کے اندر اب اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ ان کی طرف دیکھ کر مسکراہی دیتا۔ پھر کسی نے ایک پیالہ اس کے سامنے لاکر رکھ دیا۔ پیالے میں چاول کے چند دانے تھے۔ اس نے بے خیالی میں اوپر دیکھا۔ وہ کچی جیرو تھا۔

کچی جیرو ان گداگروں میں بیٹھا تھا۔ وہ آنکھ اٹھا کر پادری کی طرف دیکھتا لیکن جیسے ہی اس سے آنکھیں چار ہوتیں وہ فوراً اپنی نظریں جھکا لیتا۔ پادری اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس شخص کو پادری نے سمندر کے کنارے دیکھا تھا۔ تو اس وقت اس میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ وہ اس سے نفرت ہی کر سکتا۔ مگر اب وہ اس کی فیاضی کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ اسے یاد تھا کہ اس شخص نے اسے سوکھی مچھلی کھلائی تھی جس سے اس کا حلق خشک ہو گیا تھا اور وہ پیاس سے تڑپنے لگا تھا...... ''تو جس کام سے آیا ہے وہ جلدی کر لے'' اسے یسوع مسیح کے الفاظ پھر یاد آئے۔ یسوع مسیح نے یہودا سے یہ الفاظ غصے میں ہی کہے تھے۔ یہوداہ نے ان کے ساتھ دغا کی تھی لیکن یہ الفاظ تو یسوع کی پیار بھری شخصیت کے منافی ہیں؟ انہوں نے ایسی بات کیسے کہی؟ پھر اس نے اس شخص کی طرف دیکھا جو گداگروں میں گھرا بیٹھا تھا۔ اس کے اندر تلخی اور نفرت کا لاوا پھوٹ پڑا۔ ہاں جو کرنا ہے جلدی کر۔ تو جس کام کے لئے آیا ہے جلدی کرنے۔

سمورائی کھانا کھا چکے تو وہ پھر گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ پادری کو بھی اس کے گھوڑے پر بیٹھا دیا گیا۔ اب پھر وہ قافلہ اپنی پہلی سی ست روی کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ راستے میں کھڑے بونزے اس کا مذاق اڑا رہے تھے۔ بچے پتھر مار رہے تھے۔ بنجارے اپنے خچر لئے جارہے تھے۔ بالکل پہلے والا ہی منظر تھا۔ کچی جیرو البتہ گداگروں سے الگ ہو گیا تھا اور لاٹھی ٹیکتا اس کے پیچھے پیچھے آرہا تھا۔ ''تجھے جو کرنا ہے جلدی کر'' پادری بڑبڑایا ''جلدی کر لے جو کرنا ہے۔ جلدی کر لے''

MashalBooks.com

# باب 6

آسمان سیاہ ہونے لگا تھا۔ بادل پہاڑ کی چوٹیوں سے اتر کر میدان کی طرف آ رہے تھے۔ یہ چیز وکانو کا میدان تھا۔ یہاں اکا دکا جھاڑیاں تھیں ورنہ دور دور تک مٹ میلی زمین ہی پھیلی ہوئی تھی۔ سمورائی زور زور سے باتیں کر رہے تھے۔ ان کی باتیں ختم ہوئیں تو پادری کو پھر گھوڑے سے اتار لیا گیا۔ ہاتھ بندھے گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے اس کا سارا جسم اکڑ گیا تھا۔ نیچے اترا تو رانوں میں شدید درد اٹھا کہ وہ زمین پر اکڑوں بیٹھ گیا۔

ایک سمورائی لمبے سے پائپ میں تمبا کو پی رہا تھا۔ پادری نے جاپان آنے کے بعد پہلی بار کسی کو تمباکو پیتے دیکھا تھا۔ اس سمورائی نے دو تین لمبے لمبے کش کئے اور پھر وہ پائپ دوسرے شخص کی طرف بڑھا دیا۔ باقی لوگ للچائی نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔

وہ کافی دیر وہاں بیٹھے رہے۔ اس عرصے میں کچھ لوگ حوائج ضروریہ سے فارغ ہونے جھاڑیوں میں بھی گئے۔ شمال کی جانب آسمان پر اکا دکا بادل تھے لیکن جنوب کی سمت گھٹا بن رہی تھی۔ پادری کبھی کبھی اس راستے پر نظر ڈالتا جدھر سے وہ آئے تھے۔ لیکن کچی جیرو کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ شاید وہ راستے میں ہی کہیں رہ گیا تھا ہوسکتا ہے تھک گیا ہو۔

''آ گئے۔ وہ آ گئے'' مجمع میں سے کوئی چیخا وہ جن کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ سمورائیوں کا ایک اور گروہ اس جانب بڑھا آتا تھا۔ ان کے ساتھ خدمت گار بھی تھے۔ یہ سمورائی ویسے ہی تھے جیسے پادری کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ لیکن پائپ والا سمورائی ایکدم کھڑا ہوا اور گھوڑے پر سوار ہو کر آنے والوں کی طرف سرپٹ دوڑا۔ قریب پہنچ کر اسنے گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے ہی سر جھکا کر ان کی تعظیم کی۔ ادھر سے بھی ایسے ہی سر جھکایا گیا۔ پادری سمجھ گیا کہ اب اسے نئے آنے والوں کے حوالے کر دیا جائے گا۔

سلام و دعا کا سلسلہ ختم ہوا تو اومورا سے آنے والے لوگ شمال کی طرف واپس چلے گئے۔ اسے ناگاساکی سے آنے والوں نے گھیر لیا۔ شمال کی سمت میں بھی دھوپ تھی اسے پھر گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر بٹھا دیا گیا۔

نیا قید خانہ پہاڑی کی چڑھائی پر تھا۔ اس کے گرد درختوں کا جھنڈ تھا۔ وہ قید خانہ نیا تعمیر کیا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اسے گودام کے لئے بنایا گیا ہو۔ اندر فرش ذرا سا اونچا تھا۔ روشنی اس کھڑکی سے آ رہی تھی جس پر سلاخیں جڑی تھیں یا پھر اس جنگل سے آ رہی تھی جس پر سلائیڈنگ دروازہ لگا تھا۔ لکڑی کا یہ دروازہ صرف اتنا کھلتا تھا کہ ایک طشتری اندر کھسکائی جا سکے جسے دن میں ایک بار اس راستے سے کھانا دیا جاتا تھا۔ یہاں آنے کے بعد پوچھ گچھ کے لئے دوبارہ اسے باہر لے جایا گیا جس سے اس نے اس علاقے کو ذرا غور سے دیکھا۔ یہ ایک بہت بڑا احاطہ تھا جسے چاروں طرف سے نوکیلے بانسوں کی باڑھ سے بند کر دیا گیا تھا۔ بانسوں کی نوکیں اندر کو جھکی ہوئی تھیں کہ کوئی ان پر سے چھلانگ نہ لگا سکے۔ اس سے آگے کچی جھونپڑیاں تھیں جن میں پہریدار رہتے تھے۔

کوٹھری میں اس کے ساتھ اور قیدی نہیں تھا۔ وہ دن رات چپ چاپ بیٹھا یا لیٹا باہر بیٹھے پہریداروں کی باتیں سنتا رہتا۔ اس کے لئے ایسا ہی تھا جیسے وہ جزیرہ کی پہلے والی کوٹھری میں بیٹھا ہو۔ وقت کاٹنے کے لئے کبھی کوئی پہریدار اس سے بات بھی کر لیتا تھا۔ ان سے اسے معلوم ہوا کہ یہ علاقہ ناگاساکی کے نواح میں ہے لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ شہر کس طرف ہے۔ دن کے وقت اسے دور سے کام کرنے والے مزدوروں کی آوازیں بھی آتیں۔ کہیں تعمیر کا کام ہو رہا تھا لکڑیاں چیرنے، کیلیں ٹھونکنے اور ہتھوڑا چلانے کی آوازیں وہ پہچان لیا کرتا تھا رات کو پیڑوں سے ٹیٹریوں کی آوازیں آتیں۔ اور وہ انہیں سنتے سنتے سو جاتا۔

جانے کیوں اس قید میں اسے فرق تھا۔ اس کا دل مطمئن تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ کل اس کے ساتھ کیا ہوگا مگر اسے ڈر نہیں تھا۔ اس نے پہریداروں کی خوشامد کر کے ان سے موٹا جاپانی کاغذ اور ایک ڈوری بھی حاصل کر لی تھی۔ اس سے اس نے اپنے لئے تسبیح بنا لی۔ وہ دن بھی بیٹھا تسبیح پڑھتا رہتا۔ رات کو ٹیٹریوں کی آوازیں سنتا تو آنکھیں بند کر لیتا اور یسوع مسیح کی زندگی کا ایام کا ایک واقعہ دماغ میں تازہ کرنے کی کوشش کرنے لگتا۔ بچپن سے یسوع کا چہرہ اس کے خیالوں کا مرکز تھا۔ مسیح کا وہ چہرہ جب انہوں نے پہاڑی

پر وعظ کیا تھا۔ مسیح کا وہ چہرہ جب وہ شام کے وقت گلیلی سے گزر رہے تھے۔ شدید سے شدید اذیت اور کرب میں بھی انسان کے وجود کی گہرائیوں میں اتر جاتی تھیں اس پر جمی رہتیں۔ وہ چہرہ جس سے کبھی کوئی خطا سرزد نہیں ہوئی۔ جس سے کوئی خطا سرزد نہیں ہوسکتی تھی۔ وہ چہرہ جو کسی کے لیے اہانت کا لفظ تک زبان پر نہیں لاتا تھا۔ قید خانے کی تنہائی میں اس چہرے کا خاکہ اس کے ذہن میں آتا تو اس کی کپکپی اور لرزش دور ہو جائی۔ اسی طرح جیسے پانی کی ہلکی ہلکی لرزش سمندر میں غائب ہو جاتی ہے۔ جاپان آنے کے بعد پہلی بار اسے اتنا سکون مل رہا تھا۔ اس کا دل مطمئین تھا۔ کبھی کبھی وہ سوچتا کہ سکون وطمانیت کا یہ وقفہ اس کی موت کا پیش خیمہ تو نہیں ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ اس کی موت کا وقت قریب آ گیا ہے لیکن پھر ایک جانا سا سکون اس کے دل پر چھا جاتا۔

نویں دن اسے کوٹھڑی سے نکالا گیا۔ بند کوٹھڑی میں رہتے رہتے اندھیرے کی ایسی عادت پڑ چکی تھی کہ اچانک آنکھوں پر روشنی پڑی تو اسے ایسا لگا جیسے کسی نے تلوار کی تیز نوک آنکھوں میں جھونک دی ہو۔ پیڑوں سے کسی آبشار کی طرح چڑیوں کے چہچانے کی آوازیں آرہی تھیں۔ پہریداروں کی جھونپڑیوں کے باہر رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے۔ معاً اسے احساس ہوا کہ وہ تو بھگوڑوں کی سی زندگی گزار رہا ہے۔ اس کی داڑھی بے تحاشہ لمبی ہوگئی ہے۔ ہڈیوں پر گوشت لٹک چکا ہے اور بازو پتلی چھڑی بن گئے ہیں۔ وہ سمجھتا تھا کہ اسے پوچھ گچھ لے لیے لے جایا جا رہا ہے لیکن پہریداروں نے ایک جھونپڑی میں لے جا کر اسے اندر دھکیل دیا گیا۔ اسے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟ وہ کچھ نہیں جانتا تھا۔

دوسرے دن اسے وجہ معلوم ہوگئی۔ باہر اچانک خاموشی ٹوٹی اور پہریداروں کی ڈانٹ پھٹکار کی آوازیں آنے لگیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے کئی عورتوں اور مردوں کو گھسیٹ کر کوٹھریوں سے باہر نکالا جا رہا ہے۔ وہ لوگ بھی شاید اس کی طرح کوٹھریوں میں بند تھے۔

''اگر تم نے بات نہ مانی تو ایسی سزا ملے گی کہ تمہارا نام ونشان بھی باقی نہیں رہے گا۔''

مگر قیدی بھی اسی انداز میں جواب دے رہے تھے۔ وہ بھی اونچی آواز میں کچھ کہہ رہے تھے۔

''بند کرو یہ بکواس۔ سن رہے ہو'' پہریداروں اور قیدیوں میں یہ جھگڑا کافی دیر جاری رہا۔ پھر اچانک خاموشی چھا گئی۔ شام پڑی تو زور زور سے دعائیں پڑھنے کی آواز

آنے لگی۔

''اے ہمارے باپ' تو جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا جائے۔ تیری بادشاہی آئے۔ تیری مرضی جیسی آسمانوں پر پوری ہوتی ہے زمین پر بھی ہو۔ ہماری روز کی روٹی آج ہمیں دے اور جس طرح ہم نے اپنے قرض داروں کو معاف کیا ہے تو بھی ہمارے قرض ہمیں معاف کر اور ہمیں آزمائشوں میں نہ لا بلکہ برائی سے بچا۔ کیونکہ بادشاہی اور قدرت اور جلال ہمیشہ تیرے ہی ہیں۔ آمین''

شام کے دھندلکے میں یہ آواز فوارے کی طرح ابھری اور پھر اسی طرح ڈوب گئی۔ کتنی رقت ہے ان آوازوں میں۔ کیسا سوز ہے ان میں۔ اس نے پلکیں جھپکتے ہوئے سوچا۔ پھر اس نے جیسے ان آوازوں میں اپنی آواز بھی ملا دی......مگر تو اپنی خاموشی کیوں نہیں توڑتا؟ اس نے آہستہ سے کہا۔ تجھے ہمیشہ تو خاموش نہیں رہنا چاہئے۔''

دوسرے دن پادری نے پہریداروں سے اجازت طلب کی کہ اسے ان کسانوں سے ملنے کا موقع دیا جائے جن سے کھیتوں میں بے گار لی جارہی ہے۔ اسے اجازت مل گئی۔ وہ ان پانچ چھ مرد عورتوں سے ملنے گیا جو نہایت بے دلی کے ساتھ کدال چلا رہے تھے۔ ان قیدیوں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا تو وہ انہیں پہچان گیا۔ اسے ان کے پھٹے پرانے کپڑے بھی یاد تھے۔ مگر ان کے پیلے چہروں نے اسے پریشان کر دیا۔ اندھیری کوٹھڑی میں رہ کر وہ بالکل زرد ہو گئے تھے۔ وہ بے جان سے دکھائی دے رہے تھے جیسے ان کا خون نچوڑ لیا گیا ہو۔ مردوں کی داڑھیاں بڑھ گئی تھیں اور عورتیں بالکل جھک گئی تھیں۔

''دیکھو دیکھو' ایک عورت چیخی ''یہ فادر ہیں۔ میں تو انہیں پہچانا ہی نہیں۔' اس عورت نے پادری کو گھیرا دیا تھا۔ اس کے ساتھ ایک آنکھ والا مرد بھی تھا وہ اپنے سڑے گلے دانت نکل کر اداسی کے ساتھ ہنسنے لگا۔

اس دن کے بعد اس نے اپنا وطیرہ بنا لیا کہ ہر روز صبح شام وہ ان عیسائیوں سے ملنے چلا جاتا۔ پہریدار بھی جانتے تھے کہ قیدی ان کی اس فراخ دلی سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کریں گے۔ پادری ان کے ساتھ مل کر دعا کرتا۔ وہاں روٹی یا شراب تو تھی نہیں کہ وہ عشائے ربانی کی رسم ادا کرتا البتہ وہ ان کے ساتھ کریدو پیٹر نوسٹر اور ایوے میریا پڑھ لیتا تھا۔ وہ ان کے اعترافات بھی سنتا۔

''بھروسہ نہ کر شہزادوں پر' پر انسان کی اولاد پر۔ ان میں نجات نہیں ہے اس کی روح پیش قدمی کرے گی اور وہ اس امین پر لوٹے گا۔ اس روز ان کے افکار نابود ہو جائیں گے۔ مبارک ہے وہ جس کا مددگار یعقوب کا خدا ہے۔ جس کی امیدیں خداوند ہمارے خدا کے ساتھ وابستہ ہیں' جس نے آسمان اور زمین اور سمندر اور تمام وہ چیزیں بنائیں جو اس کے اندر ہیں۔''

پادری داؤد کے یہ الفاظ اپنی زبان سے ادا کر رہا تھا تو قیدیوں میں سے کوئی کھکارا تک نہیں۔ وہ دھیان لگا کر اس کی بات سن رہے تھے۔ حتیٰ کہ پہریدار بھی پوری توجہ سے اس کی بات سن رہے تھے۔ یہ بائبل کی وہ آیات تھیں جنہیں وہ بار بار دہراتا رہتا تھا لیکن اسے ایسا لگا جیسے ان آیات کے صحیح معانی آج پہلی بار اس پر روشن ہو رہے ہیں۔ دل کی گہرائیوں سے ایک ایک لفظ نئی اہمیت اور نئی توانائی کے ساتھ نکل رہا تھا۔

''مبارک ہیں وہ جو خدا کے نام پر مرے۔ آگے ان کے لئے ......''

''تم اور اس سے زیادہ عذاب نہیں دیکھو گے'' پادری نے جذبات میں ڈوبی آواز میں کہا'' خدا تمہیں ہمیشہ کے لئے تنہا نہیں چھوڑے گا۔ وہی ہے جو تمہارے زخم دھوتا ہے۔ وہی ہاتھ ہے جو ہمارا خون صاف کرتا ہے۔ خداوند ہمارا خدا ہمیشہ خاموش نہیں رہے گا۔''

شام ہوئی تو اس نے کفارہ کی مقدس رسم ادا کی۔ لیکن چونکہ وہاں اعترافات سننے کے لئے متبرک جھروکا نہیں تھا اس لیے اس نے دروازہ کی اس جھری پر اپنا کان رکھ دیا جس سے کھانا دیا جاتا تھا۔ ایک ایک کر کے سب نے اعترافات کئے۔ جب ایک عیسائی اعترافات کر رہا تھا تو دوسرے دور جا کھڑے ہوتے تا کہ رسم کی ادائیگی میں کوئی رکاوٹ نہ پڑے۔ توموگی کے بعد اس روز اس نے دوسری بار اعترافات سنے اور پادری کی حیثیت سے اپنے فرائض ادا کئے۔ پھر خضوع وخشوع کے ساتھ دعا کی کہ اے خدا یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے۔

اعترافات سننے کے بعد اس نے وہ کاغذ اٹھائے جو جاپانی حکام نے اسے دیئے تھے۔ اس نے مرغی کے پر سے قلم بنالیا تھا۔ اب اس نے وہ تمام واقعات لکھنا شروع کئے جو اب تک پیش آئے تھے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کا لکھا پرتگال پہنچ بھی پائے گا یا نہیں البتہ اتنا خیال ضرور تھا کہ شاید وہ ناگاساکی میں کسی چینی باشندے کے ہاتھ لگ جائے۔

اس امید پر وہ لکھتا چلا گیا۔

رات کو وہ اپنی کوٹھڑی کے ندھیرے میں بیٹھا ٹیٹریوں کی آواز سن رہا تھا تو اسے پھر لگا کہ یسوع مسیح اسے غور سے دیکھ رہے ہیں۔ شفاف نیلی آنکھوں والے شفقت ومحبت سے پر اس چہرے پر مکمل طمانیت اور اعتماد کا نور تھا۔

''میں جانتا ہوں تو ہمیں تنہا نہیں چھوڑے گا'' اس نے سرگوشی کی' اس کی نگاہیں اس چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ پھر اسے یوں لگا جیسے وہ چہرہ کچھ کہہ رہا ہو۔ ہاں میں تجھے تنہا نہیں چھوڑوں گا اس نے کان کھڑے کیئے اور آواز دوبارہ سننے کی کوشش کی۔ مگر اب چاروں طرف سناٹا تھا اور گھپ اندھیرا۔ پادری کو محسوس ہوا کہ اس کا دل صاف ہو گیا ہے۔

ایک دن اس نے پھر دروازے کی زنجیر کھلنے کی آواز سنی وہ ہوشیار ہو گیا۔ پہریدار نے سر اندر ڈالا۔'' کپڑے بدل لو۔'' یہ کہہ کر اس نے بھاری لباس اس کی طرف پھینکا۔'' یہ لو۔ اب تمہیں یہ سرخ لباس ''جٹوکو'' اور زیر جامہ مل گیا ہے۔ یہ سب تمہارے ہیں'' پھر پہریدار نے بتایا کہ جٹوکو وہ لباس ہے کو بودھ بھکشو پہنتے ہیں۔

'' بہت بہت شکریہ۔ مگر میں اسے نہیں پہنوں گا۔ واپس لے جاؤ اسے۔'' پادری نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔'' مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔''

'' اچھا؟ تم نہیں لوگے اسے؟ پہریدار بڑے پیار سے اس لباس کو دیکھ رہا تھا اور بچوں کی طرح سر ہلا رہا تھا۔'' مگر یہ تو ہمارے افسروں نے بھیجا ہے ان کا تحفہ ہے'' پادری نے اپنے میلے اور گندے کپڑوں پر نظر ڈالی اور سوچا کہ افسروں نے اس کے لئے بودھ بھکشوؤں کا لباس کیوں بھیجا ہے؟ کیا یہ بھی کوئی چال ہے؟ وہ اسے اس طرح ذلیل کرنا چاہتے ہیں؟ پھر آیا کہ اب حاکم اعلیٰ کے دفتر سے اس کا تعلق پیدا ہو گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب حاکم اعلیٰ سے ملاقات ہونے والی ہے۔

'' اچھا اب جلدی کرو افسر آتے ہوں گے۔''

یہ سن کر اسے دھکا سا لگا۔ یا تو وہ افسروں سے ملاقات کی سوچ رہا تھا یا اس نے ان کے آنے کا سنا تو اسے اچنبھا سا ہوا۔ اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ اس سے پوچھ گچھ اتنی جلدی شروع ہو جائے گی۔ وہ یہ تو جانتا تھا کہ پوچھ گچھ ہو گی مگر اتنی جلدی کا اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ اس پوچھ گچھ کا وہ تصور کرتا تو پیلاطس سے یسوع مسیح کی

ملاقات کا منظراس کی نگاہوں کے سامنے گھوم جاتا۔ ہجوم شور مچا رہا تھا اور پیلاطس حیران و پریشان بیٹھا تھا۔ مسیح خاموش کھڑے تھے۔ مگر یہاں تو جھینگروں کی آواز آ رہی ہے جو اس پر ہر وقت غنودگی طاری کرتی رہتی ہے۔ عیسائی قیدیوں کی کوٹھڑیوں پر سناٹا چھایا ہوا ہے۔

پادری نے پہریدار سے گرم پانی لے کر پہلے منہ ہاتھ دھویا پھر آہستہ آہستہ وہ کپڑے تبدیل کرنے لگا۔ اس نے دھیرے دھیرے آستینوں میں ہاتھ ڈالے۔ نرم نرم لباس اس کے جسم سے مس ہوا تو اسے اچھا لگا۔ وہ اس خیال سے لرز اٹھا کر یہ لباس پہن کر وہ حاکم اعلیٰ سے سمجھوتہ کر رہا ہے۔

احاطے میں ایک ہی قطار میں بہت سے اسٹول رکھے ہوئے تھے۔ اسے کوٹھڑی کے پاس ہی زمین پر بیٹھا دیا گیا۔ وہ گھٹنوں کے گرد بازو حمائل کر کے بیٹھ گیا اور انتظار کرنے لگا۔ اس طرح بیٹھنے کی عادت نہیں تھی اس لیے جلدی ہی تھک گیا اس کے گھٹنوں میں درد ہونے لگا اور وہ پسینے میں شرابور ہو گیا۔ لیکن وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ جاپانی کارندوں پر اپنی تکلیف ظاہر کرے۔ اس نے وہ وقت یاد کیا جب یسوع مسیح کو اذیت دی جا رہی تھی۔ یسوع مسیح شدید کرب میں مبتلا تھے۔ اس وقت خدا کی اپنی حالت کیا ہوگی؟ اس نے اپنی تکلیف پر توجہ ہٹانے کے لئے سوچنا شروع کیا۔ وہ اپنے آس پاس نہیں دیکھ رہا تھا وہ اس وقت یسوع مسیح کے ساتھ تھا۔

کافی انتظار کے بعد گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آئی۔ سرکاری افسر اور ان کے خدام آ رہے تھے۔ یہ آواز سنتے ہی تمام سپاہی گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گئے اور انہوں نے اپنی گردنیں جھکا لیں۔ تھوڑی دیر بعد زمین پر زور زور سے پیر مارتے اور پنکھے جھلتے سمورائی داخل ہوئے۔ وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ وہ پادری کے قریب سے گزرے تو اسے دیکھے بغیر ہی آگے بڑھ گئے پھر وہ اسٹولوں پر جا بیٹھے پہریدار سر جھکائے پیالے لائے اور انہیں پیش کئے۔ انہوں نے چسکیاں لے لے کر گرم پانی پینا شروع کیا۔

پھر دائیں ہاتھ کے آخری اسٹول پر بیٹھے سمورائی نے سپاہیوں کو حکم یا کہ پادری کو اس کے سامنے پیش کیا جائے۔ وہ پادری کو گھسیٹتے ہوئے اس کے سامنے لے گئے۔ پادری کے گھٹنوں میں شدید درد ہو رہا تھا۔

پیچھے جھاڑیوں سے ٹڈے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اس کی پیٹھ پر پسینہ بہ رہا تھا۔ بہت سی نظریں اس کی پیٹھ پر جمی ہوئی تھیں کیونکہ عیسائی قیدیوں کی کوٹھڑیاں اس

کے پیچھے تھیں ۔ وہ سب کان لگا کر اس کی باتیں سن رہے ہوں گے ۔ وہ سننا چاہتے ہوں گے کہ اس کے اور افسروں کے درمیان کیا باتیں ہوتی ہیں ۔ ہاں اب اس کی سمجھ میں آیا کہ انوئے اور دوسرے حکام نے اس سے پوچھ گچھ کے لئے جان بوجھ کر اس مقام کا انتخاب کیا ہے ۔ وہ ان غریب کسانوں کو دکھانا چاہتے ہیں کہ ان کے پادری کو وہ کیسے زچ کرتے ہیں ۔ اسے کیسے شکست دیتے ہیں ۔ اس نے آنکھیں بند کیں اور پڑھنے لگا '' گلوریا پاتری ایٹ فلیو ایٹ اسپریٹوری سینکٹو '' اس نے زبردستی اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ لانے کی کوشش کی ۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ اس کا چہرہ بے جان ہوتا جا رہا ہے جیسے اس کا خون نچوڑ لیا گیا ہو ۔ اب وہ اس کا چہرہ نہیں تھا بلکہ ایک نقاب تھا ۔

'' چکوگو کے حاکم اعلیٰ کو آپ کی تکلیف کا پورا احساس ہے ۔ '' دائیں ہاتھ کے آخری اسٹول پر بیٹھے سمورائی نے اپنی آواز میں ہمدردی کی مٹھاس بھرتے ہوئے کہا ۔ '' فادر ، آپ نے ہزاروں میل کا سفر طے کر کے یہاں تشریف لانے کی زحمت گوارا فرمائی ہے ۔ اس طویل سفر میں آپ نے جو صعوبتیں برداشت کی ہیں ہمیں اس کا پورا خیال ہے ۔ بلاشبہ آپ نے بہت تکلیف اٹھائی ہے ۔ ''

اس کے لہجے میں بہت زیادہ مٹھاس تھی ۔ اتنی مٹھاس کہ پادری کا دل چھلنی ہونے لگا ۔ اس کا دل سینے سے باہر نکلا جا رہا تھا ۔

'' یقیناً ہمیں شدت کے ساتھ اس کا حساس ہے لیکن ہم اپنے فرائض سے مجبور ہیں ۔ ''

اسے خطرہ ہوا کہ کہیں سمورائی کے ان نرم لہجے سے وہ بھی نرم نہ پڑ جائے اور اس سے کہے کہ '' آیئے پھر ہم دوستی کا ہاتھ ملاتے ہیں '' لیکن وہ جلد ہی سنبھل گیا ۔

'' فادر ، ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہے کہ آپ کا عقیدہ سچا ہے یا جھوٹا پرتگال یا اسپین میں اس پر غور ہو سکتا ہے ۔ ہم نے تو اپنے ملک میں آپ کے مذہب پر اس لئے پابندی لگائی گئی ہے کہ اس ملک میں آپ کے مذہب کی ضرورت نہیں ہے ہمارے لیے ہمارا پرانا مذہب ہی کافی ہے ۔ آپ کی تعلیمات سے ہم کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے ۔ ''

جو شخص ترجمان کے فرائض ادا کر رہا تھا وہ سمورائی کی لمبی چوڑی بات کا مختصر ترجمہ کر دیتا تھا ۔ وہ فوراً ہی اصل بات پر آ جاتا تھا ۔ ترجمان جب ترجمہ کر رہا ہوتا تو لمبے لمبے کانوں والا سمورائی پادری کو رحم بھری نظروں سے دیکھتا رہتا ۔

''ہمارے نزدیک حق وصداقت ایک آفاقی چیز ہے۔ وہ کسی ایک جگہ تک محدود نہیں ہے۔'' پادری نے بوڑھے سمورائی کی مسکراہٹ پر اپنی نظریں گاڑ دیں۔''ابھی چند لمحے پہلے آپ نے میرے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا کہ میں نے اتنا لمبا سفر کیا ہے اور اتنی تکلیف برداشت کی ہیں۔ اگر ہمارا عقیدہ نہ ہوتا کہ حق ایک آفاقی حقیقت ہے اور اسے ساری دنیا تک پہنچنا چاہئے۔ تو اتنے بہت سے مشنری اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر یہاں تک کیوں آتے۔حق وصداقت تمام زمانوں اور تمام ملکوں کے لئے ایک ہی ہے۔ اسی لئے ہم اسے حق کہتے ہیں۔ اگر حق جاپان کے لئے کچھ اور اور پرتگال کے لئے اور ہو تو پھر وہ حق نہیں ہے۔''

اس کی بات کا ترجمہ کرتے ہوئے کسی جگہ پر ترجمان اٹک جاتا تو وہ بندر کی طرح ہاتھ کے اشارے سے مطلب سمجھانے کی کوشش کرتا۔ وہ اپنے چہرے پر ایسے تاثرات پیدا کرتا جس سے اس کی بات واضح ہو جاتی۔

بیچ کے اسٹول پر بیٹھا بوڑھا اس کی باتوں پر سر ہلا رہا تھا جیسے وہ پادری کی باتوں سے اتفاق کر رہا ہے۔ سر ہلاتے ہوئے وہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر اس طرح رکھ لیتا جیسے ہاتھ مل رہا ہو۔

''تمام فادر یہی کہتے ہیں۔'' ایک سمورائی نے گویا سب کی ترجمانی کی ''لیکن ایک پودہ جو ایک زمین پر پھلتا پھولتا ہے دوسری زمین پر مرجھا جاتا ہے۔ عیسائیت کے پیڑ میں کسی اور ایک ملک میں پھل پھول لگ جاتے ہوں گے جاپان میں تو اس پر ایک بھی پھل نہیں لگا بلکہ وہ پودہ ہی مرجھا گیا۔''

''پتوں کو مرجھانا نہیں چاہئے اور پیڑ میں پھل پھول آنا چاہئیں۔'' پادری نے اپنی آواز بلند کرتے ہوئے کہا۔''یورپ کو تو جانے دیجے۔ جاپان میں بھی جب یہاں تبلیغ کی اجازت تھی تو عیسائیوں کی تعداد تین لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔''

بوڑھا سمورائی برابر سر ہلا رہا تھا اور ساتھ میں ہاتھ بھی مل جاتا تھا۔ دوسرے افسر ماتھے پر بل ڈالے ترجمان کی بات غور سے سن رہے تھے۔ صرف بوڑھا سمورائی ہی یہ ظاہر کر رہا تھا جیسے وہ پادری سے اتفاق کرتا ہے۔

''اگر پتے نہ نکلیں اور پھول نہ کھلیں تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے پیڑ کو مناسب کھاد نہیں دی گئی ہے۔'' اب جھاڑیوں میں بولنے والے ٹڈوں کی آواز بند ہو گئی تھی۔ سہ پہر کی

MashalBooks.com

دھوپ خوب تیز ہوگئی تھی۔ سرکاری افسر خاموش تھے جیسے انہیں الفاظ نہ مل رہے ہوں۔ پادری کو مسلسل یہ خیال آ رہا تھا کہ اس کے پیچھے کوٹھڑیوں میں بند عیسائی اس کی باتیں سن رہے ہیں۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ ان افسروں کے ساتھ بات چیت میں وہ جیت رہا ہے۔ وہ انہیں لاجواب کر رہا ہے۔ یہ سوچ کر اس کی پیٹھ میں ایک خوش گوار سی سنسنی دوڑ گئی۔

''آپ خواہ مخواہ یہ تماشہ کیوں کر رہے ہیں؟'' پادری نے نہایت نرمی کے ساتھ کہا۔ ''آپ خوب جانتے ہیں آپ کی ان باتوں کا میرے اوپر کوئی اثر نہیں ہوگا اور میں بھی جانتا ہوں کہ میری باتوں سے آپ بھی قائل نہیں ہوں گے۔ پھر اس ناٹک کا کیا فائدہ۔؟''

یہ کہتے ہوئے وہ جذبات سے مغلوب ہوگیا۔ اس احساس نے اس کے اندر اور بھی گرمی پیدا کر دی تھی کہ پیچھے کوٹھڑی میں بند عیسائی اس کی ایک ایک بات سن رہے ہیں۔

''میں یہ بھی جانتا ہوں کہ خواہ میں کچھ بھی کہوں مجھے سزا ضرور ملے گی۔''

ترجمان نے خالص مشینی انداز میں اس کا ترجمہ کر دیا۔ سورج کی کرنوں نے ترجمان کے چہرے کو اور بھی سپاٹ بنا دیا تھا۔ ترجمان نے بات ختم کی تو بوڑھے سمورائی کے ہاتھ بھی رک گئے۔ اس نے پادری کو غور سے دیکھا اور اس طرح بات کی جیسے ضدی بچے کو پھسلایا جا رہا ہو ''ہم کسی فادر کو سزا نہیں دیتے۔''

''مگر انوئے تو ایسا نہیں سوچتے۔ اگر آپ انوئے ہوتے تو مجھے ضرور سزا دیتے'' پادری نے تیزی سے کہا۔ اس پر تمام سمورائی قہقہہ لگا کر ہنسے جیسے پادری نے کوئی لطیفہ سنایا ہو۔

''آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟

''فادر، یہی انوئے ہیں۔ چکوکو کے حاکم اعلیٰ یہی ہیں جو آپ کے سامنے بیٹھے ہیں۔'' پادری کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ وہ منہ پھاڑے اسے دیکھتا رہا وہ بھی کسی معصوم بچے کی طرح اسے دیکھ رہا تھا۔ پادری اسے کیسے پہچانتا۔ اسے توقع ہی نہیں تھی کہ یہ شخص بھی انوئے ہوسکتا ہے۔ ویلی نانو نے تو اسے شیطان بتایا تھا یہی تو تھا جس نے ایک مشنری کو اپنا مذہب چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کے بارے میں تو اس کا تصور کچھ اور ہی تھا۔ اس کا چہرہ تو مکاروں اور عیاروں والا ہونا چاہئے تھا۔ یہ تو سیدھا سادہ انسان ہے۔

یہ تو نہایت منکسر مزاج اور دوسروں کی بات سننے والا انسان دکھائی دیتا ہے۔

چکو گو کے حاکم اعلیٰ نے اپنے ساتھ والے سمورائی کے کان میں کچھ کہا اور کھڑا ہو گیا۔ باقی سمورائی بھی اس کے ساتھ ہی کھڑے ہو گئے اور جس طرف سے آئے تھے اس طرف چلے گئے ۔ ٹڈے پھر بولنے لگے تھے اور سہ پھر کی دھوپ زیادہ تیز ہو گئی تھی اور اسٹولوں کے سائے زیادہ لمبے ہو گئے تھے۔

پھر جانے کیوں پادری کا دل بھر آیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے یہ ایسا ہی تھا جیسے کوئی انسان بہت بڑا کارنامہ انجام دینے کے بعد خوشی سے رونے لگتا ہے۔ اس نے انوئے کو شکست دی تھی ۔ اس کے اندر ایک ہیجان برپا تھا۔ قید خانے میں خاموشی تھی پھر کسی نے مناجات پڑھنا شروع کر دی۔

قدم اٹھ رہے ہیں

ہمارے قدم اٹھ رہے ہیں سوئے معبد عرش اعلیٰ

پہریدار اسے دوبارہ کوٹھڑی میں لے گئے تو یہ آواز وہاں بھی آ رہی تھی ۔ شکر ہے اس نے کم سے کم ان عیسائیوں کا بھرم تو رکھ لیا۔ ان کا دل تو نہیں توڑا۔ اس نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس سے ان غریبوں کا ایمان متزلزل ہو جاتا۔

چاند کی کرنیں سلاخوں سے چھن چھن کر اندر آ رہی تھیں ۔ دیوار پر ایک سایہ سا بن گیا تھا۔ اسے پھر گلیلی کے اس انسان کا چہرہ نظر آیا جس کی نظریں نیچی تھیں مگر وہ اسے دیکھ رہی تھیں ۔ سائے میں بننے والے اس چہرے کو پادری نے خدوخال پہنائے اور اس میں آنکھیں اور منہ دیکھا۔ آج اس نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے وہ خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔

باہر پیروں کی چاپ سنائی دے رہی تھی ۔ پہریدار قید خانے کا گشت لگا رہے تھے ۔ ہر رات وہ اسی طرح گشت لگایا کرتے ہیں ۔

تیسرے دن پہریداروں نے تین قیدی باہر نکالے اور احاطے میں ان سے تین گڑھے کھدوائے ۔ کوٹھڑی کی کھڑکی سے اس نے ایک آنکھ والے آدمی کو پہچانا ۔ وہ گڑھے سے مٹی نکالتا اور ٹوکری باہر لے جاتا۔ دھوپ بہت تیز تھی ۔ اس کا نام ژواں ہے۔ اس نے سوچا وہ ایک لنگوٹی باندھے تھا۔ پسینے میں اس کی پیٹھ تانبے کی طرح چمک رہی تھی۔

یہ گڑھے کیوں کھود رہے ہیں؟ اس نے پہریدار سے پوچھا۔ پہریدار نے بتایا

یہ بہت الخلا بنا رہے ہیں۔ وہ قیدی اتنے گہرے گہرے گڑھے کھود چکے تھے کہ اب وہ ان کے اندر چھپ گئے تھے۔اب صرف باہر پھینکی جانے والی مٹی ہی نظر آ رہی تھی۔

ایک آدمی کو لو لگ گئی اور وہ گر پڑا پہریدار نے پہلے تو اسے ڈانٹا پھر ٹھوکریں مارنا شروع کر دیں۔آخر دوسرے قیدیوں نے اسے اٹھایا اور کوٹھڑی کے اندر لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک پہریدار بھاگا بھاگا پادری کے پاس آیا۔اس شخص کی حالت غیر ہو گئی تھی۔قیدیوں نے آخری رسوم کے لئے پادری کو بلایا تھا۔ پادری وہاں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ مونیکا اور ژواں اس کے پاس بیٹھے ہیں اور وہ مردوں کی طرح بے جان پڑا ہے۔

''پانی پی لے'' مونیکا نے اس کے منہ میں پانی ڈالنے کی کوشش کی لیکن پانی اس کی باچھوں سے باہر نکل گیا۔رات ہوئی تو اس کا سانس اکھڑنے لگا۔چلچلاتی دھوپ میں محنت اس کے لئے موت بن گئی تھی۔ پادری اس پر جھکا اور دعا پڑھنے لگا۔مگر جیسے ہی اس نے صلیب کا نشان بنایا اس نے ہچکی لی اور ختم ہو گیا۔ پہریداروں نے حکم دیا کہ لاش کو جلایا جائے لیکن عیسائی اڑ گئے اسے دفن کیا جائے گا۔دوسرے دن اسے عیسائی طریقے سے دفن کر دیا گیا۔

''ہسا گورو اب خوش ہوگا۔'' ایک عیسائی رشک کے ساتھ بولا'' وہ مصیبت سے چھوٹ گیا اسے ابدی مل گیا۔ دوسرے عیسائیوں نے خالی خالی نظروں سے اسے دیکھا۔

اب بارش ہونے لگی تھی۔قید خانے پر پڑے بڑے سے سائبان اور پیچھے بنی قبر پر پڑنے والی بوندوں کی آواز عجیب سماں پیدا کر رہی تھیں۔ پادری گھٹنوں میں سر دیئے سوچ رہا تھا کہ اسے کب تک یہاں رکھا جائے گا۔ پہریداروں نے اس شرط پر اسے دوسرے قیدوں سے ملنے کی اجازت دے دی تھی کہ کوئی ہنگامہ نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ اسے لکھنے کی اجازت بھی تھی۔وہ حیران بھی تھا کہ اس کے ساتھ یہ نرمی کیوں برتی جا رہی ہے۔

اس نے سلاخوں میں سے دیکھا کہ پہریدار ایک شخص کو ڈانٹ رہے ہیں۔ وہ شخص بغیر آستینوں کی صدری پہنے تھا۔کہیں باہر کا لگتا تھا پہریداروں کو خوشامد کئے جا رہا تھا اور پہریدار اسے ڈانٹ رہے تھے۔

''تم نے پھر یہ حرکت کی تو تمہاری پٹائی کر دی جائے گی۔'' ایک پیریدار نے

لاٹھی گھما کر اسے ڈرایا۔ وہ شخص منہ ہی منہ میں کچھ کہتا باہر چلا گیا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد وہ پھر اندر آ گیا۔ وہ کھڑا بارش میں بھیگ رہا تھا اور اس کی کوٹھڑی کی طرف تک رہا تھا۔ بارش کی وجہ سے کوئی پہریدار باہر نہیں نکل رہا تھا۔

اب وہ شخص پادری کی کوٹھڑی کے نزدیک آیا اور اس کی طرف غور سے دیکھا۔ پادری کا منہ فق ہو گیا۔ وہ یکدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس شخص نے ہمت کی اور بولا ''فادر' میری بات تو سن لو۔''

پادری نے اپنے کان بند کر لیے وہ اس کی آواز بھی نہیں سننا چاہتا تھا۔ وہ اس کی سوکھی مچھلی اور اپنی پیاس کو کیسے بھلا سکتا تھا۔ اگر وہ اسے معاف کرنے کی کوشش بھی کرتا تو اپنے اندر سے غصہ کیسے نکال سکتا تھا۔

''فادر' وہ گڑگڑا رہا تھا۔ جیسے کوئی بچہ اپنی ماں کو منا رہا ہو۔

''آپ میری بات نہیں سنیں گے؟ میں آپ کو دھوکا دیتا رہا ہوں۔ آپ نے مجھے ڈانٹا تھا اس لیے میں آپ سے ناراض ہو گیا تھا۔ میں تمام عیسائیوں سے نفرت کرنے لگا تھا۔ ہاں' میں نے مقدس شبیہ اپنے تلے روندی تھی۔ گندے پیروں سے روندی تھی۔ مگر انسان ہوں۔ میں کمزور انسان ہوں۔ مین موکچی یا اچی زو نہیں ہوں۔''

وہ بولے جا رہا تھا۔ آخر پہریدار بھی برداشت نہ کر سکے وہ باہر آئے اور اسے دھکے دے کر باہر نکال دیا۔ وہ جاتے جاتے بھی یہی چیختا رہا۔ ''مجھے اپنی بات کہنے کا حق ہے۔ مجھ سے پوچھو تو میں نے ایسا کیوں کیا۔ میرے پاؤں درد سے ٹوٹے جاتے ہیں۔ خدا نے مجھے ایسا ہی پیدا کیا ہے۔ میں کمزور ہوں میں بزدل ہوں......''

مجھ سے کیوں توقع کی جاتی ہے کہ میں طاقتور لوگوں کے کام کروں۔ کیا یہ بے انصافی نہیں ہے؟

تھوڑی دیر کے لئے خاموشی چھا گئی اس کے بعد پھر اس کی آواز آنے لگی۔ وہ پہریداروں کی خوشامد کر رہا تھا۔ وہ رو رہو تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

''فادر مجھے بتاؤ میں کیا کروں۔؟ مجھ جیسا ڈرپوک انسان آخر کیا کر سکتا ہے۔ میں نے پیسے لے کر آپ کو دھوکہ نہیں دیا مجھے ڈرایا گیا تھا۔''

''یہاں سے نکلتا ہے یا نہیں؟ پہریدار نے اسے پھر ڈانٹا۔ کچھ پہریدار اپنی کوٹھڑیوں میں واپس چلے گئے تھے اور وہاں سے ڈانٹ رہے تھے۔

''فادر' میری بات سنو۔ میں نے ایسا گناہ کیا ہے جس کا میں کفارہ ادا نہیں کر سکتا۔ اور تم سرکاری افسر و تم بھی سن لو۔ میں عیسائی ہوں۔ مجھے قید میں ڈال دو۔''

پادری نے آنکھیں بند کر لیں اور مناجات پڑھنے کی کوشش کی اسے خوشی تھی کہ اس نے ٹرٹر کرنے والے شخص کو اپنے دل سے نکال دیا ہے۔ کیا یسوع مسیح نے یہوداہ کے لئے دعا کی تھی؟ انجیل مقدس میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ لیکن اگر ایسا ہوتا بھی تو وہ اپنے آپ کو اس کے لئے تیار نہ کر سکتا تھا۔ آخر وہ کہاں تک اس کا بھروسہ کرتا؟ اب وہ معافی مانگ رہا ہے۔ لیکن یہ محض وقتی بات ہے۔ وہ پھر وہی حرکت کرے گا۔

آہستہ آہستہ کچی جیرو کی آواز مدھم پڑتی گئی پھر بند ہوگئی۔ اس نے جھانک کر دیکھا پہریدار اسے گھسیٹ رہے تھے۔ پھر انہوں نے اسے قید خانے میں ڈال دیا۔

رات ہوئی تو منہ بند ہوگیا۔ تھوڑے سے چاول اور نمکین مچھلی جھری میں سے اندر ڈال دی گئی۔ مچھلی بسی ہوئی تھی اور اس میں سے بدبو آرہی تھی۔ ہر رات کی طرح عیسائیوں کے مناجات پڑھنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ اس نے پہریدار سے اجازت لی اور ان کی کوٹھڑی میں چلا گیا۔ وہاں دیکھا کہ ایک کونے میں کچی جیرو بھی سکڑا بیٹھا ہے۔ وہ سب سے الگ تھلگ تھا۔ دوسرے عیسائیوں نے اس کے ساتھ بیٹھنے سے انکار کر دیا تھا۔

''اس آدمی سے ہوشیار رہنا'' انہوں نے پادری کے کان میں کہا'' سرکاری حکام اکثر ایسے کافروں کو اپنے مقصد کے لئے استعمال کرتے ہیں ہمیں پھانسنے کے لئے اسے یہاں ڈالا گیا ہے۔

یہ بات صحیح تھی کہ تکذیب کرنے والے عیسائیوں میں بھیج کر ہنگامہ کھڑا کرایا جاتا ہے اور اس طرح دوسرے عیسائیوں کو بھی تکذیب پر مجبور کیا جاتا ہے۔ ہوسکتا ہے کچی جیرو نے یہ کام کرنے کے لئے پھر رقم وصول کر لی ہو۔ اب پادری کے لئے کچی جیرو پر بھروسہ کرنا مشکل تھا۔

''فادر فادر'' پادری کو دیکھ کر کچی جیرو نے پھر ہاتھ پاؤں جوڑنا شروع کر دئے تھے'' خدا کے لئے مجھے اعتراف کرنے کا موقع دیجئے۔ میں توبہ کرنا چاہتا ہوں۔''

پادری کو یہ حق نہیں تھا کہ کسی کا اعتراف سننے اور اسے دعا دینے سے انکار کر دے۔ اس کے خیال میں اگر کوئی شخص دعا کے لئے درخواست کرے تو وہ انکار نہیں

کر سکتا تھا۔ اس نے دعا دینے کے لئے اپنا ہاتھ اٹھایا اور موقع کی مناسبت سے دعا پڑھتے ہوئے اپنا کان اس کے قریب کر دیا۔ کچی جیرو کے منہ سے بدبو کا بھبکا اس کے منہ پر پڑا تو اس کی آنکھوں کے سامنے اس کا مکار چہرہ اور اس کے پیلے دانت لہرانے لگے۔

''میری عرض سنو فادر'' کچی جیرو ایسے بول رہا تھا کہ دوسرے عیسائی بھی اس کی بات سن رہے تھے۔'' میں مرتد ہوں۔ دس سال پہلے اگر میں مرجاتا تو ایک پکے عیسائی کی طرح سیدھا جنت میں جاتا۔ اس وقت لوگ مجھ سے ایسی نفرت نہ کرتے۔ مگر میں کیا کروں' میں تو ذلت و رسوائی اور ظلم وتشدد کے اس زمانے میں جی رہا ہوں۔ میں معافی مانگتا ہوں۔''

''کیا عیسائیت پر تمہارا اب بھی ایمان ہے؟ پادری نے بدبو کے بھبکوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہوئے سوال کیا۔'' میں تمہاری مغفرت کے لئے دعا کروں گا لیکن میں تمہارے اوپر بھروسہ نہیں کر سکتا۔ سمجھ میں نہیں آتا تم یہاں آئے کیوں ہو؟

کچی جیرو نے ٹھنڈا سانس بھرا اور کچھ کہنے کے لئے پہلو بدلا۔ اب اس کے گندے غلیظ اور بدبودار انسان سے یسوع مسیح محبت کر سکتے ہیں؟ شیطان میں ایک قسم کی طاقت اور خوبصورتی ہوتی ہے جسے برائی کہتے ہیں۔ لیکن اس شخص کے لئے تو یہ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ وہ ان چیتھڑوں کی طرح غلیظ اور گندا ہے جو اس نے پہن رکھے ہیں۔ اپنے جذبات پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے پادری نے مغفرت کے آخری الفاظ دھرائے۔ پھر رسم کے مطابق سرگوشی کی'' سلامت رہو'' پھر وہ اس کے منہ اور بدن کی بدبو سے ہٹ کر جلدی سے دوسرے عیسائیوں کے پاس چلا گیا۔

نہیں نہیں۔ خداوند ہمارے خدا نے جن لوگوں کو پیار سے تلاش کیا ان میں کفر نام کی وہ عورت بھی تھی جو خون میں نہائی ہوئی تھی۔ وہ عورت بھی تھی جسے بدکاری کے الزام میں لوگ سنگ سار کرنا چاہتے تھے۔ وہ سب ایسے لوگ تھے جن میں کوئی خوبصورتی اور کوئی کشش نہیں تھی۔ خوبصورت اور دلکش لوگوں کی طرف تو کوئی بھی متوجہ ہو سکتا ہے۔ لیکن کیا اس توجہ کو محبت کہا جا سکتا ہے؟ اصل محبت وہی ہے جو چیتھڑوں میں لپٹے لوگوں سے کی جائے۔ اپنے اعتقاد کی رو سے پادری اس بات کو مانتا تھا لیکن اس کا دل کچی جیرو کو معاف کرنے کو تیار نہیں تھا۔ معاً اس کے چہرے کے قریب ایک بار پھر یسوع مسیح کا چہرہ آ گیا وہ آنسوؤں میں تر تھا۔ وہ مہربان نظریں اس کی نظروں سے ملیں تو پادری شرمندگی سے پیلا

پڑ گیا۔

شبیہہ مقدس کی بے حرمتی کا کام پھر شروع ہو گیا۔ عیسائیوں کو شہر سے باہر ہنکائے جانے والے گدھوں کی طرح ایک جگہ کھڑا کر دیا گیا۔ اس بار ان کے سامنے پرانے افسر نہیں تھے بلکہ کچھ ماتحت قسم کے ملازم تھے جو تپائیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے سینے پر ہاتھ باندھے ہوئے تھے۔ پہریدار ہاتھوں میں ڈنڈے لئے پہرہ دے رہے تھے۔ آج بھی ٹڈے اپنی تیز آواز میں بول رہے تھے۔ آسمان صاف اور نیلا تھا اور تازہ ہوا چل رہی تھی، لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر برقرار نہیں رہی یکدم گرم ہوا چلنے لگی اور جسموں کو جھلسانے لگی۔ پادری کو اس کی کوٹھڑی سے نہیں نکالا گیا تھا۔ وہ سلاخوں کے ساتھ اپنا چہرہ لگائے باہر ہونے والے ناپاک تماشے کو دیکھ رہا تھا۔

''جتنی جلدی یہ کام کرلو گے اتنی ہی جلدی تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔'' ایک افسر چیخا'' ہم یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ تم ایمانداری اور خلوص دل کے ساتھ اس پیروں تلے روندو۔ یہ تو محض ایک رسم ہے اس چیز پر ذرا سا پاؤں رکھ دینے سے تمہارا ایمان خراب نہیں ہوگا۔''

وہ بار بار ان عیسائیوں کو یہی سمجھا رہے تھے کہ یہ محض رسمی کارروائی ہے۔ تم صرف اس پر پاؤں رکھ دو اور بس۔ تم ایسا کر دو گے تو کوئی یہ نہیں پوچھے گا کہ تمہارا عقیدہ کیا ہے۔ حکم تو صرف اتنا ہے کہ اس شبیہہ پر ہلکے سے پاؤں رکھ دیا جائے۔ پھر تمہیں فوراً چھوڑ دیا جائے گا۔''

چاروں مرد اور عورتیں سپاٹ چہروں کے ساتھ ان کی باتیں سن رہی تھیں۔ پادری نے اپنا چہرہ سلاخوں پر جما رکھا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ افسر آخر چاہتے کیا ہیں۔ چاروں عیسائیوں کے منہ پھولے ہوئے تھے۔ گالوں کی ہڈیاں باہر نکلی ہوئی تھیں اور اندھیری کوٹھڑی میں بند رہ کر ان کے رنگ زرد پڑ چکے تھے۔ وہ کٹھ پتلیوں کی طرح وہاں کھڑے تھے۔ انہیں اپنے اوپر کوئی اختیار نہیں تھا۔

جو ہونا ہے وہ تو ہو کر رہے گا۔ یہ وہ اچھی طرح جانتا تھا۔ لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی اپنی اور ان عیسائیوں کی قسمت پر مہر لگ چکی ہے۔ افسر عیسائیوں سے ایسے باتیں کر رہے تھے جیسے ان سے درخواست کر رہے ہوں التجا کر رہے ہوں عیسائی انکار میں سر ہلا رہے تھے۔ پھر افسر پیچھے ہٹ گئے۔

MashalBooks.com

اب سپاہیوں نے عیسائیوں اوران تپائیوں کے درمیان زمین پر شبیہ مقدس لاکر رکھ دی اور اپنی جگہ واپس چلے گئے۔

ایک افسر نے قیدیوں کی فہرست پر نظر ڈالی اور آواز دی ''اکشو کچی ما' کو بونو اورا' تو بوری۔'' چاروں عیسائی خاموش بیٹھے رہے ایک سپاہی نے غصے میں بائیں طرف بیٹھے ایک قیدی کے ڈنڈا مارا مگر وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ سپاہی نے دو تین مرتبہ پھر اس کے ڈنڈا مارا مگر وہ نہیں اٹھا آخر سپاہی نے زور سے مارا تو وہ سامنے کی طرف لڑھک گیا اور اسی طرح لیٹا رہا۔

''کو بونو اورا۔'' چو کی چی......''

ایک آنکھ والے عیسائی نے تین مرتبہ انکار میں سر ہلایا۔ وہ بالکل بچہ لگ رہا تھا۔

کو بونو اورا......''ھارو۔''

اس عورت نے جس نے پادری کو کھیرا دیا تھا آگے کو جھک کر سر نیچے لٹکا دیا۔ سپاہیہ نے پیچھے سے اسے دھکا دیا مگر وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلی۔ اس نے آنکھ تک نہیں اٹھائی۔

آخر میں بوڑھے ماتیاچی کو پکارا گیا مگر وہ ایسے کھڑا رہا جیسے زمین نے اس کے پیر پکڑ لئے ہوں۔ سرکاری حکام نے اس پر کسی غصے کا اظہار نہیں کیا اور کسی قسم کی ڈانٹ ڈپٹ بھی نہیں کی۔ لگتا تھا انہیں شروع سے ہی اس کی توقع تھی۔ وہ اپنے اسٹول پر بیٹھے آپس میں کھسر پھسر کرتے رہے۔ پھر یکلخت وہ کھڑے ہوئے اور پہریداروں کی کوٹھڑی میں چلے گئے۔

سورج سر پر آ گیا تھا اور دھوپ ان چاروں عیسائیوں کو جھلسا رہی تھی جو وہاں تنہا رہ گئے تھے۔ زمین پر اکڑوں بیٹھے ہوئے ان کے سائے ان کے پیروں میں پڑ رہے تھے درختوں پر ٹڈے بول رہے تھے جیسے وہ چمکیلی دھوپ کا سناٹا توڑنا چاہتے ہوں۔ پہریداروں نے عیسائیوں کے ساتھ باتیں کرنا شروع کر دی تھیں وہ آپس میں ہنسی مذاق بھی کر رہے تھے جیسے قیدیوں کے ساتھ کچھ ہوا ہی نہیں ہو لیکن یکدم پہریداروں کی کوٹھڑی سے ایک افسر نے زور سے پکارا کہ تمام قیدی اپنی کوٹھڑی میں چلے جائیں صرف چو کی چی باہر رہ جائے۔

پادری نے مٹھی میں بھنچی سلاخیں چھوڑیں اور فرش پر بیٹھ گیا وہ نہیں جانتا تھا کہ

MashalBooks.com

اب کیا ہونے والا ہے۔ پھر بھی آج کا دن خیریت سے گزر گیا۔ اس خیال سے اسے اطمینان ہوا'' آج کا دن اگر ساتھ خیریت کے گزر گیا تو آنے والا کل اپنی فکر خود کر لے گا اگر وہ کل تک زندہ رہا......

''اسے اس طرح پھینکنا کتنے افسوس کی بات ہے'' ایک آواز کہہ رہی تھی۔'' ہاں بہت افسوس کی بات ہے'' کس چیز کے بارے میں یہ باتیں ہو رہی تھیں؟ وہ نہیں جانتا تھا مگر ہوا کا رخ اس کی طرف تھا اور پہریدار اور ایک آنکھ والا عیسائی جو باتیں کر رہے تھے وہ اس کے کانوں میں پڑ رہی تھیں۔ سلاخوں پر سے ایک مکھی اتری اور پادری کے سر کے گرد چکر لگا کر بھن بھنانے لگی۔ اس کے پروں کی آواز سے اس پر غنودگی طاری ہونے لگی تھی۔

اچانک کوئی شخص احاطے میں دوڑا۔ پھر شراب سے کسی پر چوٹ پڑنے کی آواز آئی۔ پھر دھم سے کچھ گرا۔ پادری سلاخوں کو پکڑ کر کھڑا ہوا تو افسر اپنی تلوار میان میں رکھ رہا تھا۔ دھوپ میں وہ تلوار چمک رہی تھی۔ گردن اڑائی جا چکی تھی ایک آنکھ والے عیسائی کی لاش زمین پر پڑی تھی۔ ایک پہریدار نے لاش کی ٹانگ پکڑی اور اسے گڑھے کی طرف گھسیٹنے لگا جو عیسائیوں نے کھودے تھے۔ لاش کے گرد کالا کالا خون ایسے پڑا تھا جیسے اس کے لباس پر سیاہ گوٹ لگی ہو۔

معاً قید خانے سے ایک عورت کی تیز آواز بلند ہوئی۔ وہ آواز بلند ہوتی چلی گئی جیسے وہ مناجات پڑھ رہی ہو۔ پھر یکلخت بند ہوگئی اور ساری فضا پر موت کی سی خاموشی چھا گئی۔ سلاخوں پر جمے پادری کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ جیسے ان پر تشنج کی کیفیت طاری ہوگئی ہو اور وہ مفلوج ہو گئے ہوں۔

''دیکھ لو'' ایک افسر پادری کی طرف پیٹھ کئے اور قید خانے کی جانب منہ کئے کہہ رہا تھا۔'' زندگی کے ساتھ ہنسی ٹھٹھا کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ یہ کام مشکل ہے مگر تم لوگ جتنی جلد اسے پورا کر لو گے اتنی ہی جلدی یہاں سے چلے جاؤ گے۔ میں بار بار کہہ رہا ہوں کہ اپنے ایمان اور خلوص نیت کے ساتھ اسے نہ روندو۔ بس ایک مجبوری سمجھ کر اس پر پاؤں رکھ دو اس سے تمہارے ایمان کو تو کچھ نہیں ہوگا۔''

ایک اور سپاہی زور زور سے ڈانٹ ڈپٹ کرتا کچی جیرو کو باہر نکال کر لایا۔ اس کے بدن پر صرف لنگوٹی تھی اور وہ سر سے پاؤں تک کانپ رہا تھا۔ وہ برابر سر جھکا جھکا کر

افسروں کی تعظیم کر رہا تھا۔ پھر اس نے اپنا ہڈیوں بھرا پاؤں اٹھایا اور شبیہ مقدس پر رکھ دیا۔

''بھاگ یہاں سے نکل' جا جلدی'' ایک افسر نے دروازہ کی طرف اشارہ کیا اور کچی جیر ولزرتا کانپتا فوراً وہاں سے غائب ہو گیا۔ اس نے ایک بار بھی مڑ کر اس کوٹھڑی کی طرف نہیں دیکھا جس میں پادری بند تھا۔ لیکن اس نے جو کچھ کیا پادری کے لئے اس کی کوئی حقیقت نہیں تھی۔

احاطے میں پڑنے والی تیز دھوپ آنکھوں کو خیر کر رہی تھی۔ سورج کی ان بے رحم کرنوں کے نیچے وہ کالا رنگ پڑا تھا جو ایک آنکھ والے عیسائی کا خون تھا۔

ٹڈے اسی طرح پیڑوں پر بول رہے تھے۔ ہوا اسی طرح بند تھی اور مکھی اسی طرح پادری کے منہ کے سامنے چکر لگا رہی تھی۔ باہر کی دنیا بالکل نہیں بدلی تھی۔ سب کچھ ویسا ہی تھا۔ ایک انسان مر گیا تھا مگر کہیں بھی کچھ نہیں بدلا تھا۔

''ہوں' تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے؟......'' اس نے سلاخوں کو اپنی مٹھیوں میں زور سے بھینچتے ہوئے سوچا۔ ''حالات یہاں تک آ چکے ہیں......''

لیکن ابھی جو کچھ ہوا ہے اس کی وجہ سے الجھن کا شکار نہیں تھا۔ اس کی الجھن تو یہ تھی کہ احاطے میں اتنا گہرا سناٹا کیوں چھایا ہوا ہے؟ یہ ٹڈے اسی طرح کیوں بول رہے ہیں؟ اور مکھیاں اسی طرح کیوں بھن بھنا رہی ہیں؟ ایک انسان مر گیا ہے اور باہر کی دنیا کو کچھ بھی نہیں ہوا کیا اس سے زیادہ پاگل پن بھی کوئی ہو سکتا ہے؟ کیا یہ شہادت ہے؟ اے خدا' تو کیوں خاموش ہے؟ یہ سامنے ایک آنکھ والا شخص مرا پڑا ہے۔ یہ تیرے لئے مرا ہے۔ تو جانتا ہے نا؟ پھر یہ سکوت کیوں ہے؟ یہ دوپہر کا سکوت اور یہ سناٹا؟ یہ مکھیوں کی بھن بھن یہ پاگل پن اور یہ سارا جور و ستم تیرے سامنے ہے۔ اور تو نے ایسے منہ پھیر لیا ہے جیسے تو بالکل ہی بے نیاز ہے۔ یہ...... یہ...... مجھ سے یہ سب نہیں سہا جاتا۔

خداوند ہمارے خدا رحم کر رحم اس کے لرزتے ہونٹوں سے یہ دعا نکلی۔ مگر الفاظ جیسے ہوا میں تحلیل ہو گئے۔ اے خدا۔ مجھے اور اکیلا نہ چھوڑ اس پر اسرار انداز میں مجھے تنہا نہ چھوڑ...... کیا یہ دعا ہے؟ میرا تو ایمان تھا کہ دعائیں تیری عظمت اور تیری بزرگی کی ثنا اور تمجید کے لئے کی جاتی ہیں لیکن اب میرے منہ سے جو بھی لفظ نکلتا ہے اس سے لگتا ہے جیسے میں کفر بک رہا ہوں۔ کیا میری موت کے دن بھی یہ دنیا ایسی ہی سنگ دلی کے ساتھ چلتی رہے گی؟ اس بے پروائی اور بے نیازی کے ساتھ؟ مجھے قتل کر دیا جائے گیا تو پھر بھی ٹڈے

اسی طرح ٹراتے رہیں گے اور مکھیاں اسی طرح غنودگی طاری کرنے والی بھن بھن کرتی رہیں گی؟ تو کیا میں شہد بننا چاہتا ہوں ؟ کیا میں سچی اور سب سے پوشیدہ شہادت چاہتا ہوں یا ایک عظیم الشان موت کا خواہش مند ہوں؟ کہیں میں یہ سب کچھ اس لئے تو نہیں کر رہا ہوں کہ لوگ میری عظمت کے گن گائیں' میرے نام سے دعائیں مانگیں اور مجھے سینٹ پکاریں۔؟

وہ اپنے گھٹنے سینے کے ساتھ لگا کر بیٹھ گیا اور ٹکٹکی باندھ کر سامنے تکنے لگا۔ ہاں دوپہر سے لے کر تیسرے پہر تک تمام ملک میں اندھیرا چھا گیا۔'' ......''جب اسے صلیب پر چڑھا دیا گیا تو معبد کے اندر سے تین بار نرسنگھا پھونکنے کی آواز آئی۔ ایک بار مختصر' دوسری بار طویل اور تیسری بار پھر مختصر۔ یہودیوں کی مذہبی تقریباً پاش'' کی رسوم شروع ہوگئی تھیں۔ نیلی گیرے دار وعبا میں کاہن اعظم معبد کی سیڑھیوں سے اترا اارقربان گاہ کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ جہاں قربانی پڑی ہوئی تھی۔ اس نے نرسنگھا پھونکا۔ اس وقت آسمان تاریک ہوگیا اور سورج بادلوں کے پیچھے چھپ گیا۔'' ''تاریکی اتر آئی۔ معبد کا غلاف اوپر سے نیچے تک پھٹ کر دوٹکڑے ہوگیا۔'' شہادت کا یہ تصور تھا جو ہمیشہ سے اس کے دماغ پر مرتسم تھا۔ لیکن اس کی آنکھوں کے سامنے ان کسانوں کی بھی مثال ہے جو شہادت دے رہے ہیں وہ شہادت کتنی بے معنی اور بے مصرف ہے۔ کتنی بے کار ہے' بالکل ان جھونپڑیوں کی طرح جن میں وہ رہتے ہیں۔ ان چیتھڑوں کی طرح جو وہ اپنے بدن پر لپیٹتے ہیں۔

## باب 7

پانچ دن بعد چکوگو کے حاکم انوئے سے اس کی دسری ملاقات ہوئی۔ صبح سے موت کا سا سناٹا تھا۔ ہوا رکی ہوئی تھی ایک پتہ بھی نہیں ہل رہا تھا۔ لیکن اب پیڑوں کے پتوں میں تازہ ہوا نے سرگوشیاں شروع کر دی تھیں۔ ہلکی ہلکی ہوا چلنے لگی تھی۔ وہ انوئے کے سامنے کھڑا تھا۔ انوئے کے ساتھ اور کوئی نہیں تھا صرف اس کا ترجمان تھا۔ پادری وہاں پہنچا تو انوئے ایک بڑے سے پیالے سے گرم پانی کی چسکیاں لے رہا تھا۔

مجھے بڑا افسوس ہے' آپ سے اچھی طرح ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہو سکا''
انوئے نے دونوں ہاتھوں میں پیالہ تھاما ہوا تھا اور پادری کو گھور رہا تھا۔ پھر اچانک اس نے ہرادو شہر کا ذکر شروع کر دیا۔''فادر' آپ کو موقع ملے تو ہرادو ضرور جائیں۔'' وہ ایسے کہہ رہا تھا جیسے پادری قید میں نہ ہو آزاد ہو۔ جیسے وہ اپنی مرضی کا مالک ہو۔'' وہاں متسو کا قلعہ جو آبی گزرگاہ کی پہاڑی پر کھڑا ہے''

''جی میں نے مشنریوں سے ہرادو کی تعریف سنی ہے۔ بہت خوبصورت شہر ہے۔''

''میں اسے خوبصورت تو نہیں کہوں گا البتہ وہ دلچسپ ضرور ہے'' انوئے نے یہ

کہتے ہوئے سر کو ہلکا سا جھٹکا دیا......'' جب بھی ہرادو کا ذکر آتا ہے مجھے ایک واقعہ یاد آجاتا ہے۔ یہ واقعہ میں نے کسی سے سنا تھا۔ کہتے ہیں متسورا کی چار کنیزیں تھیں۔ وہ ایک دوسرے سے جلتی تھیں اور ہر وقت لڑتی رہتی تھیں۔ متسورا بہت پریشان تھا۔ وہ ان کی چیخ چیخ سے اتنا تنگ آیا کہ آخر اس نے چاروں کو ہی نکال دیا۔ سنا آپ نے......مگر شاید آپ جیسے جنم جنم کے کنوارے پادری کو یہ واقعہ ناشائستہ معلوم ہو۔''

متسورا واقعی بہت عقل مند آدمی تھا۔'' پادری نے دیکھا کہ انوئے اتنا بے تکلف ہو رہا ہے تو اس نے بھی بے تکلفی شروع کر دی۔

''کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں؟ آپ کی یہ بات سن کر مجھے خوشی ہوئی۔ تو یوں سمجھ لیجئے کہ ہرادو کیا سارا جاپان ہی متسورا ہے'' وہ ہاتھ میں پیالہ گھماتا جاتا تھا۔۔۔۔۔'' اسپین' پرتگال' ہالینڈ اور انگلستان جیسی عورتیں اس مرد کے بارے میں جانے کیا کیا الٹی سیدھی باتیں کرتی رہتی ہیں جس کا نام جاپان ہے''۔

ترجمان نے انوئے کی بات کا ترجمہ کیا تو پادری سمجھ گیا کہ انوئے کیا کہنا چاہتا ہے۔ اس نے گوا اور میکاؤ میں سنا تھا کہ پروٹسٹنٹ ملکوں ہالینڈ اور انگلستان اور کیتھولک اسپین اور پرتگال کے مشنری جاپان میں ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے رہتے تھے۔ بلکہ بہت سے کیتھولک مشنریوں نے جاپانی عیسائیوں کو منع کر رکھا تھا کہ وہ انگریز اور ولندیزی مشنریوں سے نہ ملا کریں۔

''فادر' اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ متسورا عقل مند تھا تو پھر آپ کو یہ بھی مان لینا چاہئے کہ جاپان میں عیسائی مذہب پر پابندی بیوقوفی نہیں ہے۔''

اس کے پھولے پھولے گالوں سے جیسے خون ٹپکا رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ پادری غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بادامی تھیں۔ کسی جاپانی کی ایسی آنکھیں نہیں ہوتیں۔ حیرت کی بات تھی۔ اس کے سر پر ایک بال بھی سفید نہیں تھا۔ کیا یہ خضاب لگاتا ہے۔؟

''ہمارا مذہب ایک وقت میں ایک بیوی کی اجازت دیتا ہے۔'' پادری نے جان بوجھ کر لمبی بات کی۔'' اگر کسی شخص کی قانونی طور پر ایک بیوی ہو تو میرے خیال میں اس کے لئے یہ دانش مندی نہیں ہوگی کہ وہ کنیزوں کا بوجھ بھی اٹھائے۔ بہتر تو یہی ہے کہ جاپان ان چاروں میں سے کسی ایک کو اپنا بنالے۔''

''آپ کی مراد پرتگال سے ہے؟''

''جی نہیں ۔ میرا مطلب ہے ہمارا کلیسا۔ ہمارا عقیدہ......''

ترجمان نے مشین کی طرح اس کا بھی ترجمہ کر دیا۔ اس پر انوئے نے سر جھکا کر ایک زور کا قہقہہ لگایا۔ اس کی عمر کے لحاظ سے یہ قہقہہ بہت ہی زوردار تھا۔ پھر اس نے پادری کی طرف دیکھا۔ اب اس کی آنکھوں میں نرمی نہیں تھی ۔ اب اس کی آنکھیں ہنس نہیں رہی تھیں ۔

''فادر' کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ یہ مرد جسے ہم جاپان کہہ رہے ہیں غیر ملکی بیویوں کے بارے میں سوچنا ہی بند کر دے اور اس ملک میں پیدا ہونے والی بیوی کو ہی پاس رکھے جو اس کی بات سمجھتی ہو۔''

پادری اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے لیکن چونکہ وہ گھما پھرا کر بات کر رہا تھا اس لئے خود پادری نے بھی اسی انداز میں اپنی بات جاری رکھی ......''ہمارے مذہب میں بیوی کی قومیت اتنی اہم نہیں ہوتی اصل اہمیت اس بات کی ہوتی ہے کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ وفادار رہتی ہے یا نہیں ۔''

''سمجھا......لیکن میاں بیوی کی محبت کی بنیاد اگر دلی جذبات ہی ہوتے ہیں تو ہم بدشکل عورت کی محبت کا جواب محبت سے کیوں نہیں دیتے؟'' ''انوئے نے اس طرح اپنا سر اونچا کیا جیسے وہ ایسی دلیل دے رہا ہو جس کا کوئی جواب نہیں ہوسکتا۔'' بدشکل عورت خواہ کتنی ہی شدت کے ساتھ محبت کرے آپ اس سے دور ہی بھاگتے ہیں ۔''

''تو گویا آپ مشنریوں کے کام کو بدشکل عورت کی محبت سمجھتے ہیں؟''

''ہاں' ہم تو ایسا ہی سمجھتے ہیں ۔ اگر آپ کو یہ تشبیہ پسند نہیں ہے تو ہم اسے دوسرے انداز میں کہتے ہیں ۔ جو عورت بچے پیدا نہیں کرتی ہم اسے بانجھ کہتے ہیں ۔ اور ہم کہتے ہیں ایسی عورت چاہت کے قابل نہیں ہوتی ۔''

''اگر ہمارے عقائد جاپان میں زیادہ نہیں پھیلے تو اس میں عقائد کا تو کوئی قصور نہیں ہے۔' اس میں ان لوگوں کا قصور ہے جنہوں نے جاپانی عیسائیوں کو ان کے مذہب سے زبردستی شوہر سے علیحدہ کر دیا جائے ۔''

ترجمان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کا ترجمہ وہ کیسے کرے ۔ اس لئے وہ تھوڑی دیر خاموش رہا ۔ یہ وقت وہ تھا جب ہر روز پادری کو قید خانے سے عبادت کرنے کی

MashalBooks.com

آوازیں آتی تھیں۔مگر اس وقت کوئی آواز نہیں آرہی تھیں۔معاً پادری کو پانچ دن پہلے دی جانے والی موت کی سزا یاد آ گئی۔اس وقت بھی کچھ ایسا ہی سکوت تھا۔نہیں' ایسا نہیں۔اس سے مختلف سکوت تھا۔اس دن ایک آنکھ والے عیسائی کی لاش چلچلاتی دھوپ میں پڑی تھی۔پہریدار جب اسے گھسیٹ کر گڑھے کی طرف لئے جارہا تھا تو یہاں سے وہاں تک خون کی لکیر بنتی چلی گئی تھی جیسے کسی نے برش سے سیاہی مائل سرخ لکیر کھینچ دی ہو۔کیا اس شخص نے جو میرے سامنے بیٹھا ہے میری موت کے پروانے پر بھی دستخط کر دیئے ہیں؟ پادری نے اپنے سامنے بیٹھے اس بوڑھے کو غور سے دیکھا۔

''فادر' آپ اور دوسرے مشنری جاپان کو نہیں سمجھتے۔''

''اور آپ جناب والا......'' پادری نے اسی لہجے میں جواب دیا۔''عیسائی مذہب کو نہیں سمجھتے۔''اس پر دونوں ہنس پڑے۔

''مگر......''انوئے بولا......''تیس سال پہلے جب میں گامو میں شاہی خدمت گار تھا اس وقت میں نے مشنریوں سے تعلیم حاصل کی تھی۔''

''پھر کیا ہوا؟''

''میں جو عیسائی مذہب کی مخالفت کرتا ہوں اس کی وجہ عام لوگوں سے مختلف ہے۔میں نے عیسائی مذہب کو کبھی شیطانی مذہب نہیں کہا۔''

جس وقت انوئے یہ الفاظ بول رہا تھا اس وقت ترجمان کے چہرے پر حیرت اور استعجاب چھایا ہوا تھا۔جیسے اسے یقین نہ آرہا ہو۔چنانچہ جب وہ اس کا ترجمہ کرنے لگا تو وہ ہکلا رہا تھا۔اسے ترجمے کے لئے مناسب الفاظ نہیں مل رہے تھے۔انوئے مسلسل گرم پانی کے پیالے کے ساتھ کھیل رہا تھا۔اس کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں اور وہ برابر مسکرائے جارہا تھا

''فادر' میں چاہتا ہوں اس بڈھے نے اب تک جو باتیں کی ہیں آپ ان میں سے دو باتوں پر ضرور غور فرمائیں۔ایک تو یہ کہ بدشکل عورت کی طرف سے مسلسل محبت کا اظہار مرد کو بیزار کر دیتا ہے اور دوسرے یہ کہ بانجھ عورت کو کسی کی بیوی نہیں بننا چاہئے۔''

اس کے ساتھ ہی انوئے کھڑا ہو گیا۔ترجمان تعظیم کے لئے زمین تک جھکتا چلا گیا۔اس کے دونوں ہاتھ پیٹ پر بندھے ہوئے تھے۔ایک سپاہی نے جلدی سے آگے بڑھ کر انوئے کے پیروں کے پاس چپل رکھے۔اس نے آہستہ آہستہ پاؤں ان میں ڈالے

MashalBooks.com

اس کے بعد اس نے پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا اور احاطے میں غائب ہو گیا۔ کوٹھڑی کے دروازے پر مچھروں کی بھنکار تھی اور باہر سے گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز آ رہی تھی۔

رات ہو چکی تھی اور ہلکا ہلکا مینہ پڑ رہا تھا۔ پیڑوں کے پتوں پر بوندوں کی آواز ایسے آ رہی تھی جیسے کنکریاں برس رہی ہوں۔ بوندوں کی ہلکی ہلکی آواز میں سخت فرش پر سر رکھے رکھے پادری کو وہ انسان یاد آ گیا جسے اسی طرح حاکم وقت کی عدالت میں پیش کیا گیا تھا۔ وہ 7 اپریل کی صبح تھی۔ اس کمزور اور لاغر انسان کو یروشلم کی ڈھلان سے نیچے لے جایا جا رہا تھا تو صبح کے سورج کی کرنیں بحر مردار سے بھی آگے تک پھیلی ہوئی تھیں۔ پہاڑوں کا سلسلہ سنہری روشنی میں نہا رہا تھا اور سدرون کے چشمے کا پانی ہلکی ہلکی آواز کے ساتھ گنگنا رہا تھا۔ اسے آرام کرنے کی مہلت بھی نہیں دی گئی تھی۔ نقل نویسوں اور یروشلم کے بزرگوں نے اسے موت کی سزا سنا دی تھی لیکن ابھی پیلاطس سے اس کی منظوری لینا باقی تھی۔ رومی حاکم پیلاطس کا پڑاؤ شہر سے باہر تھا مگر اس معبد سے زیادہ دور نہیں تھا۔ پیلاطس نے سزا کی خبر سن لی تھی اور وہ ہرکاروں کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔

7 اپریل کی صبح کا یہ واقعہ بچپن سے ہی پادری کے دماغ پر نقش تھا۔ اس نے ایک ایک بات کو اپنے ذہن میں محفوظ کر رکھا تھا۔ وہ لاغر انسان اس کا آدرش تھا۔ اس روز اس لاغر انسان کی آنکھیں دوسرے مظلوم انسانوں کی طرح غم و اندوہ سے بھری ہوئی تھیں۔ ان میں قناعت بھی تھی اور شکایت بھی۔ شکایت ان لوگوں سے جو اس کا ٹھٹھا اڑا رہے تھے۔ اس سے مذاق کر رہے تھے۔ اس کے منہ پر تھوک رہے تھے۔ اور اس ہجوم میں یہودا بھی تھا۔ یہوداہ ان کے ساتھ کیوں چل رہا ہے؟ کیا اس کے دل میں انتقام کی آگ بڑھ رہی ہے؟ کیا وہ اس لاغر انسان کو موت کے آخری کنارے تک پہنچانا چاہتا ہے جسے اس نے بیچ ڈالا ہے؟ ......اب' اس وقت۔ اس کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہو رہا ہے۔ اسے بھی کچی جیرو نے ایسا ہی فروخت کیا ہے جیسے یہودہ نے یسوع کو فروخت کیا تھا۔ اور یسوع کی طرح اس کی قسمت کا فیصلہ بھی دنیا کے صاحب اقتدار ہی کر رہے ہیں۔ تو کیا اس کا اور یسوع مسیح کا نوشتہ ایک ہی ہے؟ اس خیال سے اس کے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ خوشی سے اس کا سینہ پھول گیا۔ یہ خوشی اور یہ مسرت و شادمانی ہر اس عیسائی کی مسرت و شادمانی تھی جس کی آخری خواہش یہی ہوتی ہے کہ یسوع مسیح کے ساتھ اس کا ملاپ ہو جائے۔

لیکن اس نے تو ایک بھی ایسی تکلیف نہیں اٹھائی جو مسیح ناصری نے اٹھائی تھیں۔ اس خیال سے وہ بے چین ہو گیا۔ اس انسان کو پیلاطس کے محل میں ایک ستون کے ساتھ ایسے باندھا گیا تھا کہ اس کے پاؤں زمین سے دو فٹ بلند تھے۔ اس کے ہاتھوں میں میخیں ٹھونکی گئی تھیں اور اسے ان کوڑوں سے مارا گیا تھا جن کے سرے لوہے کے تھے۔ لیکن وہ خواہ اتنے عرصے سے قید میں تھا اور آج تک کسی پہریدار نے اس پر ہاتھ تک نہیں اٹھایا تھا۔ کیا یہ بھی انوئے کی کوئی چال ہے؟ وہ نہیں جانتا تھا لیکن اس کا خیال تھا کہ اب اس کے دن تکلیفوں اور اذیتوں کے بغیر نہیں گزریں گے۔

اس کے ساتھ ایسا کیوں کیا جا رہا ہے؟ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اس نے بے شمار مشنریوں کے قصے سنے تھے انہیں ایسی ایسی اذیتیں دی گئی تھیں کہ ان کے خیال سے یہ بدن پر تھرتھری طاری ہو جاتی تھی۔ ایک مشنری نوارو تھے جنہیں زندہ آگ میں ڈال دیا گیا تھا۔ پھر کاروالوں اور گیبریل تھے جنہیں انزین کے گندھک کے کھولتے چشمے میں بار بار غوطے دئے گئے تھے۔ اور وہ مشنری بھی تھے جنہیں اومورا کے قید خانے میں اتنے دن بھوکا پیاسا رکھا گیا کہ آخر وہ مر گئے۔ لیکن اس کے ساتھ کچھ بھی نہیں ہو رہا ہے۔ ٹھیک ہے وہ قید میں پڑا ہے۔ مگر اسے عبادت کرنے کی اجازت ہے۔ وہ دوسرے عیسائی قیدیوں سے مل سکتا ہے۔ اسے کھانے کو اچھا نہیں ملتا مگر تین بار کچھ نہ کچھ تو ملتا ہی ہے اور پہریدار اور خود حاکم اعلیٰ اس کے ساتھ نرمی کے ساتھ پیش آ رہے ہیں۔ انوئے نے ضابطے کی کاروائی کی اور چلا گیا۔ آخر یہ چاہتے کیا ہیں؟

پادری کو توموگی کی پہاڑی پر کوٹھڑی میں گزرنے والے وہ دن یاد آئے جب وہ اور گارپے یہ سوچتے رہتے تھے کی اگر انہیں اذیتیں دی گئیں تو کیا وہ انہیں برداشت بھی کر لیں گے؟ یہ صحیح ہے کہ اس وقت صرف خدا سے رحم کی دعا ہی مانگی جا سکتی تھی لیکن اس وقت اس کا خیال تھا کی وہ سخت سے سخت اذیت بھی ہنسی خوشی سہہ لے گا۔ وہ خوشی خوشی موت قبول کر لے گا۔ پھر جب وہ پہاڑوں میں چھپتا پھر رہا تھا تو اس وقت بھی اسے پورا یقین تھا کہ اگر پکڑا گیا تو اسے سخت اذیتیں ضرور دی جائیں گی لیکن وہ سمجھتا تھا کہ اس کے راستے میں جتنی بھی مشکلیں آئیں گی وہ ان کا مردانگی کے ساتھ مقابلہ کر لے گا۔

لیکن اب ایسا لگ رہا تھا کہ اس کے قدم ڈگمگانے لگے ہیں۔ کیوں؟ وہ اٹھ بیٹھا اور اس نے سر جھٹکا۔ کیا اس کی ہمت جواب دے رہی ہے؟ پھر یکلخت اس کے اندر سے

MashalBooks.com

ایک آواز ابھری......''ہاں' اور یہ اس لئے ہو رہا ہے کہ یہاں تیری زندگی اتنی زیادہ خوش گوار گزر رہی ہے۔''

جاپان آنے کے بعد اسی قید خانے میں عملی طور پر اسے پادری کی سی زندگی گزارنے کا موقعہ ملا تھا۔ پہلے وہ توموگی میں چھپا رہا۔ پھر پہاڑوں پر مارا مارا پھرا۔ وہاں کچی جیرو کے سوا کسی اور سے اس کی ملاقات ہی نہیں ہوئی۔ اس مقام پر آ کر ہی اسے یہ موقع ملا ہے کہ آرام سے عبادت کرے۔ دوسرے عیسائیوں سے ملے اور بھوک پیاس کے بغیر خدا سے لو لگائے۔

ریت گھڑی سے سرکنے والی ریت کی طرح خاموشی سے دن گزرتے رہے۔ اس کے جسم میں کھنچاؤ اور تشنج کی جو کیفیت تھی آہستہ آہستہ وہ ختم ہوگئی۔ اسے یقین ہونے لگا کہ وہ جس تکلیف اور جسمانی اذیت کو لازمی سمجھتا تھا وہ اس کا مقسوم نہیں ہے۔ سرکاری افسر اور پہریدار اس کے ساتھ نرمی کا سلوک کرتے ہیں حتیٰ کہ گول مٹول اور پھولے پھولے گالوں والا انوئے بھی اس کے سات ہنسی مذاق کرتا ہے۔ اس نے بھی صرف ہرادو کی باتیں کیں اور چلا گیا وہ سوچنے لگ کہ اتنے آرام وسکون کی زندگی گزارنے کے بعد کیا وہ پھر پہاڑوں میں چھپنے پھرنے یا کسی کوٹھڑی میں روپوش ہو کر زندگی گزارنے کا خیال بھی کر سکتا ہے۔؟

اور پھر یکا یک اسے خیال آیا کہ جاپانی افسر اور انوئے اس مکڑی کی طرح تاک لگائے بیٹھے ہیں جس کا شکار جالے میں پھنس گیا ہو اور مناسب وقت کے انتظار میں ہو۔ یہ لوگ انتظار دیکھ رہے ہیں کہ کب اس کے اعصاب کمزور پڑتے ہیں اور کب اس کا جذبہ سرد پڑتا ہے۔ اسے یاد آیا کہ پہلی بار انوئے اس کے سامنے آیا تھا۔ تو وہ زبردستی مسکرانے کی کوشش کر رہا تھا اور عجیب انداز سے اپنے ہاتھ مل رہا تھا۔ اب اس کی سمجھ میں آیا کہ وہ ایسا کیوں کر رہا تھا۔

پھر اسے یاد آیا کہ کل سے اچانک اس کا کھانا بڑھا دیا گیا ہے۔ پہلے اسے دو مرتبہ کھانا ملتا تھا۔ کل سے تین بار ملنے لگا ہے۔ پہریدار بھی اپنے مسوڑھے دکھا کر ہنستے ہیں اور انوئے کی فراخ دلی کی تعریفیں کرتے ہیں......''کھاؤ' کھاؤ۔ ہمارے حاکم صاحب کا حکم ہے۔ ایسا تو کسی قیدی کے ساتھ بھی نہیں ہوتا......

اس دن اس کے لئے لکڑی کے پیالے میں چاول اور سوکھی مچھلی لائی گئی تو اس

MashalBooks.com

نے پہریداروں سے کہا کہ یہ دوسرے عیسائی قیدیوں کو دے آؤ۔ اس پیالے پر پہلے ہی مکھیاں بھنک رہی تھیں۔ شام ہوئی تو پہریدار اس کے لئے دو چٹائیاں لے آئے۔ اب تو اسے یقین ہو گیا کہ یہ کوئی چال ہے۔ تو گویا اس کی اذیتوں کا دن قریب آ رہا ہے۔ اتنے آرام کے بعد اس کا جسم بالکل ہی اذیت برداشت نہیں کر سکے گا۔ پھر اس کے لئے تکلیف سہنا آسان نہیں ہوگا وہ لوگ روحانی طور پر اسے کمزور کر رہے ہیں۔ اس کی طاقت ختم کر رہے ہیں۔ ایک دن اس پر تشدد شروع ہو جائے گا...... ہاں......ان کی یہی چال ہے

گڑھا؟......خندق......کنواں

اس نے جزیرا میں اپنی گرفتاری کے دن ترجمان سے یہ لفظ سنا تھا اب وہی لفظ اس کے دماغ میں پھر ابھرا۔ فریرا کے ساتھ بھی یہی ہوا ہوگا۔ پہلے اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا گیا ہوگا' اسے خوب کھلایا پلایا گیا ہوگا' خوب آرام کے ساتھ اسے رکھا گیا ہوگا۔ پھر جب اس کا جسم اور اس کی روح آرام و آسائش کے عادی ہو گئے ہوں گے تو یکدم اسے اذیت دینا شروع کر دی گئی ہوگی ورنہ تو یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ اتنا عظیم انسان آسانی سے اپنا مذہب چھوڑ دے گا۔ آخر انہوں نے کون سے ایسے سفاکانہ طریقے اختیار کئے ہوں گے؟

''ہم اب تک جتنے لوگوں سے بھی ملے ہیں ان میں جاپانی سب سے زیادہ چالاک معلوم ہوئے۔'' اسے زیویئر کی بات یاد آئی اور وہ مایوسی کے ساتھ ہنس پڑا۔

اس نے کھانا لینے سے انکار کر دیا وہ چٹائی پر بھی نہیں سویا۔ ظاہر ہے پہریداروں نے یہ بات افسروں کو بھی بتائی ہوگی لیکن اسے کسی نے کچھ نہیں کہا۔ کیا وہ سمجھ گئے ہیں کہ ان کی چال ناکام بنانے کے لئے وہ ایسا کر رہا ہے؟ وہ کیسے جانتا؟

انوئے کی آمد کے دس دن بعد ابھی وہ سو ہی رہا تھا کہ باہر شور سا سنائی دیا۔ اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے سلاخوں میں سے دیکھا کہ پہریدار تین عیسائیوں کو قید خانے سے نکال کر لا رہے ہیں۔ ایک سمورائی ان کے ساتھ ہے صبح کے کہر میں اس نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور پہریدار انہیں کھینچ رہے ہیں۔ ان میں سب سے آخر میں آنے والی وہ عورت تھی جس نے اسے کھیرا دیا تھا۔

''فادر'' وہ اس کی کوٹھڑی کے پاس سے گزرے تو انہوں نے آواز لگائی۔'' ہمیں بیگار کے لئے لے جا رہے ہیں۔''

پادری نے سلاخوں سے باہر ہاتھ نکال کر ان میں سے ایک ایک کو دعا دی اور صلیب کا نشان بنایا۔ مونیکا اس کے قریب آ گئی تھی۔ اس نے ہاتھ باہر نکالا تو مشکل سے وہ اس کے ماتھے کو چھو سکا۔ مونیکا نے معصوم بچے کی طرح اپنا غمگین چہرہ اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

سارا دن خاموشی میں گزرا۔ دوپہر کے وقت گرمی بڑھ گئی اور سورج کی تیز کرنیں سلاخوں میں سے کھڑکی کے اندر آنے لگیں۔ پہریدار کھانا دینے آیا تو اس نے پوچھا وہ عیسائی واپس کب آئیں گے؟ اسے جواب ملا کہ اگر کام ختم ہو گیا تو شام تک آ جائیں گے۔ چکوگو کے حاکم اعلی کے حکم سے ناگاساکی میں کئی نئے مندر تعمیر کئے جا رہے ہیں۔ اس وجہ سے زیادہ مزدوروں کی ضرورت پڑ گئی ہے۔

''آج رات اورابون کا تیوھار ہے۔ آپ جانتے ہیں اورابون کیا ہوتا ہے؟''

پھر اس نے بتایا کہ اورابون کی رات کو جاپان کے لوگ رنگ برنگے کاغذوں کی روشن قندیلیں اپنے گھروں کے چھجوں پر لٹکاتے ہیں۔ بچے یہ قندیلیں لے کر اس تیوہار کے مخصوص گیت گاتے سڑکوں پر نکلتے ہیں۔ پادری نے سمجھایا کہ مغرب میں اسی قسم کا ایک تیورھا ہیلوین ہوتا ہے۔ اس میں بھی ایسا ہی کیا جاتا ہے۔

دور کہیں سے بچوں کے گانے کی آواز آ رہی تھی۔ اس نے کان لگا کر سنا۔ وہ گا رہے تھے۔ (۱)

جھنجری آئے جھنجری جائے
جو بھی اس پر پتھر مارے
اس کا ہاتھ ٹوٹ جائے

بچوں کے گانے میں خوشی کے بجائے ایک طرح کی افسردگی تھی۔ یہ آواز ہوا کے ساتھ آتی پھر غائب ہو جاتی شام ہو چکی تھی۔ باہر جھاڑیوں میں جھینگر بولنے لگے تھے۔ پھر رات ہو گئی اور وہ آوازیں بھی بند ہو گئیں۔ مگر عیسائی واپس نہ آئے۔ وہ تیل کے چراغ کی روشنی میں لیٹا ان لوگوں کے بارے میں سوچتا رہا۔ پھر شاید اس کی آنکھ لگ گئی۔ سلاخوں سے چاندنی اندر آئی تو اس کی آنکھ کھل گئی۔ آدھی رات ہو چکی تھی۔ اس کا چراغ بجھ چکا تھا اور تیورھار کا شور شرابہ بھی ختم ہو گیا تھا۔ ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ پتہ نہیں وہ تینوں عیسائی واپس بھی آئے یا نہیں؟......اس نے سوچا۔

MashalBooks.com

صبح کو پہریدار نے اسے جگایا اور کہا کپڑے بدل کر جلدی باہر آ جاؤ۔

''بات کیا ہے؟'' اس نے سوال کیا۔

پہریداروں نے جواب دیا انہیں نہیں معلوم۔ اس نے پوچھا کہاں جانا ہے؟ تو پہریدارں نے اس سے بھی لاعلمی ظاہر کی۔ اسے باہر لے جانے کے لئے صبح کا وقت اس لئے رکھا گیا تھا کہ راستے میں لوگ باگ ایک غیر ملکی کو دیکھ کر خواہ مخواہ حیران نہ ہوں۔

باہر تین سمورائی اس کا انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے بھی یہی بتایا کہ انہیں حاکم اعلیٰ کا یہی حکم ملا ہے انہیں بھی نہیں معلوم تھا کیا ہونے والا ہے۔ اب دو سمورائی اس کے آگے اور دو اس کے پیچھے چلنے لگے۔

صبح کے کہر میں تاجروں کے مکان اپنے بند دروازوں کے ساتھ ایسے اداس اور بوڑھے انسان لگ رہے تھے جو اپنا وقت کاٹ رہے ہوں۔ دونوں طرف دھان کے کھیت تھے۔ جگہ جگہ لکڑی کے انبار لگے ہوئے تھے۔ لکڑی کی سوندھی سوندھی خوشبو کہر میں مل کر عجیب سی مہلک پیدا کر رہی تھی۔ ناگا ساکی جانے والی سڑکیں ان دنوں بننا شروع ہوئی تھی۔ نو تعمیر عمارتوں کے سائے میں بھکاری اور آوارہ گرد چٹائیاں اوڑھے لیٹے تھے۔

''آپ پہلی بار ناگا ساکی آئے ہیں؟'' ایک سمورائی نے ہنس کر اس سے پوچھا۔ ''دیکھئے یہاں پہاڑ ہیں...... ہیں نا؟

ہاں وہاں پہاڑ ہی پہاڑ تھے۔ سامنے ایک صنوبر کا جھنڈ تھا۔ وہاں بہت سی ٹوکریاں رکھی تھیں اور پانچ سمورائی بیٹھے کچھ کھا رہے تھے۔ ان کے منہ چر رہے تھے اور ان کی متجسس نظریں پادری پر لگی ہوئی تھیں۔

درختوں کے جھنڈ کے ساتھ ایک سفید پردہ پڑا ہوا تھا اور اس کے ساتھ کئی اسٹول پڑے تھے ایک سمورائی نے ایک سٹول کی طرف اشارہ کیا اور پادری سے کہا بیٹھ جاؤ۔ پادری کے لئے اس کا یہ سلوک انتہائی اچنبھے کی بات تھی۔ وہ تو یہ توقع کر رہا تھا کہ اسے پوچھ گچھ کی اذیت سے گزرنا پڑے گا۔

بھوری ریت سمندر تک پھیلتی چلی گئی تھی۔ ست رو سمندر پر آسمان کا رنگ گلابی ہو رہا تھا وہ بیٹھا تو ساحل کے ساتھ ٹکرانے والی اکتا دینے والی آواز نے اسے موکچی اور اچی زو کی موت یاد دلا دی۔ اس روز بھی جب وہ ٹکٹکی پر بندھے تھے تو اسی طرح سی گل اڑ رہی تھیں اسی طرح موجیں ساحل سے ٹکرا رہی تھیں۔ سمندر چپ تھا اور خدا بھی حسب

MashalBooks.com

معمول خاموش تھا...... یہ سوال پھر اس کے دماغ میں کیڑے کی طرح کلبلانے لگا۔ آخر خدا کیوں خاموش ہے؟ اسے ابھی تک اس کا جواب نہیں ملا تھا۔

''فادر۔''

پیچھے سے آواز آئی۔ مڑ کر دیکھا تو ایک ترجمان کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اس کے شانوں پر لمبے لمبے بال جھول رہے تھے اور وہ پنکھا جھل رہا تھا۔ وہ خاصہ تنومند چوکور چہرے والا نوجوان تھا۔ پادری نے اس کی آواز سے پہچانا کہ یہ وہ ترجمان ہے جس نے اس سے جزیرہ والی کوٹھڑی میں باتیں کی تھیں۔

''مجھے پہچانا؟ بہت دن ہوگئے آپ سے ملے۔ اس وقت مل کر کتنی خوشی ہو رہی ہے۔ آج کل آپ جس قید خانے میں ہیں وہ نیا نیا ہی بنایا گیا ہے۔ آپ کو وہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟ اس سے پہلے عیسائی مشنری امورا کے سوزودا قید خانے میں رکھے جاتے تھے۔ برسات میں اس کی چھت ٹپکتی تھی اور آندھیوں میں ساری ہوا اندر آتی تھی۔ وہاں قیدیوں کو واقعی بہت تکلیف ہوتی تھی۔''

''حاکم اعلیٰ کب آئیں گے؟'' اس کی بکواس بند کرنے کے لئے پادری نے موضوع بدلا۔ لیکن نوجوان نے اپنی ہتھیلی پر پنکھا مارا اور بولتا رہا۔ ''نہیں نہیں، حاکم چکوگو نہیں آئیں گے۔ ویسے ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ کے خیال میں وہ کیسے آدمی ہیں؟''

''انہوں نے میرے ساتھ بڑی مہربانی کی ہے۔ مجھے تین وقت کھانا مل رہا ہے۔ لیٹنے کو چٹائی ملی ہے۔ میں تو ڈرتا ہوں اس آسائش کی وجہ سے کہیں میرا جسم میرے دل کا ساتھ ہی نہ چھوڑ جائے۔ میرا خیال ہے آپ بھی اسی دن کا انتظار کر رہے ہوں گے؟''

ترجمان نے گھبرا کر منہ پھیر لیا۔ پھر بولا۔ ''اصل میں حاکم اعلیٰ آپ کو ایک صاحب سے ملانا چاہتے ہیں...... وہ صاحب بس پہنچنے ہی والے ہیں۔ وہ بھی آپ کی طرح پرتگالی ہیں۔ آپ ان سے مل کر ضرور خوش ہوں گے۔''

پادری نے ترجمان کی زرد آنکھوں میں جھانکا۔ اس کے ہونٹوں سے مسکراہٹ غائب ہوتی جا رہی تھی معاً اس کے دماغ میں فریرا کا خیال آیا۔ تو یہ بات ہے؟ یہ لوگ مجھے مذہب سے ہٹانے کے لئے فریرا کو لا رہے ہیں؟ اس کے دل میں فریرا کے لئے نفرت نہیں

تھی بلکہ وہ اس پر ترس کھاتا تھا۔ اسی طرح جیسے بلند مرتبہ لوگ کمتر لوگوں پر ترس کھاتے ہیں۔ اب تک وہ اسے ایک گمراہ شخص سمجھ رہا تھا۔ لیکن اب اسے پتہ چلا کہ اس شخص سے ملاقات ہونے والی ہے تو اس دل میں ہلچل سی مچ گئی۔ ایسا کیوں کیا جارہا ہے؟ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔

''آپ ان صاحب کو جانتے ہیں فادر؟''

''ہاں' جانتا ہوں۔''

''اچھا......؟''

ترجمان کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ زور زور سے پنکھا ہلاتے ہوئے بھورے ساحل کی طرف دیکھنے لگا۔ دور کچھ شکلیں نظر آئیں۔ وہ لوگ ادھر ہی آرہے تھے۔''وہ صاحب بھی ان کے ساتھ ہیں''۔

پادری نہیں چاہتا تھا کہ اس کی پریشانی ترجمان پر ظاہر ہو مگر غیر ارادی طور پر وہ ایک دم کھڑا ہو گیا۔ آہستہ آہستہ وہ لوگ صنوبر کے جھنڈ کے قریب آتے گئے۔ اب وہ ایک ایک کا چہرہ دیکھ سکتا تھا۔ دو سمورائی آگے چل رہے تھے۔ ان کے پیچھے تین قیدی تھے جنہیں ایک دوسرے کے ساتھ باندھا ہوا تھا۔ ان کے پیچھے لڑکھڑاتی ہوئی مونیکا چل رہی تھی اور ان سب کے پیچھے اس نے گارپے کا چہرہ دیکھا۔ اپنے رفیق گارپے کا چہرہ۔

''فادر' آپ یہی توقع کر رہے تھے نا؟''

پادری کی نظریں گارپے کے ساتھ ساتھ چل رہی تھیں۔ وہ اس کے چہرہ کی ایک ایک شکن دیکھ رہا تھا۔ گارپے نہیں جانتا ہو گا کہ یہاں پیڑوں کے جھنڈ میں کون اس کا انتظار کر رہا ہے۔ اس کی طرح گارپے بھی کسانوں والے کپڑے پہنے تھا اور اسی طرح اس کے گورے پاؤں عجیب انداز سے باہر نکلے ہوئے تھے، وہ بڑی کوشش کے ساتھ قدم بڑھاتا اور گہرے سانس لیتا پیچھے چلا آرہا تھا۔

پادری کو بالکل حیرت نہیں ہوئی کہ اس کے ساتھی کو بھی پکڑ لیا گیا ہے۔ توموگی کے ساحل پر اترنے کے بعد ہی ان دونوں نے سوچ لیا تھا کہ آخر ایک دن وہ ضرور پکڑیں جائیں گے۔ پادری تو اب یہ جاننا چاہتا تھا کہ گارپے کو یہ لوگ کہاں لے گئے تھے اور اب قید میں اس کے خیالات کیا ہیں۔

''میں گارپے سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''اس نے کہا

''کر لینا' ضرور بات کر لینا' ابھی کافی دن پڑا ہے۔ ابھی تو صبح ہی ہے ایسی بھی کیا جلدی ہے'' پھر پادری کو چڑانے کے لئے ترجمان نے بڑی سی جمائی لی اور پنکھا جھلنے لگا۔

''معاف کیجئے فادر' اس جزیرے پر میں نے آپ سے باتیں کی تھیں تو ایک بات پوچھنا بھول گیا تھا۔ یہ عیسائی جس رحمت اور جس بخشش کی بات کرتے ہیں وہ کیا ہوتی ہے؟

تم بلی چوہے کا کھیل کھیل رہے ہو۔ پادری نے منہ ہی منہ میں کہا۔'' یہ نہایت کمینے پن کی خوشی ہے جو اس وقت تم حاصل کرنا چاہتے ہو۔ یہ بتاؤ تم نے گارپے کو کہاں سے گرفتار کیا اور کیسے گرفتار کیا؟''

''قیدیوں کو سرکاری راز بتانے کی اجازت نہیں ہے۔''

یکلخت سامنے آنے والوں کا جلوس ریت پر ہی رک گیا سپاہی پیچھے گھوڑوں پر سے چٹائیاں اتار رہے تھے۔

''آہا......'' ترجمان نے محظوظ ہو کر اس منظر کو دیکھا۔'' آپ کو معلوم ہے یہ چٹائیاں کس کام آئیں گی؟''

اس کے کہتے ہی سپاہیوں نے وہ چٹائیاں قیدیوں کو جسم پر لپیٹنا شروع کر دیں۔ صرف گارپے کو چھوڑ دیا گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ سب قیدی چٹائیوں میں لپٹے جا چکے تھے۔ اب صرف ان کے سر نظر آ رہے تھے اور وہ انسانوں کے بجائے پتوں میں لپٹے کپڑے دکھائی دے رہے تھے۔

''اب انہیں کشتی پر رکھا جائے گا اور گہرے پانی کی طرف لے جایا جائے گا۔ لیکن وہاں بھی پانی اتنا گہرا ہے کہ تہ نظر نہیں آتی۔''

ساحل سے ٹکرانے والی سست رو موجیں برابر اکتا دینے والی یکساں آواز پیدا کر رہی تھیں۔ آسمان پر بادل چھا گئے تھے اور آسمان سمندر کے زیادہ قریب آ گیا تھا۔

''دیکھئے ایک سپاہی گارپے سے باتیں کر رہا ہے۔''

ترجمان کا خوشی کے مارے برا حال تھا۔ وہ ایسے بول رہا تھا جیسے گنگنا رہا ہو......'' وہ کیا کہہ رہا ہے؟ میرا خیال ہے وہ کہہ رہا ہے۔'' اگر آپ کے دل میں عیسائیت والی ذرا سی بھی دردمندی اور خدا ترسی ہے تو ان بدنصیب عیسائیوں پر رحم کھاؤ جنہیں

کیڑے مکوڑوں کی طرح چٹائیوں میں لپیٹ دیا گیا ہے۔ آپ کو اتنا سنگ دل نہیں ہونا چاہئے کہ وہ موت کے منہ میں چلے جائیں اور آپ خاموشی سے دیکھتے رہیں۔

پادری اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ ترجمان کیا کہنا چاہتا ہے۔ اس کی بات سن کر غصے سے اس کا سارا بدن تھر تھر کانپنے لگا۔ اگر وہ پادری نہ ہوتا تو اس وقت اس شخص کا گلا دبوچ لیتا۔

''سردار کا حکم ہے کہ اگر گارپے اپنے مذہب سے انکار کر دے تو ان تینوں کی جاں بخشی کر دی جائے بہرحال کچھ بھی ہو وہ تینوں تو عیسائیوں سے توبہ کر چکے ہیں کل حاکم اعلیٰ کے دفتر کے سامنے ان تینوں نے مقدس شبیہ کو پیروں تلے روندا تھا۔''

''اچھا!؟ انہوں نے ایسا کیا تھا پھر بھی......؟ پھر بھی؟'' پادری نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر اس کی زبان لڑکھڑا گئی۔

''جن لوگوں سے ہم تکذیب کرانا چاہتے ہیں وہ یہ چھوٹے چھوٹے لوگ نہیں ہیں۔ کئی جزیرے ایسے ہیں جہاں بے شمار کسان ایسے ہیں جو ابھی تک چوری چھپے عیسائی مذہب پر عمل کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو ٹھیک کرنے کے لئے ہم پادریوں سے تکذیب کرانا چاہتے ہیں۔''

''ویٹم پرلیتا پورم' ایڑپارا ٹوٹم'' پادری نے ایوے میریا پڑھنے کی کوشش کی مگر اس وقت اس کا دماغ حاضر نہیں تھا۔ اس کے دماغ میں تو ان ٹڈوں کی آواز گونج رہی تھی جو جھاڑیوں میں بول رہے تھے اور اس کی آنکھیں کالے خون کی وہ لکیر دیکھ رہی تھیں جو قید خانے کے احاطے میں دھوپ سے تپتی زمین پر یہاں سے وہاں تک کھنچتی چلی جا رہی تھی وہ اس سرزمین پر اس لئے وارد ہوا تھا کہ خلق خدا کے لئے اپنی جان قربان کر دے لیکن یہاں تو کچھ اور ہی ہو رہا تھا۔ خلق خدا اس کے لئے اپنی جان قربان کر رہی تھی۔ وہ ایک ایک کر کے اس پر اپنی جان نچھاور کر رہے تھے۔ اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟ وہ سوچ رہا تھا۔ اب تک جو کچھ اس نے سیکھا تھا اس کی رو سے تو اچھائی اور برائی اور خیر و شر کے درمیان تمیز کرنا ممکن تھا اور انسانی اعمال کے اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اس صورت حال میں گارپے کیا کرے؟ اگر وہ مرتد ہونے سے انکار کر دیتا ہے تو وہ تینوں بے گناہ مارے جاتے ہیں اور اگر وہ ان لوگوں کی بات مان لیتا ہے تو وہ اپنی ساری مذہبی زندگی کے ساتھ غداری کا مرتکب ہوتا ہے۔ اپنے سارے کئے کرائے پر پانی پھیر دیتا

ہے۔آخر وہ کیا کرے؟

''فادر' گارپے اب کیا کریں گے؟ میں نے سنا ہے عیسائی مذہب میں رحم کو ہر چیز پر فوقیت دی جاتی ہے اور آپ کہتے ہیں خدا خود رحم کرنے والا ہے...... اوھو...... ذرا ادھر دیکھنا۔دیکھنا دیکھنا......''

سامنے چٹائیوں میں لپٹے دو عیسائی بھاگ کھڑے ہوئے تھے وہ اس طرح تیزی کے ساتھ چلنے لگے تھے جیسے بھاگ جانا چاہتے ہوں۔مگر پیچھے سے سپاہیوں نے انہیں دھکا دیا تو وہ اندھے منہ ریت پر گر پڑے۔صرف مونیکا چٹائی میں لپٹی ست روسمندر کو تکے جارہی تھی۔ پادری کے دل میں اس کھیرے کا ذائقہ ابھرا جو مونیکا نے اسے دیا تھا۔اس کے کانوں نے اس کی ہنسی کی آواز سنی۔

''مرتد ہوجاؤ۔مرتد ہوجاؤ۔''اس کا دل اندر سے چیخا مگر الفاظ زبان پر نہیں آئے' وہ گارپے تک یہ بات پہنچانا چاہتا تھا۔گارپے اس وقت سپاہیوں سے باتیں کررہا تھا۔اس کی پیٹھ پادری کی طرف تھی۔

''مرتد ہوجاؤ۔ہوجاؤ مرتد۔''اس کی پیشانی پسینے سے بھیگ گئی تھی۔اس نے آنکھیں بند کرلیں کہ شاید اس طرح یہ منظر اس کے سامنے سے غائب ہوجائے۔پھر اس نے بزدلی کے ساتھ اپنی پیٹھ بھی موڑ لی۔

''تو خاموش ہے؟ اس لمحے بھی تو خاموش ہے؟''اس نے آنکھیں کھولیں تو چٹائیوں میں لپٹے تینوں عیسائی کشتی کی طرف جارہے تھے۔سپاہی انہیں دھکے دے رہے تھے۔

میں تو مرتد ہوجاتا۔میں ضرور مرتد ہونے کا اعلان کردیتا۔یہ الفاظ اس کے حلق تک آگئے تھے مگر اس نے زور سے دانت بند کر کے انہیں باہر آنے سے روکا۔اب ہاتھوں میں بھالے لئے دو سپاہی قیدیوں کی طرف گئے اور کمر تک اپنے کمونو اٹھا کر کشتی پر چڑھ گئے۔کشتی روانہ ہوگئی۔خداوند' اب بھی وقت ہے۔اس کا سرا الزام میرے اور گارپے کے کاندھوں پر نہ ڈال دینا۔اس کی ذمہ داری تجھے خود قبول کرنا ہوگی۔''لیکن اچانک اس نے دیکھا کہ گارپے کشتی کی طرف بھاگ رہا ہے۔دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے وہ سمندر کے اندر داخل ہوگیا ہے۔وہ پانی کے چھینٹے اڑاتا دوڑا جارہا ہے۔کچھ دوڑتے اور کچھ تیرتے ہوئے وہ کچھ کہہ رہا ہے۔وہ کہہ رہا ہے......''اے خدا ہماری سن

لے......''

اس آواز میں کوئی ملامت یا کوئی شکائیت نہیں ہے۔کوئی غصہ بھی نہیں ہے۔اس کا سر موجوں کے اندر چلا جاتا ہےتو وہ آواز بھی دب جاتی ہے۔سر باہر آتا ہےتو آواز بھی آنے لگتی ہے۔''اے خدا ہماری سن لے...... پھر سپاہیوں نے آگے کو جھک کر اپنے پیلے پیلے دانت دکھائے۔ وہ ہنس رہے تھے۔ایک سپاہی نے اپنا بھالا ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں لے کر گارپے کو ایسے دکھایا جیسے ماردے گا۔گارپے کشتی کے نزدیک پہنچ گیا۔مگر اس کا سر پھر پانی میں چھپ گیا۔اس کی آواز اب ڈوبتی جارہی تھی۔اچانک اس کا سر پھر نمودار ہوا۔اس کے بال سیاہ راکھ کی طرح پانی میں تیر رہے تھےاس کی آواز ڈوبتی ابھرتی برابر آرہی تھی۔وہ کچھ کہہ رہا تھا۔

اچانک کشتی میں بیٹھے ایک سپاہی نے چٹائی میں لپٹے ایک عیسائی کو بھالے کی نوک سے پانی میں دھکیل دیا۔کسی کٹھ پتلی کی طرح وہ گول چٹائی گری اور دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ پھراس تیزی کے ساتھ دوسری چٹائی بھی پانی میں لڑھکا دی گئی۔ آخر میں مونیکا کی باری تھی۔اسے بھی سمندراسی طرح نگل گیا۔لیکن کسی ٹوٹی کشتی کے بہتے تختے کی طرح کالا کالا سرابھی تک پانی میں نظرآرہا تھا۔گارپے چٹائیوں میں لپٹے لوگوں کو بچانے کی کوشش کررہا تھا۔تھوڑی دیر وہ اسی طرح ابھرتا ڈوبتا رہا پھر کشتی سے پیدا ہونے والی لہروں نے اسے بھی اپنے اندر چھپالیا۔

''کتنا دل دوز منظر ہے۔اسے دیکھ کر دل دہل جاتا ہے۔ میں نے کئی بار ایسے منظر دیکھے ہیں مگر ہر بار میرے اوپر دہشت طاری ہوجاتی ہے۔'' ترجمان نے اسٹول پر سے اٹھتے ہوئے کہا۔ پھر آنکھوں میں ساری دنیا کی نفرت اور حقارت بھرتے ہوئے بولا۔''فادر' آپ نے کبھی یہ سوچنے کی زحمت بھی گوارا فرمائی ہے کہ آپ ان غریب کسانوں کو کس عذاب میں مبتلا کررہے ہیں؟محض اپنی غرض کے لئے آپ انہیں قربان کر رہے ہیں۔صرف اس لئے کہ آپ جاپان پر اپنے خواب مسلط کرنا چاہتے ہیں۔خدا کے لئے آنکھیں کھولئے۔ دیکھئے۔ ان بے گناہوں کا خون آپ کی وجہ سے کیا جارہا ہے۔ صرف آپ کی وجہ سے......'' وہ تھوڑی دیر خاموش ہوا پھر ایسے بولا جیسے زہر بھرے الفاظ اس پر تھوک رہا ہو۔''کم سے کم گارپے نیک انسان تو تھا۔اس نے کسی کے لئے اپنی جان تو قربان کی ہے۔آپ کیا ہیں؟ آپ کے اندر تو اتنا اعتماد بھی نہیں ہے۔کیا حق پہنچتا ہے آپ

کو فادر کہلانے کا؟''

جھنجری آئے، جھنجری جائے
جو بھی اس پر پتھر مارے
اس کا ہاتھ ٹوٹ جائے۔

بون کا تیوھار ختم ہو چکا تھا لیکن ابھی دور سے بچوں کے گانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ناگاساکی کے لوگ اپنے بزرگوں کی روحوں کو خوش کرنے کے لئے بھکاریوں میں ترکاریاں اور پھل بانٹ رہے تھے۔ جھاڑیوں میں اسی طرح کیڑے مکوڑے بول رہے تھے مگر اب ان کی آوازوں میں جان نہیں تھی۔

''اب کیا حال ہے؟'' ایک افسر جو روزانہ کی گشت پر تھا پہرے دار سے پوچھ رہا تھا۔

''کوئی فرق نہیں ہے۔ یونہی چپ چاپ بیٹھا دیوار کو تکتا رہتا ہے۔'' پہریدار نے آہستہ سے جواب دیا اور اس کوٹھڑی کی طرف اشارہ کیا جس میں پادری بند تھا۔ افسر نے سلاخوں میں سے اندر جھانکا۔ پادری کھڑکی کی طرف پیٹھ کئے بیٹھا تھا۔ اس کے سر پر دھوپ پڑ رہی تھی۔ دن بھر وہ دیوار کی طرف منہ کئے سمندر میں گارپے کا بہتا سر دیکھتا رہا تھا۔ کبھی کبھی چٹائیوں میں لپٹے وہ تین عیسائی بھی اس کی نظروں کے سامنے آ جاتے جو سنگریزوں کی طرح پانی میں ڈوب گئے تھے۔

وہ سر جھٹکتا تو وہ منظر سامنے سے ہٹ جاتا۔ لیکن جیسے ہی آنکھیں بند کرتا وہ پھر پلکوں کے پیچھے آ کھڑا ہوتا۔

''تمہارے اندر بالکل اعتماد نہیں ہے۔'' ترجمان نے اسٹول پر سے اٹھتے ہوئے کہا تھا۔ ''تمہیں کیا حق پہنچتا ہے اپنے آپ کو فادر کہنے کا؟''

ہاں، وہ ان عیسائیوں کی جان نہیں بچا سکا تھا۔ اس میں تو اتنی اخلاقی جرات بھی نہیں تھی کہ انہیں بچانے کے لئے گارپے کی طرح سمندر کی لہروں کی نذر ہی ہو جاتا۔ ان عیسائیوں پر اسے بہت ترس آیا تھا وہ سر سے پاؤں تک کانپ گیا تھا۔ لیکن ترس کھانا عمل تو نہیں ہوتا۔ وہ محبت کا شدید جذبہ بھی نہیں تھا...... نفسی ہیجان کی طرح رحم بھی جبلی قوت سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ عرصہ پہلے مدرسہ کی سخت بنچوں پر بیٹھ کر اس نے یہ سبق پڑھا تھا۔ لیکن اس وقت وہ صرف ایک کتابی علم ہی تھا۔

''ذرا سوچئے...... یہ خون محض آپ کے لئے ہی نہ رہا ہے۔ بے چارے کسانوں کا خون دھرتی کا سینہ لال کر رہا ہے......''

اور دھوپ میں نہائے قید خانے کے احاطے میں خون بہ رہا تھا۔ بہے جا رہا تھا۔ ترجمان کہتا تھا کہ یہ مشنریوں کی خود غرضی اور ان کا پاگل پن ہی تو ہے جس کی وجہ سے معصوم جانوں کے خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔ چکوگو کے حاکم اعلیٰ نے مشنریوں کی اس خود غرضی کو بدشکل عورت کے کسی مرد کے پیچھے پڑ جانے سے تشبیہ دی تھی اور اس نے کہا تھا کہ کوئی بھی مرد اسے برداشت نہیں کر سکتا۔

اس کی نظروں کے سامنے ترجمان اور انوئے کے چہرے پھر گھومنے لگے ترجمان قہقہے لگا رہا تھا اور انوئے کا گول مٹول گوشت سے بھر چہرا اسے گھور رہا تھا۔ کبھی ایک چہرہ اوپر آ جاتا اور کبھی دوسرا......'' آپ ان لوگوں کے لئے اپنی جان قربان کرنے اس ملک آئے تھے' مگر اس کی جگہ یہ لوگ آپ کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں......اپنی جانیں نچھاور کر رہے ہیں۔''

حقارت سے بھرے ان چہروں نے پادری کے زخم ہرے کر دیئے۔ وہ چہرے ان زخموں پر نمک چھڑک رہے تھے۔ اس نے زور سے سر جھٹکا۔ نہیں ...... یہ کسان اس کے لئے اپنی جانیں قربان نہیں کر رہے ہیں۔ وہ خود ہی اپنی موت کو گلے لگا رہے ہیں۔ کیونکہ ان کا ایمان پختہ ہے۔ وہ صاحب ایمان ہیں......لیکن اسے لگا کہ اب یہ دلیل بھی اس کے زخم نہیں بھر سکتی۔

ایک ایک کر کے دن گزرتے رہے۔ جھاڑیوں میں ٹڈوں کی بے جان آوازیں اسی طرح آتی رہیں۔

''اب کیا حال ہے؟'' یہ ایک افسر کی آواز تھی جو گشت پر تھا۔

''کوئی فرق نہیں ہے۔'' دن بھر بیٹھا دیوار کو تکتا رہتا ہے۔'' پہریدار نے یہ کہتے ہوئے اسی طرح کوٹھڑی کی طرف اشارہ کیا۔ وہ دھیمی آواز میں بول رہا تھا۔

''مجھے حکم ملا ہے کہ حالات کا معائینہ کروں۔ ہر کام چکوگو کے حاکم کے منصوبے کے مطابق ہو رہا ہے۔'' افسر نے سلاخوں پر سے اپنا چہرہ ہٹایا۔ اس کے چہرے پر کامیابی کی مسکراہٹ کھیل رہی تھی جیسے اپنے مریض کی بیماری میں افاقہ دیکھ کر ڈاکٹر کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل جاتی ہے۔

اوبون کا تیوھار ختم ہو چکا تھا۔ ناگاساکی کی گلیاں خاموش تھیں۔ مہینے کے آخر میں یوم تشکر منایا گیا اور ہر گاؤں کے سردار نے حاکم اعلیٰ کو دھان کی نئی فصل کے چاول تحفے میں پیش کئے۔ قاعدہ یہ تھا کہ یکم اگست کو ہر افسر اور ہر شہر و ہر گاؤں کا نمائندہ سفید عبا پہن کر حاکم اعلیٰ سے دفتر میں حاضر ہوتا تھا۔

آسمان پر آہستہ آہستہ چودھویں کا چاند نمودار ہوا۔ قید خانے کے پیچھے درختوں کے جھنڈ میں الو اور ٹیٹریاں بولنے لیں۔ درختوں کے جھنڈ پر بادلوں کی اوٹ سے گول گول چاند نکلا تو عجیب ہیبت ناک انداز میں اس کا رنگ لال ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر جھلک دکھا کر چاند پھر بادلوں کی اوٹ میں چلا گیا۔ بوڑھے آدمی نے دبی آواز میں بدشگونی کی کہ آنے والا سال اپنے ساتھ زیادہ تباہیاں لائے گا۔

وہ اگست کی 13 تاریخ تھی۔ ناگاساکی میں لوگ اس دن مچھلی کی سلاد بناتے ہیں اور شکر قندیاں اور لوبیا پکاتے ہیں۔ اس دن حاکم اعلیٰ کے دفتر کے ملازم اپنے حاکم کو مچھلی اور کیک پیش کرتے ہیں جس کے جواب میں حاکم اعلیٰ انہیں ساکے پلاتا ہے اور شوربہ اور حلوہ کھلاتا ہے۔

پہریداروں نے رات گئے تک خوب شراب پی۔ پینے والوں کا غل غپاڑہ اور پیالے ٹکرانے کی آوازیں مسلسل آتی رہیں۔ پادری زمین پر بیٹھا تھا اور اس کے جھکے کاندھے اس چاندنی میں نہا رہے تھے جو سلاخوں سے اندر آ رہی تھی۔ اس کا لاغر جسم دیوار پر سایہ بنا رہا تھا۔ باہر پیڑ پر جھینگر کی آواز آتی تو وہ اچھل پڑتا۔ اپنی دھنسی ہوئی آنکھیں بند کر کے اس نے وہ اندھیرا اپنے اندر اتارنے کی کوشش کی جو اس کے چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ اس رات جب وہ سب لوگ جنہیں وہ جانتا تھا گہری نیند کے مزے لے رہے تھے۔ اس کے سینے میں تیز چبھن سی ہوئی اور اسے اسی طرح کی ایک اور رات یاد آ گئی۔ ہاں، وہ رات تھی جب وہ شخص گتسمینی کی اس بھوبل زمین پر سر جھکائے بیٹھا تھا جو دن بھر تیز دھوپ میں تپتی رہی تھی۔ وہ تنہا تھا، بالکل اکیلا، اس کے حواری گہری نیند کے مزے لے رہے تھے۔ اس دم اس شخص نے کہا۔ ''میری جان نہایت غمگین ہے۔ یہاں تک کہ مرنے کی نوبت آ گئی ہے۔'' اور اس کے پسینے کے قطرے خون کے قطرے بن گئے۔ وہی چہرہ تھا جو اس کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ یہ چہرہ سینکڑوں ہزاروں بار اس کے خواب میں آیا تھا لیکن عجیب بات تھی کہ اس وقت پسینے میں نہایا اور درد و کرب میں ڈوبا ہوا چہرا اسے اپنے

آپ سے بہت دور لگ رہا تھا۔ ایسا کیوں تھا؟ پھر بھی اس نے اپنی ساری توجہ اس لاغر اور کمزور چہرے اور ان دھنسے گالوں پر مرکوز کر رکھی تھی۔

کیا اس رات اس شخص نے بھی خدا کے خاموش رہنے پر افسوس کیا تھا؟ کیا خوف سے اس کے جسم پر بھی کپکپی طاری ہوئی تھی؟ پادری ایسی بات سوچنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن نہ چاہتے ہوئے بھی یہ خیال اچانک اس کے سینے میں ابھرا تھا۔ وہ ایسی کوئی آواز نہیں سننا چاہتا تھا۔ وہ اس سے اپنے آپ کو بچانا چاہتا تھا۔ اس نے زور زور سے سر جھٹکا کہ یہ خیال اس کے دماغ سے نکل جائے۔ اس نے سمندر کا وہ منظر یاد کرنے کی کوشش کی جب موکچی اور اچی زو ٹکٹکی پر بندھے بندھے پانی میں مر گئے تھے اس نے وہ منظر یاد کیا جب گارپے کا کالا سر کشتی کا تعاقب کر رہا تھا' وہ پاگلوں کی طرح ہاتھ پاؤں مار رہا تھا اور پھر ٹوٹی لکڑی کی طرح سطح پر تیرنے لگا تھا۔ وہ سمندر جس میں چٹائی میں لپٹے تین جسم ہمیشہ ہمشیہ کے لئے ڈوب گئے تھے۔ سمندر اپنی لامحدود وسعتوں تک پھیلا ہوا ہے اور اپنے چاروں طرف اداسی اور افسردگی پھیلا رہا ہے لیکن اس سارے عرصے میں خدا کی لامتناہی خاموشی اسی طرح جاری ہے۔''ایلی ایلی۔ لما سبقتنی ......'' جمعہ کی رات کے تین بجے تھے اور صلیب پر سے اس کی آواز تاریکی میں ڈوبے آسمان کی سمت اٹھتی چلی جارہی تھی۔ پادری اب تک یہی سمجھتا رہا تھا کہ یہ الفاظ اس شخص کی زبان سے دعا بن کر نکلے تھے۔' خدا کی خاموشی پر دہشت زدہ ہو کر اس شخص نے یہ الفاظ نہیں کہے تھے؟

کیا واقعی خدا کا کوئی وجود ہے؟ اگر نہیں ہے تو کتنی اندوہناک بات ہے کہ میں نے اس بنجر زمین پر ننھا منا بیج بونے کی غرض سے لامحدود سمندر کے سفر میں اپنی آدھی زندگی گزار دی۔ پھر تو ایک آنکھ والے اس شخص کی زندگی کتنی بے معنی تھی جس کا سر دن دھاڑے قلم کر دیا گیا۔ اور گارپے کی زندگی بھی کتنی بے مقصد تھی جس نے عیسائیوں کی کشتی کا تعاقب کرتے ہوئے اپنی جان دے دی؟ پادری نے دیوار پر نگاہ جمائی اور زور زور سے ہنسنا شروع کر دیا۔

''فادر' ہنسی کی کیا بات ہے؟'' شراب کے نشے میں دھت پہریداروں کا شور شرابہ ختم ہو گیا تھا۔ ادھر سے گزرنے والے ایک پہریدار نے ٹھہر کر پادری سے سوال کیا۔

پھر جب صبح ہوئی اور سورج کی تیز کرنیں سلاخوں کے راستے اندر پہنچیں تو پادری میں پھر کچھ ہمت پیدا ہوئی اس نے اپنے آپ کو تنہائی کے خول سے باہر نکالا۔ اس

MashalBooks.com

نے اپنے پاؤں سیدھے کئے اور دیوار سے سر لگا کر غمزدہ آواز میں مناجات پڑھنا شروع کر دی......'' میرا دل راستی پر ہے ۔ اے خدا' میں تیری حمد گاؤں گا اے میری روح بیدار ہو جا۔ جاگ جا اے ہارپ اور بنسلی ۔ میں نور کا تڑکا جگاؤں گا۔'' بچپن میں جب نیلے آسمان پر تیز ہوائیں اٹھتی تھیں اور پیڑوں کی شاخیں لہراتی تھیں تو ہمیشہ یہ الفاظ اس کی زبان پر آ جاتے تھے۔ لیکن اس وقت خدا خوف و دہشت کی علامت نہیں تھا۔ وہ الجھن اور پریشانی کی نشانی نہیں تھا۔ بلکہ وہ ایسی ہستی تھا جو اس کے قریب تھا او اس میں آہنگ اور خوشی و مسرت پیدا کرتا تھا۔

کبھی کبھی پہریدار تجسّس بھری نظروں سے سلاخوں کے اندر جھانکتے لیکن پادری ان کی طرف بالکل نہیں دیکھتا۔ کبھی تو ایسا بھی ہوتا کہ اسے تین بار جو کھانا دیا جاتا تھا وہ اسے ہاتھ بھی نہ لگاتا۔

ستمبر آ گیا تھا۔ ایک دن تیسرے پہر کو جب ہوا میں تھوڑی سی تازگی کا احساس سا ہو رہا تھا اچانک ترجمان اس کے پاس آیا۔

''آج آپ کو ایک آدمی سے ملانا ہے۔'' ترجمان نے حسب معمول پنکھا جھلتے ہوئے اپنے مخصوص مزاحیہ انداز میں کہا۔ ''نہیں حاکم اعلیٰ نہیں۔ کوئی افسر بھی نہیں۔ ایک ایسے آدمی سے ملانا ہے جس سے آپ خود بھی ملنا چاہتے ہوں گے۔'' پادری چپ رہا۔ اسے یاد تھا کہ ایک اور موقع پر ترجمان نے ایسی ہی بات کی تھی لیکن اسے حیرت اس بات پر تھی کہ اس کے دل میں ترجمان کے لئے ذرا سی بھی نفرت نہیں تھی۔ حتیٰ کی اسے غصہ بھی نہیں تھا۔ شاید وہ اتنا تھک چکا تھا کہ اب اس میں نفرت کرنے کی ہمت نہیں رہی تھی۔

''سنا ہے آپ کھانا نہیں کھاتے۔'' ترجمان نے اس طرح مسکراتے ہوئے کہا۔ ''زیادہ سوچنا اچھا نہیں ہوتا۔'' یہ کہہ کر اس نے سر جھکایا اور باہر نکل گیا۔ پھر وہ اندر آیا اور پھر باہر چلا گیا۔ ایسا اس نے کئی بار کیا۔

''پالکی کو کیا ہوا؟ اب تک آ جانا چاہئے تھا۔'' وہ بولا۔

پادری کو کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ وہ اسے کس شخص سے ملا رہے ہیں۔ اس کی بے جان نگاہیں ترجمان پر لگی ہوئی تھیں جو برابر باہر آنے جانے میں لگا ہوا تھا۔

پھر پالکی لانے والے کہاروں کی آوازیں آنے لگیں۔ کہار ترجمان سے باتیں کر رہے تھے۔ پھر ترجمان اندر آیا۔

MashalBooks.com

''آیئے فادر۔''

پادری خاموشی سے اٹھا اور ست قدموں سے اس کے ساتھ چل دیا۔ باہر دھوپ میں اس کی آنکھیں چندھیا گئیں پہلے ہی تھکن سے بند ہو رہی تھیں۔ سامنے لنگوٹی باندھے دو کہار کھڑے تھے جنہوں نے اپنے کاندھوں پر پالکی اٹھا رکھی تھیں۔ انہوں نے گھور کر پادری کو دیکھا۔'' یہ تو بہت بھاری ہے۔ موٹا کتنا ہے۔'' پادی پالکی میں بیٹھا تو وہ بڑبڑائے۔

انہوں نے پالکی کے پردے گرا دیئے تاکہ باہر سے لوگ اسے نہ دیکھیں۔ وہ خود بھی نہیں چاہتا تھا کہ راستے میں وہ کسی کو دیکھے۔ اس کے کانوں میں طرح طرح کی آوازیں پڑ رہی تھیں۔ بچوں کے شور وغل کی آوازیں۔ بونزے کی گھنٹیوں کی آوازیں' عمارتیں تعمیر کرنے والے مزدوروں کی آوازیں۔ پردے کی کسی جھری سے کبھی کبھی سورج کی کوئی کرن بھی آ جاتی۔ پھر اسے خوشبوئیں بھی آنے لگیں' پیڑوں کے تازہ پتوں اور پھولوں کی خوشبو' مٹی کی مہک' گھوڑوں اور مویشیوں کی بو۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں اور اس ساری فضا اور اپنے ارد گرد کے سارے لوگوں کو اپنے اندر سمونے کی کوشش کی۔ یکایک اس کے اندر ایک اور خواہش نے سر اٹھایا۔ اس کا جی چاہا وہ کسی شخص کے ساتھ باتیں کرے۔ وہ دوسرے لوگوں سے ملے اور ان کی طرح ہی چلے پھرے۔ وہ ان جیسا ہی ہو جائے۔ وہ انسانوں کی روزمرہ کی زندگی میں کھو جائے ......

ہاں بہت ہو چکی ...... اس نے بہت کچھ دیکھ لیا۔ بہت کچھ سہہ لیا...... اس نے کوٹھڑی میں بند رہنے اور پہاڑوں میں چھپتے پھرنے کا بھی مزا چکھ لیا۔ اپنے پیچھا کرنے والوں کے خوف کا تجربہ بھی کر لیا اور اپنی آنکھوں کے سامنے عیسائیوں کا قتل عام بھی ہوتے دیکھ لیا۔ اب اس میں اور ہمت نہیں ہے۔ اس سے زیادہ وہ اور نہیں سہہ سکتا...... لیکن ......'' خلوص قلب کے ساتھ' روح کی گہرائیوں میں' عقل و ہوش کے ساتھ اور اپنی پوری طاقت و توانائی کے ساتھ۔۔۔ وہ صرف ایک مقصد' واحد مقصد کے لئے پادری بنا تھا۔

اس نے آوازوں سے اندازہ لگایا کہ وہ شہر میں داخل ہو چکے ہیں۔ اس سے پہلے مرغیوں کے کٹ کٹانے اور گایوں کے ماں ماں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ پھر تیز تیز چلتے قدموں کی آوازیں آنے لگیں۔ اس پردے کے قریب سے لوگ گزر رہے تھے جس کے ساتھ وہ لگا بیٹھا تھا۔ لوگوں کے بیچنے اور خریدنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

MashalBooks.com

گاڑیوں کے پہیئے چلنے کی آوازیں تھیں اور لوگوں کے آپس میں جھگڑنے کی آوازیں تھیں۔

اسے اس بات سے کوئی غرض نہیں تھی کہ وہ کہاں جا رہا ہے اور اسے کس سے ملانے لے جایا جا رہا ہے۔ کوئی بھی ہو۔ وہی پرانے سوال کیئے جائیں گے اور اسی طرح کی پوچھ گچھ کی جائے گی جیسے پہلے کی جاتی رہی ہے۔ سوال تو محض کارروائی پوری کرنے کے لئے کیئے جاتے ہیں۔ جیسے ہیروڈ نے عیسیٰ مسیح کے ساتھ کیا تھا۔ یہ لوگ سوال کرتے ہیں تو انہیں اس کے جواب سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ انوئے نے اسے قتل کیوں نہیں کیا؟ اس سے کسی قسم کی پوچھ گچھ بھی نہیں کی اور اسے زندہ رکھا ہوا ہے؟ خیر، یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے تکلیف دہ تو بہرحال ہے۔ ایک عذاب سے تو گزرنا پڑ رہا ہے۔

''لو ہم آ گئے۔''

ترجمان نے ماتھے سے پسینہ پونچھتے ہوئے پالکی کو روکا اور پردہ اٹھا کر اندر جھانکا۔ پادری پالکی سے باہر آیا تو سہ پہر کا سورج چمک رہا تھا۔ اس کے سامنے پہریدار کھڑا تھا جو قید میں اس کے ساتھ تھا۔ شاید اس پہریدار کو ساتھ اس لئے لایا گیا تھا کہ کہیں راستے میں وہ پالکی سے چھلانگ لگا کر بھاگ نہ جائے۔

سامنے اوپر تک سیڑھیاں چلی گئی تھیں۔ اس کے بعد ایک دروازہ تھا۔ یہ دروازہ چھوٹے سے مندر کا تھا جو سہ پہر کی سنہری دھوپ نہا رہا تھا۔ اس کے پیچھے پہاڑوں کی چوٹیاں نظر آ رہی تھیں۔ اس سنسان اور بھدے سے مندر کے پاس تین مرغے غرور سے اپنی کلغیاں اٹھائے کٹکٹاتے پھر رہے تھے۔ پھر مندر سے ایک نوجوان بونزے برآمد ہوا۔ اس نے پادری کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے نفرت اور حقارت ٹپک رہی تھی۔ وہ کسی قسم کی سلام دعا کیئے بغیر ہی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس نے ترجمان سے بھی کوئی بات نہیں کی۔

یہ بونزے لوگ آپ پادریوں کو پسند نہیں کرتے'' ترجمان کی آواز میں خوشی کی جھلک تھی۔ یہ کہتے ہوئے وہ فرش پر پلتھی مار کر بیٹھ گیا اور باغ کی طرف دیکھنے لگا۔ ''دن رات قید خانے میں بیٹھے دیواروں کو تکتے رہنا یقیناً عذاب ہو گا آپ کے لئے؟ وہ اچانک بولا۔ ''اب اس چکر کو جانے بھی دیجئے۔ خواہ مخواہ بے گناہ لوگوں کو مصیبت میں مبتلا کرنے سے کیا فائدہ......''

پادری اس کی اس چھیڑ چھاڑ پر کوئی توجہ نہیں دے رہا تھا۔ اس کی توجہ اس مندر

کی طرف تھی جہاں سے اگر بتیوں اور جاپانی کھانوں کی خوشبو آ رہی تھی۔ سب سے زیادہ جس چیز نے اسے پریشان کیا تھا وہ ایک اور ہی خوشبو تھی۔ وہ تھی گوشت کی خوشبو اتنے عرصے سے اسے گوشت سے محروم رکھا گیا تھا۔ اب اچانک اس کی ناک میں گوشت کی خوشبو آئی تو وہ بے چین ہو گیا۔

پھر دور سے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اس لمبی غلام گردش میں کوئی ادھر ہی آ رہا تھا۔

''پتہ ہے آپ سے کون ملنے آ رہا ہے؟'' ترجمان پھر بولا۔

اس بار پادری کے چہرے پر خوف کے آثار نمودار ہوئے۔ پہلی بار اس نے سر ہلایا۔ اسے محسوس ہوا کہ خود بخود اس کی ٹانگیں لرزنے لگی ہیں۔

وہ جانتا تھا کہ ایک دن وہ اس شخص سے ضرور ملے گا۔ لیکن اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ ملاقات اس مقام پر ہو گی۔

''ہاں' اب آپ اس سے ملیں گے۔'' ترجمان نے خوشی سے پادری کی لرزتی ٹانگوں کو دیکھا اور کہا ''یہ حاکم اعلیٰ کا حکم ہے۔''

''انوئے کا حکم ہے؟''

''ہاں' ان کے ساتھ ایک اور صاحب بھی آ رہے ہیں۔''

سامنے ایک بوڑھے پروہت کے پیچھے پیچھے سیاہ کمونو میں لپٹا فریرا چلا آ رہا تھا۔ اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔ گھٹے ہوئے جسم کا پستہ قد پروہت غرور اور اعتماد کے ساتھ سینہ پھیلائے آگے آگے چل رہا تھا اس کی خود اعتمادی نے طویل قامت فریرا کی انکساری کو اور بھی نمایاں کر دیا تھا۔ فریرا نظریں نیچی کئے چلتا ایسا جانور لگ رہا تھا جس کی گردن میں رسی پڑی ہو اور وہ مجبوراً پیچھے گھسٹتا چلا آ رہا ہو۔

پروہت قریب آ کر ٹھہر گیا جہاں دھوپ پڑ رہی تھی۔ تھوڑی دیر موت کی سی خاموشی چھائی رہی۔

''فادر......'' آخر پادری روڈ ریگیز نے سکوت توڑا۔ اس نے لرزتی آواز میں کہا۔ ''فادر''

فریرا نے آہستہ آہستہ سر اٹھایا اور اسے دیکھا۔ ایک پل کے لئے اس کی آنکھوں میں شرمساری سی جھکی لیکن فوراً ہی اس نے اپنے اوپر قابو پا لیا اور دانستہ طور

پر پادری کو کرختگی کے ساتھ ایسے دیکھا جیسے اسے چیلنج کر رہا ہو۔

روڈریگیز کو اس کے پادری کے منصب کا احساس تھا۔ اس لئے اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس سے بات کیا کہے۔ اس کا بے تحاشہ جی چاہ رہا تھا کہ وہ کچھ کہے وہ کچھ بولے وہ اس سے بات کرے۔ لیکن وہ یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ پروہت اور ترجمان جس سرپرستان تجسس کے ساتھ فریرا کو دیکھ رہے ہیں وہ انہیں پریشان کرے۔ ان کے دل میں اس کے لئے مزید ہمدردی پیدا کرے۔ اس کے اندر ایک ہلچل مچی ہوئی تھی۔ پرانی یادیں بھی آ رہی تھیں' غصہ بھی آ رہا تھا' ؟ صدمہ بھی تھا اور نفرت بھی۔ اس کا سینہ متضاد قسم کے جذبات کی کشمکش کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ آپ نے یہ بہروپ کیوں بھر رکھا ہے؟ اس کا دل یہ سوال کرنا چاہتا تھا۔ مگر میں کون ہوتا ہوں آپ کے عیب نکالنے والا؟ میں آپ سے کم گناہ گار تو نہیں ہوں؟ اس نے زبردستی اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ لانے کی کوشش کی مگر مسکراہٹ کے بجائے ایک شفاف آنسو اس کی آنکھ سے نکل پڑا۔ پھر وہ آنسو بہتا ہوا اس کے گال پر آ گیا

''فادر۔ زمانے بیت گئے جب ہم ملے تھے'' آخر روڈریگیز نے خاموشی کو توڑا۔ اس کی آواز اب بھی کپکپا رہی تھی۔ بات کرتے ہوئے اسے محسوس ہوا کہ اس کے الفاظ کتنے کھوکھلے اور کیسے احمقانہ ہیں۔ پھر اس کی زبان سے کچھ نہیں نکلا۔

فریرا اسی طرح خاموش تھا۔ چیلنج کرنے والی مسکراہٹ اب بھی اس کے ہونٹوں پر تھی۔ روڈریگیز جانتا تھا کہ ابھی شرمندگی اور خجالت اس مسکراہٹ کی جگہ لے لے گی۔ چونکہ وہ یہ بات جانتا تھا اسی لئے اسے لگا کہ وہ خود ہی کسی سوکھے درخت کی طرح گر جائے گا۔

''خدا کے لئے کچھ بولئے فادر......'' روڈریگیز اب ہانپ رہا تھا۔ ''اگر آپ کو میرے ساتھ تھوڑی سی بھی ہمدردی ہے تو کچھ کہئے...... کچھ بولئے۔''

پھر یکلخت اسے یاد آیا کہ اس کے اپنے پاس تو کہنے کو بہت کچھ ہے۔ ایسا لگا کہ عجیب و غریب الفاظ سینے سے اٹھ کر اس کے حلق میں آ رہے ہیں۔ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے۔ وہ کہنا چاہتا ہے۔ فادر۔ آپ نے داڑھی بھی منڈا دی؟ اس کے دل میں جذبات کا ایک طوفان امنڈ رہا تھا۔ اسے یاد آیا کہ وہ اور گارپے جس فادر فریرا کو جانتے تھے ان کے تو خاصی لمبی داڑھی تھی۔ اس داڑھی کی وجہ سے وہ نہایت نرم دل اور بہت ہی باوقار شخصیت

MashalBooks.com

معلوم ہوتے تھے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی پادری کی نظریں پھر اس چہرے پر جا کر ٹک گئیں۔ اب وہاں بیہودہ قسم کی ہوسناکی کا تاثر بکھرا ہوا تھا۔

''اس وقت میں تم سے کیا کہہ سکتا ہوں۔'' فریرا بولا۔

''آپ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں۔''

''میں دھوکا دے رہا ہوں اپنے آپ کو؟ میں تمہارے سامنے اپنا دل کھول کر نہیں رکھ سکتا۔ وہاں کوئی دھوکا کوئی فریب نہیں ہے۔''

ترجمان جھک کر بڑے غور سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے ان کی طرف ہی کان لگا رکھے تھے کہ کہیں کوئی بات اس سے نہ چھوٹ جائے۔ برآمدے میں دو تین مرغیاں اچھلیں اور انہوں نے اپنے پر پھڑ پھڑائے۔

''آپ یہاں کافی عرصے سے رہ رہے ہیں؟''

''قریب ایک سال سے یہاں ہوں۔''

''یہ کیا جگہ ہے؟''

''یہ مندر ہے۔ اسے سائنشو جی کہتے ہیں۔''

بوڑھا پروہت جو اس وقت تک بالکل گوتم بدھ بنا بیٹھا تھا فریرا کی زبان سے سائنشو جی کا نام سن کر چونکا اور اس کی طرف دیکھا۔

''میں بھی ناگاساکی میں ہی کسی جگہ قید ہوں۔ معلوم نہیں وہ کون سی جگہ ہے۔''

''میں جانتا ہوں۔ وہ شہر کے قریب ہی ہے۔''

''آپ دن بھر کیا کرتے رہتے ہیں فریرا؟''

صدمہ کا ایک کوندا سا فریرا کے چہرے پر لپکا اس نے جلدی سے اپنے داڑھی منڈے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔

''ہمارے محترم سوانو صاحب دن بھر لکھتے رہتے ہیں۔'' اس بار ترجمان نے جواب دیا۔

''حاکم اعلیٰ کے حکم پر میں علم فلکیات کی ایک کتاب کا ترجمہ کر رہا ہوں۔'' فریرا اس تیزی سے بولا جیسے وہ ترجمان کو بولنے کا موقع نہ دینا چاہتا ہوں میں چاہتا ہوں کسی طرح یہاں کے لوگوں کے اور اس ملک کے کام آؤں۔ جاپان کے لوگ اور بہت سے علم جانتے ہیں لیکن فلکیات اور طب میں مجھ جیسا مغرب والا ہی ان کی زیادہ مدد کر سکتا ہے۔

MashalBooks.com

چینی طب سے یہاں اچھا کام لیا جا رہا ہے مگر سرجری میں انہیں ہماری مدد کی ضرورت ہے۔ یہی حال فلکیات کا ہے۔ اس لئے میں نے ولندیزی جہاز کے کمانڈر سے درخواست کی ہے کہ وہ ہمیں چند لینز اور ایک آدھ دوربین لا دیں۔ یعنی میں یہاں بے کار نہیں ہوں۔ میں کسی نہ کسی طرح ان کے کام آ رہا ہوں۔۔۔۔۔'' پادری آنکھیں پھاڑے اس فریرا کو دیکھ رہا تھا جو بولتا ہی چلا جا رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا یہ شخص اچانک اتنا کیوں بولنے لگا ہے۔ مگر پھر اس کی سمجھ میں آ گیا۔ وہ جان گیا کہ یہ شخص اس ملک کے لئے اپنے کارآمد ہونے پر اتنا اصرار کیوں کر رہا ہے۔ وہ اس کی نفسیات جان گیا دراصل فریرا اس سے باتیں نہیں کر رہا تھا بلکہ وہ اپنے آپ سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ اپنے آپ کو سمجھا رہا تھا کہ میں اس ملک کے لئے کام کر رہا ہوں۔ میں کارآمد ہوں اس ملک کے لئے۔

پادری نے فریرا کی طرف دیکھا اور صدمہ کے شدید احساس کے ساتھ پلکیں جھپکیں ہوں، وہ دوسروں کے کام آنا، کسی کے لئے کارآمد ثابت ہونا۔ پادری بننے اور اپنے آپ کو انسانیت کی خدمت کے لئے وقف کرنے کا یہی مطلب تو ہوتا ہے۔ پادری کی زندگی کی سب سے بڑی ناکامی اس وقت تو ہوتی ہے جب وہ کسی کے کام نہ آئے۔ پادری کو محسوس ہوا کہ فریرا نے اپنے مذہب تو چھوڑ دیا ہے لیکن وہ اس نفسیاتی تشخص سے اپنے آپ کو آزاد نہیں کر پایا ہے جو مذہبی تربیت نے اسے دیا ہے۔ فریرا اس پاگل عورت کی طرح دوسروں کی مدد کرنے کے فریب میں مبتلا ہے جو ہر بچے کے منہ میں اپنی چھاتی ٹھونستی پھرتی ہے۔

''آپ خوش ہیں؟'' پادری نے ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کہا۔

''کون؟''

''آپ؟''

فریرا کی آنکھوں میں ایک کوندا سا پھر لپکا۔ ''خوشی کے تصور میں بہت سی قسموں کے معروضی اور ذاتی عوامل شامل ہوتے ہیں۔'' وہ بولا۔

یہ وہ الفاظ نہیں ہیں جو آپ پہلے بولتے تھے...... پادری کے منہ سے یہ بات نکلتے نکلتے رہ گئی۔ اس نے اپنے آپ کو قابو میں رکھا۔ ظاہر ہے وہ یہاں فریرا کے مرتد ہونے پر اسے برا بھلا کہنے نہیں آیا ہے۔ اس نے اپنے چیلوں کے ساتھ جو دغا بازی کی ہے اس پر نکتہ چینی کرنا اس کا کام نہیں ہے۔ آخر وہ اس گہرے گھاؤ کو کیوں کریدے جسے اس نے

اتنے پردوں میں چھپا رکھا ہے۔

''جی ہاں' ایسا ہی ہے۔ یہ جاپانیوں کی مدد کر رہے ہیں۔ انہوں نے تو اپنا جاپانی نام بھی رکھ لیا ہے سوانو چوان ہے اب ان کا نام'' ترجمان دونوں کے درمیان بیٹھا ان کو باری باری دیکھ رہا تھا اور بول رہا تھا۔

''آپ ایک اور کتاب بھی لکھ رہے ہیں۔'' اس نے اپنی بات آگے بڑھائی اس کتاب میں یسوع مسیح کی تعلیمات کو رد کیا گیا ہے اور عیسایت کی غلطیاں نکالی گئی ہیں۔اس کتاب کا نام ہے۔سکینگی روکو۔''

اس بار فریرا ترجمان کا منہ بند نہیں کر سکا۔ اور وہ جلدی سے پر پھڑ پھڑاتی مرغیوں کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ وہ ظاہر کر رہا تھا جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہیں۔

''حاکم اعلیٰ نے اس کتاب کا مسودہ پڑھا ہے۔'' ترجمان بولے جا رہا تھا۔

''انہیں بہت پسند آئی ہے۔ آپ بھی اس پر ایک نظر ڈال لیجئے آپ کے پاس تو قید خانے میں فرصت ہی فرصت ہے۔

اب پادری کو احساس ہوا کہ فریرا نے فلکیات کی کتاب ترجمہ کرنے کے بارے میں جلدی جلدی کیوں باتیں کی تھیں وہ تو انوئے کے حکم سے ہر روز وہ کچھ لکھتا ہے جو اس سے کہا گیا ہے۔ پادری نے تصور میں فریرا کی پیٹھ پر وہ کوبھ دیکھا جو لکھتے وقت اس کے نکل آتا ہوگا۔

''بہت افسوس کی بات ہے'' روڈریگیز کے منہ سے نکلا۔

''کیا افسوس کی بات ہے؟''

''یہ سراسر ظلم ہے۔ اذیت اور تشدد سے بھی بڑا ظلم۔ میں اس سے زیادہ شرمناک حرکت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔'' فریرا نے جلدی سے اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔ پادری نے اس کی آنکھوں میں نمی دیکھی تھی وہ اپنی آنکھیں چھپا رہا تھا۔ سیاہ جاپانی کمونو۔ سرخی مائل بال جنہیں جاپانی انداز میں پیچھے جوڑے میں باندھ لیا گیا تھا۔ نام سوانو چوان۔ پھر بھی یہ شخص زندہ ہے؟ یا خدا۔ تو پھر بھی خاموش ہے؟ اس موقع پر بھی تو نے اپنی گہری چپ سادھ رکھی ہے؟

''سوانو چوان...... ہم اس فادر کو یہاں لمبی چوڑی تکرار کرنے نہیں لائے ہیں۔'' یہ ترجمان تھا جو جلدی سے بول پڑا تھا۔ پھر وہ بونزے کی طرف متوجہ ہوا جو پتھر کا

بت بنا بیٹھا تھا۔ بونزے کا وقت بھی فالتو نہیں ہے۔ جلدی کرو۔ جلدی سے اپنا کام ختم کرو۔'' یہ بات اس نے فریرا سے کہی۔

لیکن اب جیسے فریرا کا جنگجویانہ جوش ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔ اس کی پلکوں پر ابھی تک نمی کے آثار تھے۔ پادری کو لگا کہ یکلخت فریرا بہت چھوٹا ہو گیا ہے۔ وہ سکڑ کر چھوٹا سا رہ گیا ہے۔

''مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں تمہیں مرتد بناؤں۔'' فریرا تھکی تھکی آواز میں بولا۔'' یہ دیکھو۔'' اس نے اپنے کان کے پاس ایک داغ دکھایا۔ وہ گلابی رنگ کا ایسا داغ تھا جو جلنے کے بعد رہ جاتا ہے۔'' یہ لوگ اسے کنواں کہتے ہیں۔ شاید تم نے بھی سنا ہو۔ یہ ایسا جکڑ کر باندھتے ہیں کہ انسان بالکل ہاتھ پاؤں نہیں ہلا سکتا پھر اسے الٹا کنویں میں لٹکا دیتے ہیں۔''

ترجمان نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر اپنے اوپر ایسے کپکپی طاری کی جیسے وہ اس کے تصور سے ہی لرز گیا ہو۔ وہ بولا۔'' یہ چھوٹے چھوٹے سوراخ کانوں کے پاس اس لئے کئے جاتے ہیں تاکہ کوئی انسان جلدی نہ مر جائے۔ خون قطرہ قطرہ جسم سے نکلتا ہے۔ یہ سزا ہمارے محترم انوئے کے زرخیز دماغ کی اختراع ہے۔''

پادری کی آنکھوں کے سامنے انوئے کی شکل پھر گئی۔ لمبے لمبے کان' گالوں سے خون ٹپکتا' گوشت سے بھرا چہرہ اس کے تصور میں وہ چہرہ تھا جب انوئے دونوں ہاتوں میں پیالہ لئے اس کے ساتھ کھیل رہا تھا اور گرم پانی کی چسکی لگاتا جاتا تھا۔ یہی وہ چہرہ تھا جس پر اس وقت مسکراہٹ کھیل گئی تھی جب پادری نے اپنے عقیدے کی وضاحت کی تھی۔ لیکن جس وقت انوئے مسکرا رہا تھا اسی وقت ایک شخص کو اذیت بھی دی جا رہی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ ہیروڈ پھولوں سے سجی میز پر بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔

''ذرا ٹھنڈے دل سے سوچئے۔'' ترجمان کہہ رہا تھا۔'' اس ملک میں ایک آپ ہی تنہا پادری رہ گئے ہیں۔ آپ بھی گرفتار ہو گئے ہیں اس لئے کسانوں کو حکم تعلیم دینے والا اور مذہب کی ترویج کرنے والا اب اور کوئی نہیں رہا۔ آپ خود ہی سوچئے۔ اس حالت میں آپ ان کے کس کام آ سکتے ہیں۔'' اس کے ساتھ ہی ترجمان کی آنکھیں بند ہوئیں اور اس کی آواز میں پیار اور نرمی سی آ گئی۔'' چوان نے جو کہا وہ آپ نے سن لیا۔ وہ فلکیات پر کتاب کا ترجمہ کر رہے ہیں بیماروں کی تیمارداری کر رہے ہیں اور عام لوگوں کی

خدمت کر رہے ہیں۔ آپ بھی اس پر غور کیجئے۔ ہمارے بزرگ پروہیت کہتے ہیں دوسروں کے ساتھ ہمدردی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی ذات کو بھول جائیں۔ اپنیغرض اراپنا مفاد قربان کر دیں۔ دوسرے لوگوں کو اپنے مذہب کی طرف راغب کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ دوسروں کی مدد کرنے کا طریقہ وہی ہے جو بدھ مت اور عیسائی مذہب نے بتایا ہے۔ اس پر دونوں مذہب متفق ہیں۔ اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ آپ سچائی کے راستے پر چل رہے ہیں یا نہیں؟ سوانو یہی باتیں اپنی کتاب میں لکھ رہے ہیں''

ترجمان نے اپنی بات مکمل کر کے فریرا کی طرف دیکھا جیسے وہ اس سے تائید کرانا چاہتا ہو۔

سہ پہر کے سورج کی کرنیں فریرا کی دبلی پتلی پیٹھ پر پڑ رہی تھیں۔ وہ جاپانی لباس میں لپٹا بیٹھا تھا۔ پادری نے اس دبلی پتلی پیٹھ کو دیکھتے ہوئے اس فریرا کو تلاش کیا جس کی وہ عزت کرتا تھا، برسوں پہلے لزبن کے مدرسے میں وہ جس کا احترام کرتا تھا۔ لیکن حیرت کی بات تھی کہ آج بھی اس کے دل میں نفرت کا شائبہ تک نہیں تھا۔ وہ فریرا کو دیکھتا تو اس کا سینہ رحم اور ہمدردی سے بھر جاتا جیسے کسی مفلوج انسان کو دیکھ کر خواہ مخواہ رحم آ جاتا ہے۔

''بیس سال......'' فریرا نظریں نیچی کئے آہستہ آہستہ بول رہا تھا'' پورے بیس سال میں نے اس ملک کی خاک چھانی ہے۔ میں اسے تم سے زیادہ جانتا ہوں۔''

''ان بیس برسوں میں فادر سپرئیر کی حیثیت سے آپ نے واقعی بہت اچھے کام کئے۔'' فریرا کے اندر حوصلہ پیدا کرنے کے لئے پادری نے ذرا بلند آواز میں کہا۔'' آپ نے سوسائٹی کے صدر مقام کو جو خطوط لکھے تھے وہ میں نے بڑے احترام کے ساتھ پڑھے ہیں۔''

''ہاں، اب خود ہی دیکھ لو۔ تمہارے سامنے ایک تھکا ہارا بوڑھا ہے جو تبلیغی کاموں میں شکست کھا گیا۔''

''تبلیغی کاموں میں کوئی شکست نہیں کھاتا۔ جب آپ اور میں اس دنیا میں نہیں ہوں گے تو کوئی اور مشنری میکاؤ میں کسی ٹوٹے پھوٹے جہاز پر بیٹھے گا اور چوری چھپے اس ملک کے کسی ساحل پر اتر جائے گا۔''

''اور فوراً ہی پکڑ لیا جائے گا۔'' یہ بات ترجمان نے کہی۔ اس نے جلدی سے

بات کاٹی تھی۔ ''اور جب بھی کوئی پکڑا جائے گا تو پھر کسی جاپانی کا ہی خون بہے گا۔ میں آپ کو کیسے سمجھاؤں کہ آپ کے مطلبی خوابوں کے لئے جاپانی ہی مارے جا رہے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ آپ ہمیں ہماری حالت پر چھوڑ دیں۔''

''بیس سال میں نے تبلیغ کا کام کیا۔'' بھرائی آواز میں فریرا نے پھر کہا۔'' میں تو یہی کہہ سکتا ہوں کہ ہمارا مذہب اس سرزمین پر جڑیں نہیں پکڑ سکا۔

''مسئلہ یہ نہیں ہے کہ وہ جڑ نہیں پکڑ سکا'' روڈریگیز چیخا۔'' مسئلہ یہ ہے کہ اس کی جڑ اکھاڑ کر پھینک دی گئی۔''

پادری کے اس چیخنے پر بھی فریرا نے نظریں اوپر نہیں کیں وہ طوطے کی طرح بولتا رہا۔'' یہ ملک ایک دلدل ہے۔ وقت آنے پر تم خود بھی دیکھ لوگے۔تم سوچ بھی نہیں سکتے یہ کتنی خطرناک دلدل ہے۔آپ جب بھی اس دلدل میں پودا لگانے کی کوشش کریں گے اس کی جڑیں گلنا شروع ہو جائیں گی اور پتے مرجھا کر پیلے پڑ جائیں گے۔ ہم نے عیسائی مذہب کا پودا لگانے کی بہت کوشش کی۔''

''مگر ایک زمانہ تھا جب اس پودے میں کونپلیں پھوٹ رہی تھیں اور اسکی شاخیں لہرارہی تھیں۔

''کیا!؟'' اب پہلی بار فریرا نے سر اٹھا کر پادری کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔ اس کے دھنسے ہوئے گالوں کے گرد ایک ایسی موہوم سی مسکراہٹ پھیلی جو ان چھوٹے بچوں کو دیکھ کر ہونٹوں پر آجاتی ہے جنہیں دنیا کا کوئی پتہ نہیں ہوتا۔

''آپ جب یہاں آئے تھے تو جگہ جگہ کلیسا تعمیر ہونا شروع ہو گئے تھے اور ہمارا مذہب صبح دم کھلنے والے پھولوں کی خوشبو کی طرح پھیلتا چلا جا رہا تھا۔ جاپان کے لوگ جوق در جوق اس کی طرف بڑھے چلے آرہے تھے جیسے یہودی دریائے اردن کے گرد اکھٹے ہو گئے تھے......''

'' فرض کرو، اگر جاپانیوں کا خدا وہ نہیں ہے جس کی تبلیغ عیسائی کرتے ہیں۔؟'' ......'' فریرا منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔ ترس کھانے والی مسکراہٹ اب بھی اس کے ہونٹوں پر تھی۔

پادری کے سینے میں زبردست طوفان موجیں مارنے لگا۔ غیر شعوری طور پر اس نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ اپنے آپ پر قابو رکھو۔ اس نے اپنے آپ سے کہا۔ اس کے فریب

میں ہرگز نہ آنا۔شکست خوردہ لوگ اپنے آپ کو دھوکا دینے کے لئے ایسی ہی باتیں کرتے ہیں۔

''آپ ایک مسلمہ حقیقت سے انکار کر رہے ہیں۔'' اس نے زور سے کہا۔

بالکل نہیں۔

اس وقت جاپانی جس خدا پر ایمان لا رہے تھے ہو ہمارا خدا نہیں تھا۔ایک زمانے تک ہم یہ بات نہیں سمجھ سکے اور یہی سمجھتے رہے کہ وہ عیسائی بن گئے ہیں۔'' فریرا کسی تھکے ہوئے انسان کی طرح بیٹھا تھا۔کمونو سامنے سے کھل گیا تھا جس سے اس کے گندے پاؤں دکھائی دے رہے تھے۔چھڑی کی طرح سوکھے پاؤں۔

''یہ میں اپنی بات کی تصدیق کر کے نہیں کہہ رہا ہوں اور نہ تم سے اپنی بات منوانا چاہتا ہوں۔ میں جانتا ہوں میری بات کوئی نہیں مانے گا۔تم ہی نہیں گوا' میکاؤ اور یورپ کیتمام مشنری بھی اس کا اعتبار نہیں کریں گے۔مگر بیس سال اس سرزمین پر جوتے چٹخانے کے بعد میں جاپانیوں کو اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ہم نے جو پودا لگایا تھا وہ دیکھتے ہی دیکھتے مرجھاتا چلا گیا۔''

''سینٹ فرانسیس زیوئیر......'' روڈریگیز اپنے اوپر قابو نہیں رکھ سکا اور جلدی سے بول پڑا۔''سینٹ فرانسیس زیوئیر جب جاپان میں تھے تو ان کا یہ خیال بالکل نہیں تھا۔''

''وہ سینٹ بھی......'' فریرا نے سر ہلایا۔''یہ بات نہیں سمجھ سکے تھے۔لیکن انہوں نے جاپانیوں کو DEUS کا جولفظ پڑھایا اسے انہوں نے بدل کر دائنچی (DAINICHI) کر دیا جس کا مطلب ہے''عظیم سورج'' ڈی اوس اور دائی نیچی ایک ہی جیسے معلوم ہوتے ہیں۔تم نے وہ خط نہیں پڑھا جس میں زیوئیر نے بھی اس غلطی کی طرف اشارہ کیا ہے۔''؟

''اگر زیوئیر کے پاس اچھا ترجمان ہوتا تو وہ ایسی معمولی غلطی کبھی نہ کرتے۔''

''ہوسکتا ہے۔مگر میں جو کہہ رہا ہوں اسے تم نہیں سمجھے۔'' فریرا بات کر رہا تھا تو اس کے چہرے پر تھوڑے سے پریشانی کے آثار نمودار ہوئے۔''تم کچھ نہیں جانتے اور گوا اور میکاؤ سے مبلغ کے نام پر جو لوگ سیر سپاٹے کرنے یہاں آجاتے ہیں وہ بھی کچھ نہیں جانتے شروع سے ہی جاپانیوں نے ڈی اوس اور دائی نیچی کو گڈ مڈ کر دیا تھا' انہوں نے اپنی طرف سے ایک نئی چیز تخلیق کر لی تھی۔ بعد میں جب تلفظ کی غلطی دور ہوگئی تب بھی خفیہ طور پر

خلط ملط کرنے کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ جس شاندار زمانے کا تم ذکر کر رہے ہو اس میں بھی جاپان کے لوگ عیساؤں کے خدا کو نہیں مانتے تھے۔''

''انہوں نے ہمارے خدا کو اپنے خدا کے ساتھ گڈ مڈ کر دیا'' پادری ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولا۔ ''پھر بھی کیا وہ ہمارا ہی ڈی اوس نہیں تھا؟''

''بالکل نہیں۔ جاپانیوں کے دماغ میں کوئی اور ہی خدا تھا۔''

''آپ کیا کہہ رہے ہیں؟'' پادری اتنی زور سے چیخا کہ ساتھ میں دانہ چگتی مرغیاں پھڑ پھڑا کر بھاگ گئیں۔

''میں سیدھی سی بات کر رہا ہوں۔ تم اور تم جیسے لوگ تبلیغی کاموں کی ظاہری شکل کو دیکھتے ہو۔ تم مغز پر نظر نہیں ڈالتے۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ میرے بیس سال کے مشنری کام میں کویوٹو' کیوشو' چوگوکو اور سیندائی میں کلیسا بنائے گئے اور اریما اور ازوچی میں مدرسے قائم ہوئے اور عیسائی مذہب اختیار کرنے کے لئے جاپانیوں نے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش بھی کی۔ تم کہتے ہو کہ اس وقت اس ملک میں دو لاکھ عیسائی تھے جبکہ میرے خیال میں ان کی تعداد چار لاکھ تھی ......''

''اس پر تو ہمیں فخر کرنا چاہئے نا؟''

''فخر؟ ہاں اگر جاپانی اسی خدا کو مانتے جس کی تعلیم ہم نے دی تھی تو ضرور فخر کی بات ہوتی۔ لیکن سارے ملک میں ہم نے جو چرچ بنائے تھے ان میں جاپانی ہمارے خدا کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے تو اس کی شکل ہی بگاڑ دی تھی۔ وہ تو اپنے خدا کی پوجا کرتے تھے۔ اگر تم اسے خدا کہہ سکتے ہو......'' فریرا نے سر جھکا لیا اور اس طرح منہ بنایا جیسے کچھ اور یاد آ گیا ہو۔'' ہرگز نہیں۔ وہ عیسائیوں کا خدا نہیں ہے۔ یہ تو ایسا ہی جیسے تتلی مکڑی کے جالے میں پھنس جائے۔ ایک دن تو وہ تتلی رہے گی دوسرے دن اس کے پر اور ڈھانچہ ہی رہ جائے گا۔ اسے تتلی تو نہیں کہہ سکتے۔ خدا کی بھی ظاہری شکل ہی رہ گئی تھی اصل خدا تو وہ نہیں تھا۔ صرف ڈھانچہ ہی تھا۔''

''میں فضول باتیں سننا نہیں چاہتا۔ میں جاپان میں اتنا عرصہ تو نہیں رہا جتنا آپ رہے ہیں مگر میں نے ان آنکھوں سے لوگوں کو شہید ہوتے دیکھا ہے۔'' پادری نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ اب اس کی آواز انگلیوں میں سے آ رہی تھی۔'' میں نے اپنی آنکھوں سے انہیں مرتے دیکھا ہے۔ ان کے سینوں میں ایمان کی شمع روشن تھی۔''

MashalBooks.com

اسے سمندر کا وہ کنارہ یاد آ گیا جہاں دو ٹکٹکیاں لگی ہوئی تھیں۔ ان پر لٹکے اور موجوں کے تھپیڑے کھاتے دو آدمی بھی اسے یاد آئے۔ وہ ایک آنکھ والے اس آدمی کو کیسے بھلا سکتا تھا جسے دن دھاڑے مار دیا گیا تھا۔ اس عورت کی تصویر اب تک اس کے دماغ پر مرتسم تھی جس نے اسے کھیرا دیا تھا۔ اسے چٹائی میں لپیٹ کر سمندر کی نذر کر دیا گیا تھا۔ اگر یہ لوگ اپنے ایمان کی خاطر نہیں مرے تھے تو پھر اس سے بڑا کفر اور کیا ہو سکتا ہے۔ فریرا جھوٹ بول رہا ہے یہ جھوٹا ہے۔

''وہ عیسائیوں کے خدا کو نہیں مانتے''''فریرا اب اعتماد کے ساتھ بول رہا تھا۔ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بول رہا تھا۔'' جاپانیوں کے سامنے آج تک خدا کا کوئی تصور نہیں ہے اور آئندہ بھی نہیں ہوگا۔''

یہ الفاظ پادری کے سینے پر بھاری چٹان بن کر گرے۔ وہ بچپن سے خدا کے وجود کے بارے میں بہت کچھ سنتا آ رہا تھا مگر ایسا اس نے کبھی نہیں سنا تھا۔

'' جاپانیوں میں خدا کو انسان سے الگ ایک ذات مطلق کے طور پر سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ جاپانی کسی ایسی ہستی کا تصور ہی نہیں کر سکتے جو انسان سے ماورا ہو۔''

''عیسائی مذہب اور چرچ ایسی حقیقت ہیں جو تمام ملکوں اور تمام حدود سے بلند تر ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر تبلیغ کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔''

'' جاپانی ایک خوبصورت اور بلند مرتبہ انسان کا تصور کرتے ہیں اور اسے خدا مانتے ہیں۔ وہ خدا کو ایسے نام سے پکارتے ہیں جس کا وجود انسانوں جیسا ہی ہے۔ ظاہر ہے چرچ کا خدا یہ تو نہیں ہے۔''

''بیس سال میں آپ نے یہی سیکھا ہے؟''

''ہاں صرف یہی سیکھا ہے۔'' فریرا نے سر ہلایا۔'اسی لئے میرے مشن کا مقصد ہی فوت ہو گیا۔ میں نے جو پودا لگایا تھا وہ دلدل میں جلدی ہی مرجھا گیا۔ بہت دنوں تک تو میں اس کا احساس ہی نہیں کر سکا تھا۔''

فریرا کے آخری الفاظ سننے کے بعد پادری کے دل میں مجبوری کا ایک تلخ سا احساس جاگا۔ سہ پہر کی روشنی ہو رہی تھی۔ فرش پر آہستہ آہستہ سایہ بڑھ رہا تھا۔ دور کہیں سے لکڑی کے نقارے پر چوٹ پڑنے کی آواز آ رہی تھی بونزے منتر پڑھ رہے تھے۔

MashalBooks.com

''آپ......'' پادری نے فریرا کی جانب منہ کیا اور بڑبڑایا۔'' آپ وہ فریرا نہیں ہیں جنہیں میں جانتا تھا۔''

''سچ ہے میں وہ فریرا نہیں ہو۔ میں وہ شخص ہوں جسے حاکم اعلیٰ کی طرف سے یوانو چوان کا نام ملا ہے۔'' فریرا نے نظریں نیچی کر کے جواب دیا۔'' مجھے نام ہی نہیں ملا۔ مجھے اس شخص کی بیوی اور بچے بھی ملے ہیں جسے موت کی سزا دی گئی تھی۔''

روانگی کا وقت آ گیا۔ پھر پالکی کی سواری' ساتھ میں سرکاری کارندے اور پہریدار۔ رات کافی جا چکی تھی اس لئے اسے بالکل خطرہ نہیں تھا کہ راستے میں راہگیر اسے گھور گھور کر دیکھیں گے اس لئے اس نے پردے نہیں گرائے۔ سپاہیوں نے بھی اسے پردہ اٹھانے کی اجازت دے دی تھی۔ اگر چاہتا تو وہ فرار ہو سکتا تھا مگر اب اس کی ایسی کوئی خواہش نہیں تھی۔ راستہ بہت تنگ اور ٹیڑھا میڑھا تھا۔ پہریدار تو کہہ رہا تھا کہ ہم شہر میں آ گئے ہیں لیکن ابھی تک ایسی جھونپڑیاں نظر آ رہی تھیں جو دیہاتی گھر معلوم ہوتی تھیں۔ وہاں سے نکل کر البتہ مندروں اور مکانوں کی باڑھیں نظر آئیں۔ ناگاساکی نے اس وقت تک شہر کی سی شکل اختیار نہیں کی تھی۔ پیڑوں کے اوپر چاند نظر آ رہا تھا جو پالکی کے ساتھ ساتھ مغرب کی جانب چل رہا تھا۔

''اب تو آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟'' جو سرکاری کارندہ پالکی کے ساتھ چل رہا تھا اس نے بڑی نرمی کے ساتھ کہا۔ قید خانے پہنچنے کے بعد پادری نے پہریداروں اور سرکاری کارندوں کا شکریہ ادا کیا اور اندر چلا گیا۔ اسے باہر سے کنڈی لگانے کی آواز آئی۔ اسے یہاں رہتے کافی عرصہ ہو گیا تھا۔ اس نے اطمینان کا سانس لیا کہ واپس پہنچ گیا ہے۔ اسے لگا کہ پیڑوں پر ٹیٹریوں کی آواز سنے اسے زمانہ ہو گیا ہے۔ یہ ایک دن اس نے جو باہر گزارا تھا قید خانے میں گزارے دس دن سے بھی زیادہ طویل لگ رہا تھا۔ وہ تھک گیا تھا۔

اس کے لئے یہ کوئی حیرت کی بات نہیں تھی کہ آخر کار فریرا سے اس کی ملاقات ہو گئی تھی۔ اس بوڑھے شخص کے انداز اور اطوار میں جو تبدیلی اس نے دیکھی اس کی بھی وہ توقع کر رہا تھا۔ وہ بھی کوئی نئی بات نہیں تھی۔ دبلے پتلے خوف زدہ فریرا کو دیکھ کر اسے ڈر بھی نہیں لگا تھا۔ اس کے لئے اب ان چیزوں کے کوئی معنی نہیں تھے۔ لیکن اس نے جو کہا اس میں کہاں تک سچائی ہے؟

پادری خالی دیوار کو تک رہا تھا اور اس کی پیٹھ سلاخوں سے آنے والی چاندنی میں نہا رہی تھی۔ کیا فریرا نے اپنی غلطیاں اور اپنی کمزوری چھپانے کے لئے یہ باتیں کی تھیں؟ ہاں، یہی بات ہے۔ واقعی ایسا ہی ہے۔ اس کا ایک دل یہی بات کہہ رہا تھا لیکن پھر اچانک ایک خوف اسے گرفت میں لے لیتا۔ فریرا جو کہہ رہا ہے اگر وہی سچ ہوا تو پھر؟......
فریرا نے کہا ہے جاپان ایسی دلدل ہے جس کی کوئی تہ نہیں ہے یہ پودا اس میں جڑ نہیں پکڑ سکا اور اس کی پتے سوکھ گئے۔ کیا عیسائی مذہب ایسا ہی پودا ہے کسی کو گمان ہی نہیں تھا کہ یہ پودا مرجھا جائے گا اور وہ مرجھا گیا۔

''اس کی وجہ پابندی یا ظلم و تشدد نہیں ہے اس سرزمین میں ہی کوئی ایسی بات ہے جس نے عیسائی مذہب کو پھلنے پھولنے نہیں دیا۔'' فریرا نے آہستہ آہستہ جو الفاظ بولے تھے وہ اس کے کانوں میں گونجنے لگے۔ ''جس مذہب کو وہ دل سے لگائے بیٹھے ہیں وہ مکڑی کے جالے میں پھنسی تتلی ہے۔ خون اور گوشت پوست تو ختم ہو چکا ہے صرف ڈھانچہ رہ گیا ہے۔'' فریرا اپنی شعلہ بار آنکھوں کے ساتھ بولتا چلا گیا تھا۔ یقیناً اس کے الفاظ میں خلوص کی جھلک تھی وہ شکست خوردہ انسان کی خود فریبی نہیں تھی۔

باہر پہریدار کے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ جب وہ چاپ دور ہو جاتی تو جھینگروں کی آواز ہی باقی رہ جاتی۔

''یہ سچ نہیں ہو سکتا۔ نہیں نہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ مشنری کاموں میں روڈریگیز کا تجربہ فریرا جتنا نہیں ہوگا مگر فریرا کی بات قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان سب چیزوں کو خیرباد کہہ دے جن کے لئے وہ اس ملک میں آیا ہے۔ وہ دیوار سے سر ٹکرا کر کہتا رہا۔ ''نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔''

ہاں یہ ممکن ہے ناممکن ہے۔ کسی جھوٹے مذہب کے لیے کوئی اپنی جان کیسے قربان کر سکتا ہے۔؟ اس نے اپنی آنکھوں سے ان افلاس زدہ کسانوں کو مرتے دیکھا ہے۔ اگر آخرت میں نجات پر ان کا ایمان نہ ہوتا تو وہ کہر میں نہائے سمندر میں پتھر کی طرح کیوں ڈوبتے؟ وہ کٹر عیسائی تھے۔ ہو سکتا ہے ان کا عقیدہ سیدھا سادہ ہو لیکن ان کے اندر ایمان کی یہ طاقت ان افسروں نے یا بدھ مت نے نہیں پیدا کی بلکہ عیسائی چرچ نے پیدا کی تھی۔

پادری کو فریرا کی افسردہ نظریں یاد آئیں۔ اس بات چیت میں فریرا نے شہید

ہونے والے غریب کسانوں کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ اس نے جان بوجھ کر ان کا ذکر نہیں کیا تھا۔ وہ ان لوگوں کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا جو اس سے زیادہ طاقت ور تھے، جن لوگوں نے بہادری کے ساتھ اذیتیں اور کنویں کی سزا بھگتی ہے۔ فریرا اپنی طرح کے بزدل اور کمزور لوگوں کی تعداد بڑھانا چاہتا ہے تاکہ اس کی بزدلی اور تنہائی کا ساتھ دینے والے کچھ اور لوگ بھی ہوں۔

اندھیرے میں اس نے اپنے آپ سے سوال کیا۔ کیا اس وقت فریرا سو رہا ہوگا؟ نہیں اس کے بعد وہ نہیں سو سکے گا۔ وہ بوڑھا بھی شہر کے کسی محلے میں اسی طرح بیٹھا دیوار کو تک رہا ہوگا۔ وہ بھی اپنی تنہائیوں میں غوطے لگا رہا ہوگا۔ اس کی تنہائی میری تنہائی سے زیادہ یخ بستہ اور زیادہ ہیبت ناک ہوگی۔ وہ اپنی کمزوری پر دوسروں کی کمزوری کا بوجھ ڈالنے کے لئے اپنے ساتھ اوروں کو بھی گھسیٹنے کی کوشش کر رہا ہے

خداوند، کیا تو اسے نہیں بچائے گا؟ تو نے یہودا کی طرف منہ کر کے کہا تھا۔ ''تو جس کام کے لئے آیا ہے وہ جلدی کر لے۔'' ...... تو کیا تو اس شخص کو بھی اپنی بچھڑی ہوئی بھیڑوں میں کرے گا؟

پادری کو اپنی تنہائی کا فریرا کی تنہائی سے موازنہ کر کے پہلی بار طمانیت کا احساس ہوا۔ پھر وہ خوب ہنسا۔ وہ ننگے فرش پر لیٹ گیا اور نیند کا انتظار کرنے لگا۔

## حوالہ

1- برصغیر کے شمالی علاقوں میں بھی گرمیوں کے موسم میں ایسا ہی تیوہار منایا جاتا ہے۔ اس میں بھی بچے ہاتھوں میں رنگ برنگی قندیلیں لئے گلیوں میں نکلتے ہیں اور گانے گاتے ہیں۔ وہ گانے بھی خاص قسم کے ہیں۔ یہ قندیلیں مٹی کے جالی دار کوزے پر رنگین کاغذ چڑھا کر بنائی جاتی ہیں۔ ان قندیلوں کو جھنجری کہا جاتا ہے جھنجری جالی دار کھڑکی یا جالی دار دیوار کو بھی کہتے ہیں۔ انگریزی مترجم نے ان قندیلوں کو لالٹین لکھا ہے۔ میں نے اسے جھنجری کر دیا ہے۔ جو ہم سے زیادہ قریب ہے (مترجم)

MashalBooks.com

## باب 8

دوسرے دن ترجمان پھر اس کے پاس آیا۔'' آپ نے غور کیا ہماری باتوں پر؟'' اس وقت وہ چوہے بلی کا کھیل نہیں رہا تھا۔ اس کی آواز کرخت تھی۔'' سوانو نے آپ کو سب کچھ بتا دیا ہے۔ اپنی ضد چھوڑ دیجئے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ دل سے شبیہ کو پیروں تلے روندیں' بس ایک ضابطہ کی کارروائی ہے اسے پورا کر دیں۔ صرف ایک رسم سمجھ کر ایسا کر لیجئے پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

پادری چپ رہا۔ اس کی نظریں دیوار پر ایک ہی جگہ لگی ہوئی تھیں۔ ترجمان کی باتوں سے اسے تکلیف نہیں پہنچی تھی۔ اس نے تو اس بات کو ایک کان سے سن کر دوسرے سے اڑا دیا تھا۔

'' مان جائیے ہماری بات۔ کیوں سب کو پریشان کر رہے ہیں۔ میں خلوص دل سے کہہ رہا ہوں۔ میرے لئے بھی یہ کوئی خوش گوار بات نہیں ہے۔''

'' تم لوگ مجھے کنویں میں کیوں نہیں لٹکا دیتے؟''

'' حاکم اعلیٰ کہتے ہیں کہ آپ کو سمجھایا جائے اور ان کی بات ماننے پر راضی کیا

MashalBooks.com

جائے۔''

''ہوں ...... پھر تو کچھ نہیں ہوسکتا۔''

باہر کنڈی لگنے کی آواز اس زور سے آئی کہ پادری سمجھ گیا کہ اب معقول بات چیت کے سارے دروازے بند ہو گئے ہیں اب کوئی نہیں ہو گی۔

وہ کس حد تک ظلم سہہ سکتا ہے؟ کتنی اذیت برداشت کرسکتا ہے؟ وہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔لیکن اس کے تھکے ماندہ جسم کو اس وقت وہ خوف اور وہ دہشت محسوس نہیں ہو رہی تھی جو پہاڑوں میں بھٹکے پھرنے کے وقت اس نے محسوس کی تھی۔شاید اس کا جسم شل ہو گیا تھا۔ درد حد سے گزر گیا تھا۔روز روز کی اس بے یقینی اور اس عذاب سے تو بہتر ہے کہ موت ہی آ جائے۔خدا اور ایمان کے لئے گزاری جانے والی زندگی بھی ملول کر دیتی ہے۔وہ چپکے چپکے دعا کرتا کہ اس کے دماغ اور جسم کی تکان اسے جلد سے جلد موت سے ہم کنار کر دے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے سمندر کی موجوں میں ڈوبتا گارپے کا سر گھوم جاتا۔اسے اپنے رفیق پر کتنا رشک آتا ہے۔ وہ رشک کرتا کہ کس طرح گارپے کی جان زندگی کے اس عذاب سے چھوٹ گئی۔

اس کی توقع کے عین مطابق دوسرے دن اس کا ناشتہ نہیں آیا۔دوپہر کے قریب دروازہ کھلا۔ایک لمبا چوڑا آدمی جسے پہلے اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا دروازہ میں کھڑا تھا۔ اس کا اوپر کا بدن ننگا تھا وہ اسے دیکھ رہا تھا۔وہ آدمی آگے بڑھا اور اس نے پادری کے دونوں ہاتھ اس کی پیٹھ پر باندھ دیئے۔ہاتھ اتنے کس کے باندھے گئے تھے کہ رسی اس کی کلائیوں میں چبھنے لگی تھی۔وہ آدمی ہاتھ باندھتا جاتا تھا اور پادری کو برا بھلا کہتا جا رہا تھا۔ وہ کیا کہہ رہا تھا؟ پادری نہیں سمجھ سکا۔آخر وہ وقت آ ہی گیا۔''اس نے سوچا۔

لیکن عجیب بات یہ تھی کہ اس خیال کے ساتھ ہی اسے ایک ایسی مسرت اور خوشی کا احساس بھی ہوا جس کا تجربہ اس نے پہلے نہیں کیا تھا۔

اسے گھسیٹ کر باہر نکالا گیا۔ باہر دھوپ میں تین سرکاری کارندے' چار پہریدار اور ترجمان کھڑے تھے وہ ایک قطار میں کھڑے اسے دیکھ رہے تھے پادری نے ان سب کو دیکھا خاص طور سے اس نے ترجمان کو دیکھا۔جس کے چہرے پر فتح کی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔خواہ کیسا ہی موقع ہو انسان خودنمائی سے باز نہیں آتا۔پادری نے سوچا۔ پھر وہ دل ہی دل میں ہنسا۔میرے اوپر اب تک اس حقیقت کا انکشاف نہیں ہوا

تھا۔

موٹے شخص نے پادری کو دبوچا اور اٹھا کر گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر بٹھا دیا۔ وہ گھوڑا ہی اتنا دبلا پتلا تھا کہ مریل خچر ہی نظر آتا تھا۔ گھوڑا چلا تو پیچھے پیچھے سرکاری کارندوں اور سپاہیوں نے بھی چلنا شروع کر دیا۔ ترجمان بھی ان کے ساتھ ہی آ رہا تھا۔

راستے میں انہیں دیکھنے والوں کا ہجوم ہو گیا تھا یہ لوگ پہلے سے وہاں جمع تھے۔ پادری نے ان لوگوں کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ بوڑھے لوگ حیرت سے منہ کھولے اسے دیکھ رہے تھے، بچے دانتوں سے کھیرا کترتے ہوئے اسے تک رہے تھے۔ عورتیں پہلے تو اسے دیکھ کر ہنستیں پھر بیوقوفوں کی طرح تکنے لگتیں اور جب اس سے نظریں ملتیں تو خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹ جاتیں۔ روشنی ہر چہرے پر مختلف قسم کے سائے ڈال رہی تھی۔ پھر اچانک اس کے پیچھے سے کوئی چیز اڑتی ہوئی آئی اور کان کے قریب سے نکل گئی۔ یہ گوبر تھا جو کسی نے اس پر پھینکا تھا۔

اس نے تہیہ کر رکھا تھا کہ اپنے ہونٹوں پر سے مسکراہٹ ختم نہیں ہونے دے گا۔ ہاں وہ ناگاساکی کی گلیوں میں گدھے پر سوار ہو کر گزر رہا تھا۔ ایک اور ہستی بھی اسی طرح گدھے پر سوار یروشلم میں داخل ہوئی تھی۔ اور وہی ہستی تھی جس نے اسے سکھایا ہے کہ انسان کے لئے سب سے متبرک اور مقدس یہی بات ہے کہ وہ ہر قسم کی بے عزتی اور ہر تکلیف کو خوشی خوشی قبول کر لے وہ اپنے چہرے کا یہ تاثر آخری دن تک برقرار رکھے گا۔ کافروں کے درمیان یہ ایک ایماندار عیسائی کا چہرہ ہے۔

ایک بہت بڑے پیڑ کے سائے میں کچھ بودھ بھکشو بیٹھے تھے۔ اسے دیکھ کر وہ طرح طرح سے اپنی نفرت کا اظہار کرنے لگے۔ پھر وہ اٹھے اور اس کے گرد جمع ہو گئے۔ انہوں نے اسے اس طرح لاٹھیاں دکھانا شروع کر دیں جیسے وہ اسے ڈرا رہے ہوں۔ ان میں ایک بھی چہرہ ایسا نہیں تھا۔ جس پر نفرت اور حقارت کی سیاہی نہ چھپی ہو البتہ ان کی نظروں میں تجسس تھا۔ انہیں لوگوں میں اسے وہ شخص پھر دکھائی دیا جو کتے کی طرح ٹانگوں میں دم دبائے چل رہا تھا۔ وہ اس معافی مانگ رہا تھا۔ غیر شعوری طور پادری کا سارا جسم اکڑ گیا۔ وہ کچی جیرو تھا۔

چیتھڑوں میں لپٹا کچی جیرو سامنے کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کی نظریں پادری کی نظروں سے ملیں تو وہ پیچھے ہٹ گیا اور اس نے ہجوم میں اپنے آپ کو چھپانے کی

کوشش کی۔لیکن گھوڑے پر بیٹھے ہونے کی وجہ سے پادری اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ آدمی کہاں سے اس کا پیچھا کرتا آتا رہا ہے۔ان تمام کافروں میں وہی ایک آدمی تھا جسے وہ جانتا تھا۔

''ٹھیک ہے۔ٹھیک ہے۔میں ناراض نہیں ہوں۔ ہمارا خدا ناراض نہیں ہے'' پادری نے کچی جیرو کی طرف دیکھ کر اس طرح سر ہلایا جیسے اپنے گناہوں پر شرمندگی کا اظہار کرنے والے گناہ گار وتسلی دینے کے لئے اعتراف کے بعد پادری سر ہلاتے ہیں۔

دستاویزوں میں لکھا ہے کہ اس روز یہ ہجوم ہاکاتا سے کتسویاما تک پادری کے ساتھ گیا پھر گوتو کی طرف مڑ گیا۔قاعدہ یہ تھا کہ جب مشنریوں کو پکڑا جاتا تو انہیں سزا دینے سے ایک دن پہلے ناگاساکی کی سڑکوں پر اسی طرح پھرایا جاتا تھا کہ لوگ بھی ان کا تماشہ دیکھ لیں۔انہیں خاص طور سے بازاروں اور تنگ گلیوں سے لے جایا جاتا جہاں زیادہ سے زیادہ لوگ انہیں دیکھنے کو جمع ہو سکتے تھے۔اس کے دوسرے دن انہیں اس مقام پر لے جایا جاتا جہاں سزا دی جاتی۔

اوموتا سومی تادا کے دور میں ناگاساکی کی بندرگاہ پہلی بار کھولی گئی تھی۔گوتو ماجی وہ علاقہ تھا جہاں جزیرہ گوتو سے آئے ہوئے لوگ رہتے تھے۔ یہاں سے خلیج ناگاساکی دوپہر کی دھوپ میں چمکتی صاف نظر آتی تھی۔ پادری کے ساتھ چلنے والے لوگ ایک دوسرے کو پیچھے دھکیل کر اور کہنیاں مار کر آگے آنے کی کوشش کر رہے تھے تاکہ گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر بندھے اس عجیب غریب بدیسی شخص کو دیکھ سکیں۔ان کے لئے یہ شخص وحشی اور جنگلی تھا۔ پادری تھک کر اپنی کمر سیدھی کرنے کی کوشش کرتا تو لوگ اور بھی پاگلوں کی طرح چیخنے لگتے۔وہ خوشی سے تالیاں بجاتے۔

پہلے تو وہ کافی دیر اپنے ہونٹوں پر زبردستی مسکراہٹ لانے کی کوشش کرتا رہا پھر وہ تھک گیا۔اس کے چہرے کے اعصاب اکڑ گئے۔اب اس کے لئے مسکرانا مشکل ہو گیا تھا۔اب وہ صرف یہی کر سکتا تھا کہ آنکھیں بند کر لے اور ان لوگوں کو نہ دیکھے۔ان چہروں پر نظر ہی نہ ڈالے جن کے دانت نکلے پڑ رہے تھے۔جس دم انسانوں کا ہجوم پیلاطس کے محل کے باہر جمع ہو گیا تھا اور اس پر آوازے کس رہا تھا اور نفرت شور مچا رہا تھا تو کیا وہ شخص مہربانی کے ساتھ مسکرا رہا تھا؟ اس نے سوچا۔ وہ شخص بھی ایسا نہیں کر سکتا تھا۔اسے خیال

MashalBooks.com

آیا۔اس نے مناجات پڑھنے کی کوشش کی ،مگر مناجات کے الفاظ سنگریزوں کی طرح اس کے ہونٹوں سے گرنے لگے وہ الفاظ بھی مشکل کے ساتھ ادا ہو رہے تھے۔اس کی توجہ رسی کے اس پھندے کی طرف چلی گئی جو اس کی کلائی کو کاٹے ڈال رہی تھی۔کلائی بری طرح دکھ رہی تھی۔شدید درد ہو رہا تھا۔پھر اسے افسوس ہوا' شدید صدمہ' کہ وہ اس ہجوم سے اس طرح پیار نہیں کر سکتا جیسے یسوع مسیح اس حالت میں بھی کرتے تھے۔

''کیا حال ہے فادر؟ آپ کی مدد کے لئے کوئی بھی نہیں آیا۔؟'' یہ ترجمان تھا جو گھوڑے کے پاس آ کر اچانک چیخا تھا۔'' آپ کے دائیں بائیں حقارت اور نفرت کی آوازیں ہی ہیں اور کچھ نہیں ہے۔آپ کا خیال تھا کہ آپ ان لوگوں کے لئے اس ملک میں آئے ہیں' ذرا دیکھئے' غور سے دیکھے۔ان میں ایک بھی تو ایسا نہیں ہے جسے آپ کی ضرورت ہو۔آپ بالکل بے کار انسان ہیں۔بالکل بے کار۔''

''میں جانتا ہوں......'' اب پادری نے بھی شعلہ بار نظروں سے ترجمان کو دیکھا اور پہلی بار پوری طاقت سے چیخا۔'' میں جانتا ہوں' مگر اس ہجوم میں کچھ ایسے لوگ ضرور ہوں گے جو دل ہی دل میں میرے لئے دعا کر رہے ہوں گے۔''

''چلئے میں آپ کو ایک اور بات بتاتا ہوں۔بہت پہلے ناگاساکی میں گیارہ چرچ اور لاکھ عیسائی تھے۔اب کہیں ہیں وہ؟ کہاں چھپے ہوئے ہیں وہ؟ سب ختم ہو گئے۔اس ہجوم میں ایسے لوگ ہیں جو پہلے عیسائی تھے لیکن اب وہ زور زور شور سے آپ کا مذاق اڑا رہے ہیں۔وہ اپنے ساتھیوں کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ وہ عیسائی نہیں ہیں''

''اڑا لو میرا مذاق جتنا چاہو۔کر و میری بے عزتی۔مگر یاد رکھو تم جتنا تنگ کرو گے میری ہمت اور میرا حوصلہ اتنا ہی بڑھتا جائے گا۔''

''رات کو دیکھ لینا......'' ترجمان نے قہقہہ لگایا اور زور سے گھوڑے کے پیٹ پر ہاتھ مارا۔'' آج رات' سمجھے؟ آج تکذیب کر لو گے۔انوئے نے کہہ دیا ہے۔انہوں نے صاف صاف بتا دیا ہے۔اور انوئے جب بھی کہتے ہیں کہ فلاں فادر تکذیب کر لے گا تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ان کی بات کبھی غلط نہیں ہوتی۔سوانو کے بارے میں انہوں نے جیسا کہا تھا ویسا ہی ہوا......اب بھی ان کی بات سچ ہی ہو گی۔''

ترجمان نے خوشی اور طمانیت کے احساس کے ساتھ دونوں ہاتھ ملے اور پھر گھوڑے کے پیچھے چلنے لگا۔

MashalBooks.com

''سوانو کے بارے میں......'' پادری کے کانوں میں یہ الفاظ گونجتے رہے۔
گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر اسے جھرجھری سی آئی اور اس نے اپنے دماغ سے یہ الفاظ نکالنے کی کوشش کی۔

خلیج کی جانب سے کالی گھٹا امنڈ رہی تھی۔ سہ پہر کی دھوپ میں بادلوں کے کنارے چمک رہے تھے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس وقت یہ امنڈتے بادل اسے آسمان میں بنا دیو ہیکل قلعہ کیوں معلوم ہو رہے ہیں۔ اس نے ایسے امنڈتے اور گرجتے بادل پہلے بھی کئی بار دیکھے تھے لیکن انہوں نے اس کے سینے میں ایسی ہلچل کبھی نہیں مچائی تھی۔ اب اس گیت کی خوبصورتی اس پر ظاہر ہوئی جو جاپانی عیسائی گاتے تھے۔ قدم اٹھ رہے رہے ہیں۔ قدم اٹھ رہے ہیں۔ سوئے معبد عرش اعلیٰ......سوئے معبد عرش اعلیٰ......دور عرش معلیٰ کی جانب......'' اسے تسلی اور تسکین دینے والا یہی خیال تھا کہ اس راستے پر اور لوگ بھی چلے ہیں۔ دوسروں نے ہی خوف و دہشت کا مزہ چکھا ہے۔ ہاں' وہ اکیلا نہیں ہے۔ یہ خوشی کی بات ہے۔ اسی سمندر میں وہ جاپانی بھی تو ہیں جنہوں نے عرش معلیٰ کے معبد تک جانے سے پہلے شدید اذیت اور کرب کے ساتھ پورا ایک دن ٹکٹکی پر گزارا تھا۔ یکلخت اس کا سینہ خوشی سے بھر گیا وہ ان جاپانیوں کی صف میں شامل ہو رہا ہے' وہ گارپے کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑا ہو رہا ہے' وہ صلیب پر چڑھنے والے کے ساتھ شامل ہو رہا ہے۔ اس ہستی کے ساتھ جس کا تصور ایک زندہ اور جیتی جاگتی حقیقت کی طرح ساری زندگی اس کے ساتھ رہا ہے۔ اذیت میں مبتلا مسیح۔ صابر و شاکر مسیح اس کے دل کی گہرائیوں سے دعا نکلی کہ خداوند میرا چہرہ بھی اس چہرہ کے قریب کر دے۔

اب سپاہیوں نے کوڑے مار مار کر ہجوم کو پیچھے دھکیلنا شروع کر دیا تھا۔ وہ انہیں دھکے دے دے کر راستہ بنا رہے تھے۔ لوگ ڈر کر پیچھے ہٹ رہے تھے۔ بکھر رہے تھے۔ وہ انہیں راستہ دے رہے تھے۔

آخر سورج اور نیچے چلا گیا۔ سامنے بائیں جانب مندر کے سرخ کلس پر ہی دھوپ تھی۔ شہر سے دور ایک پہاڑی ایسے نظر آ رہی تھی جیسے ہوا میں اڑ رہی ہو۔ اب پھر ہجوم نے پادری پر کنکر پتھر اور گوبر پھینکنا شروع کر دیا تھا۔ گوبر کا یا ایک لوتھڑا پادری کے گال پر آ کر لگا۔

گھوڑے کے ساتھ چلتے ہوئے ترجمان نے ایک ہی رٹ لگا رکھی تھی۔ '' مان

MashalBooks.com

جاؤ' میرے کہنے سے مان جاؤ' میرے کہنے سے مان جاؤ۔ تکذیب کرلو۔ میں کوئی غلط بات نہیں کہہ رہا ہوں۔ اگر آج تم اپنے مذہب سے ہٹ جاؤ تو یہ گھوڑا پھر کبھی تمہیں قید خانے لے کر نہیں جائے گا۔

''تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟''

''حاکم اعلیٰ کے دفتر...... میں نہیں چاہتا کہ آپ کو تکلیف ہو۔ میں کوئی غلط بات نہیں کر رہا ہوں۔ صرف اتنی مہربانی کرو کہ یہ الفاظ کہہ دو'' میں مذہب سے انکار کرتا ہوں''۔

پادری خاموش بیٹھا ہونٹ چباتا رہا۔ اس کے چہرے کا سارا خون اس کی ٹھوڑی میں آ گیا تھا۔ ترجمان نے اسے غور سے دیکھا اس کا ایک ہاتھ گھوڑے کی پیٹھ پر رکھا ہوا تھا' اس کی آنکھوں میں غم اور افسوس تھا اور وہ ساتھ ساتھ چلا جا رہا تھا۔

پادری آدھا جھکا اور کوٹھڑی کے گھپ اندھیرے میں داخل ہو گیا۔ اچانک ایک تیز بدبو نے اس کے پاؤں پکڑ لئے۔ یہ پیشاب کی کھراند تھی۔ سارا فرش پیشاب سے تر تھا۔ ایک پل کے لئے تو وہ گھبرا گیا۔ مشکل سے اس نے اپنی قے روکی وقفہ کے بعد آنکھیں اس اندھیرے سے مانوس ہوئیں تو اس نے دیوار اور فرش میں تمیز کی۔ انگلیوں سے دیوار کو ٹٹولتا ہوا آگے بڑھا تو ایک اور دیوار سے ٹکرا گیا۔ اس نے اپنا ہاتھ سیدھا کیا تو محسوس ہوا کہ دونوں ہاتھ پھیلا کر وہ اپنی انگلیوں کے پوروں سے دونوں دیواروں کو چھو سکتا ہے۔ اب اسے اندازہ ہوا کہ یہ کمرہ کتنا بڑا ہے۔ اس نے کان لگا کر سننے کی کوشش کی مگر کوئی آواز کوئی آہٹ نہیں تھی۔ اس کے لئے یہ سمجھنا مشکل تھا کہ وہ حاکم اعلیٰ کے دفتر کی عمارت کے کس حصے میں ہے۔ تاہم موت جیسے سناٹے نے اسے بتا دیا کہ آس پاس کوئی اور جاندار نہیں ہے دیواریں لکڑی کی تھیں۔ اوپر ہاتھ بڑھایا تو پتہ چلا کہ دیوار کے اوپر والے حصے میں کچھ کھدا ہوا سا ہے۔ پہلے تو اس نے سوچا کہ یہ محض اتفاق ہے' لکڑی میں یہ نقش سا بن گیا ہے لیکن پھر اسے خیال آیا کہ نہیں' یہ اتفاق نہیں ہو سکتا۔ اس نے ہاتھ سے ٹٹولنا شروع کیا تو اندازہ ہوا کہ انگریزی کا ''ایل'' بنا ہوا ہے۔ اس کے بعد دوسرا حرف انگریزی کا ''اے'' تھا۔ نابینا شخص کی طرح اس کی انگلیاں آگے ٹٹولتی چلی گئیں اور اس نے محسوس کیا کہ یہ تو (لاطینی زبان میں) LAUDATE EUM ہے اس سے آگے اور کچھ

MashalBooks.com

نہیں کھدا ہوا تھا۔ غالباً کسی مشنری نے' جو اس کوٹھری میں بند ھا تھا یہ کھودا ہوگا تا کہ اس کے بعد آنے والے بھی اسی طرح خدا کی حمد وثنا کرتے رہیں اس کا شکر ادا کرتے رہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مشنری جب تک اس کال کوٹھری میں رہا مذہب سے تائب نہیں ہوا تھا۔ اس کے سینے میں ایمان کی شمع روشن تھی۔ اس پر کیا گزری ہوگی؟ شدت جذبات سے پادری کی آنکھیں نم ہوگئیں۔ پھر اس نے سوچا کہ خداوند ہمارا خدا آخری دم تک اس کی حفاظت بھی کرے گا۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ رات کا کون سا پہر ہے۔ سڑکوں اور گلیوں سے گزرتے ہوئے طویل فاصلہ طے کر کے وہ حاکم اعلیٰ کے دفتر پہنچے تھے۔ راستے بھر ترجمان اور سرکاری کارندے اس کا سر کھاتے رہے تھے۔ وہ ایک ہی قسم کے سوال دھرائے جا رہے تھے۔ کہاں سے آئے ہو؟ کس سوسائٹی سے تعلق ہے اور میکاؤ میں کتنے مشنری ہیں؟ اب وہ اس سے مذہب ترک کرنے کے لئے نہیں کہہ رہے تھے۔ ترجمان نے بھی اپنی دھن بدل لی تھی۔ اب وہ اپنے سپاٹ چہرے کے ساتھ صرف ان الفاظ کا ترجمہ ہی کر رہا تھا جو وہ لوگ بول رہے تھے۔ ان کی یہ بک بک ختم ہوئی تو یہ کال کوٹھری آ گئی اور اسے اس میں دھکیل دیا گیا۔

شکر ہے تیرا...... دیوار کے سہارے بیٹھتے ہوئے پادری نے پھر اس شخص کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا جو اس کے دل و دماغ میں بسا ہوا تھا۔ جس طرح کوئی نوجوان دور چلے جانے والے محبوب کے بارے میں سوچتا ہے اس طرح پادری کی عادت تھی کہ جب بھی وہ تنہا ہوتا اپنی محبوب ہستی کے بارے میں سوچنے لگتا۔ جب بھی تنہائی ہوتی یسوع مسیح کا چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ لیکن جب سے وہ گرفتار ہوا ہے اور خاص طور سے جب سے وہ ان کوٹھریوں میں بند ہوا ہے جہاں سے وہ پیڑوں کے پتوں کی سرسراہٹ سنا کرتا ہے اس وقت سے جب بھی یسوع کی شبیہ اس کے سامنے آتی ہے اس کا دل کچھ اور ہی قسم کے جذبات سے بھر جاتا ہے۔ اس اندھیرے میں وہ شبیہ اس کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ پہلے پہل تو وہ غمزدہ نظریں برمے کی طرح اس کے سینے میں اترتی چلی جاتی تھیں مگر اب ایسا لگتا ہے جیسے وہ کچھ کہہ بھی رہی ہیں۔ وہ کہہ رہی ہیں۔ ''تو تکلیف اٹھاتا ہے تو میں بھی تکلیف اٹھاتا ہوں تیری آخری سانس تک میں تیرے ساتھ ہوں۔''

اس شبیہہ کا سوچتے ہوئے پادری کو گارپے بھی یاد آ گیا۔ وہ ہمیشہ خواب میں وہ

MashalBooks.com

سر دیکھتا ہے جو سمندر میں عیسائیوں کو لے جانے والی کشتی کا پیچھا کر رہا ہوتا ہے۔ پھر دیکھتا ہے کہ وہ سر لہروں میں غائب ہو رہا ہے اس کے ساتھ ہی وہ پسینے سے شرابور ہو جاتا۔ وہ شرم سے پانی پانی ہو جاتا۔ میں نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ میں نے عیسائیوں کو ان کے حال پر کیوں چھوڑ دیا؟ یہ خیال اتنا اذیت ناک ہو جاتا کہ وہ گارپے کو ہی اپنے دل و دماغ سے نکالنے کی کوشش کرنے لگتا۔

دور سے کوئی آواز آئی اسے لگا جیسے کتے ہانپ رہے ہوں یا لڑ رہے ہوں۔ اس نے کان کھڑے کیے مگر ایک دم وہ آواز بند ہوگئی۔ چند ثانیہ بعد وہ آواز پھر شروع ہوگئی اور پھر کافی دیر جاری رہی۔ پھر وہ خود ہی ہنسنے لگا۔ کوئی شخص خراٹے لے رہا ہے۔ پہریدار سا کے کے نشے میں دھت سو رہا ہوگا؟

تھوڑی دیر وہ خراٹے اسی طرح وقفے سے جاری رہے۔ کبھی وہ تیز ہو جاتے اور کبھی آہستہ جیسے بے سری بانسری بج رہی ہو۔ کتنی مضحکہ خیز بات ہے۔ ایک آدمی کال کوٹھڑی میں بند اپنی موت کے انتظار میں جاگ رہا ہے اور دوسرا آدمی دنیا جہان سے بے خبر خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہا ہے۔ انسانی زندگی بھی کتنی عجیب چیز ہے۔ کتنا بڑا طنز ہے۔ وہ دل ہی دل میں ہنسا۔

ترجمان نے اس سے کہا تھا کہ آج رات تم اپنے مذہب سے پھر جاؤ گے۔ انکار کر دو گے اپنے عقیدے سے۔ (جیسے وہ میرے جذبات سے بخوبی واقف ہو۔۔۔۔)
جونہی اسے یہ خیال آیا اس نے دیوار سے اپنا سر ہٹایا اور ہنسا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اس پہریدار کا پرسکون چہرہ پھر آ گیا جو باہر مزے سے خراٹے سے لے رہا ہے۔ جیسے اسے کوئی فکر ہی نہیں ہے کہ میں فرار ہونے کی کوشش بھی کر سکتا ہوں۔ ٹھیک تو ہے۔ میرا فرار ہونے کا ارادہ بھی نہیں ہے۔ پھر بھی تماشا دیکھنے کے لئے اس نے کواڑ کو ہلکا سا دھکا دیا۔ باہر سے کنڈی لگی ہوئی تھی۔ دروازہ نہیں کھل سکتا تھا۔

وہ جانتا تھا کہ اس کی موت کا وقت قریب آ چکا ہے لیکن عجیب بات تھی کہ اس کا دل اس حقیقت و قبول نہیں کر رہا تھا۔ اس کے جذبات دلائل کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

ہاں' موت کا وقت قریب آ رہا ہے۔ خراٹے بند ہوئے تو ہولناک سناٹے نے پادری کو دبوچ لیا یہ رات کا سناٹا اور بے آواز تاریکی ہی نہیں تھی بلکہ موت کا خوف بھی اس کے دل و دماغ پر اتر رہا تھا۔ جیسے رفتہ رفتہ اس پر دہشت طاری ہو رہی تھی۔ پھر یکدم اسے

کچھ ہوا۔ اس نے دونوں ہاتھ مسلے اور زور سے چیخ ماری اس چیخ کے ساتھ ہی سمندر کی موجوں کی طرح خوف بھی دور ہوگیا۔ لیکن چند لمحے بعد ہی خوف کی وہ لہر پھر آئی اور اسے پھر اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس نے دعا مانگنا شروع کر دی۔ وقفے وقفے سے اس کے دماغ میں یہ الفاظ آ رہے تھے۔ ''اس کا پسینہ ایسا ہوگیا جیسے خون کے قطرے......'' اب جو اس نے وہ نحیف ونزار چہرہ دیکھا تو اسے اس خیال سے کوئی تسلی نہیں ہوئی کہ اس نے بھی موت کے وقت اسی خوف اور اسی دہشت کا مزہ چکھا تھا۔ ماتھے سے پسینہ پونچھتے ہوئے وہ کھڑا ہوگیا اور موت سے توجہ ہٹانے کے لئے اس تنگ کوٹھری میں ٹہلنے لگا۔ ''مجھے بیٹھنا نہیں چاہئے۔ چلتے پھرتے رہنا چاہئے۔''

آخر بہت دور سے ایک آواز سنائی دی۔ اگر یہ جلاد کی آواز ہے تب بھی اس یخ بستہ تاریکی سے بہتر ہے جو تلوار کی طرح میرے جسم میں اترتی چلی جارہی ہے۔ اس نے سوچا۔ اس نے کواڑ کے ساتھ کان لگا دیئے۔ وہ سننا چاہتا تھا کہ کوئی کیا کہہ رہا ہے۔

کوئی شخص کسی کو ڈانٹ رہا تھا۔ وہ اس کا مذاق اڑا رہا تھا اور وہ شخص برابر منت سماجت کئے جارہا تھا تھوڑی دیر کے لئے چیخ چیخ بند ہو جاتی اور پھر اسی طرح شروع ہو جاتی۔ ابھی وہ یہ تکرار سن ہی رہا تھا کہ دفعتہً اس کا خیال کہیں اور چلا گیا۔ یہ اندھیرا ہمیں کیوں خوف زدہ کرتا ہے؟ اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ ہمارے اندر جبلی طور پر قدیم انسان کا اس وقت کا خوف موجود ہے جب ابھی دنیا میں روشنی نمودار نہیں ہوئی تھی؟ یہ عجیب وغریب خیال اس کے ذہن میں آیا اور وہ ہنس دیا۔

''میں کہتا ہوں چلا جا یہاں سے'' کوئی شخص کسی کو ڈانٹ رہا تھا۔

مگر دوسرا آدمی رو رو کر اس کی خوشامد کر رہا تھا۔ ''میں عیسائی ہو۔ مجھے فادر سے ملنے دو۔''

یہ آواز اسے کچھ جانی پہچانی سی لگی۔ ہاں' یہ کچی جیرو کی آواز ہے۔ ''مجھے فادر سے ملنے دو۔ مجھے فادر سے ملنے دو۔''

''میں کہتا ہوں چپ ہو جا ورنہ اتنے ڈنڈے پڑیں گے کہ یاد رکھے گا۔''

''مارو' مجھے مارو۔ خوب مارو مجھے۔'' وہ برابر چیخ رہا تھا۔

''کون ہے یہ؟'' ایک اور آواز آئی۔

''پاگل معلوم ہوتا ہے۔ شاید بھکاری ہے مگر کل سے بکے جا رہا ہے کہ عیسائی

ہے''

پھر دفعتہً کچی جیرو کی آواز گونجی۔ ''فادر مجھے معاف کردو۔ میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرنے آیا ہوں۔ مجھے تسلی دو۔ مجھے بخشش کا پیغام دو''

''کیا بک رہا ہے؟'' پھر ایسا لگا جیسے کوئی پیڑ ڈھے گیا ہو۔ جلاد نے شاید اسے مارا تھا۔

''فادر' معافی دے دو۔''

پادری نے آنکھیں بند کیں اور اس کے گناہوں کی بخشش کے الفاظ منہ ہی منہ میں دھرائے۔ اس کی زبان پر تلخ سا ذائقہ آ گیا۔

''میں پیدائشی ڈرپوک ہو۔ بزدل کبھی شہید کی موت نہیں مرسکتا۔ میں کیا کروں؟ اے خدا میں اس دنیا میں آیا ہی کیوں تھا۔'' اور وہ آواز ہوا کے جھونکے کی طرح دور ہوتی چلی گئی۔ اچانک پادری کے سامنے وہ کچی جیرو آ کھڑا ہوا جو اس کے ساتھ توموگی واپس آیا تھا۔ وہاں عیسائی کس طرح اس کی آؤ بھگت کررہے تھے۔ کس طرح وہ دولہا بنا ہوا تھا۔ اگر یہ جوروستم نہ ہوتا تو یہ شخص ایک خوش مزاج عیسائی کی طرح ہنسی خوشی زندگی گزارتا۔ ''میں اس دنیا میں ہی کیوں آیا......'' کیوں آیا......'' پادری نے کانوں میں انگلیاں دے لیں۔ وہ ایسے رو رہا تھا جیسے کتا روتا ہے۔

ہاں' اس نے گناہوں کی بخشش کے الفاظ اپنی زبان سے ادا کئے تھے مگر وہ اس کے دل سے نہیں نکلے تھے۔ وہ تو اس نے پادری کی حیثیت سے اپنا فرض ادا کیا تھا۔ اس لئے وہ الفاظ ابھی تک اس کی زبان پر کڑوے پھل کی طرح رکھے تھے۔ سچ ہے اس کے دل میں اب کچی جیرو کے لئے نفرت نہیں تھی لیکن اس کے حافظے میں دور کہیں اس کی غداری کی یاد ابھی تک تازہ تھی۔ وہ سڑی بسی مچھلی جو اس نے کھلائی تھی اور وہ شدید پیاس جو اس کے بعد اسے لگی تھی اس کے دل میں اب نفرت کا کوئی جذبہ نہیں تھا مگر وہ اس واقعہ کو بھلا نہیں سکتا تھا۔ ایک بار پھر اس کی زبان پر وہ الفاظ آ گئے جو یسوع نے یہودا سے کہے تھے۔

اس نے بائبل میں یہ الفاظ پڑھے تھے تو اس وقت ان کا مفہوم وہ نہیں سمجھ سکا تھا۔ بلکہ وہ الفاظ ہی نہیں وہ تو یہ بھی نہیں سمجھ سکا تھا کہ اس ہستی کی زندگی میں یہودا کا کردار کیا تھا۔ ایسے آدمی کو حواریوں میں شامل ہی کیوں کیا گیا تھا جو آخر میں غداری کرنے والا

تھا؟ وہ شخص تو پہریدار کی نیت جانتا تھا پھر وہ کیوں ظاہر کرتا رہا کہ وہ کچھ نہیں جانتا؟'' کیا یہوداہ محض ایک کٹھ پتلی تھا جسے یسوع مسیح کو صلیب پر چڑھانے کے لئے استعمال کیا گیا؟

لیکن ایک اور بات بھی ہے...... ہاں یہ بات بھی ہے......'' اگر یسوع مسیح مجسم مہر و محبت تھے تو آخر میں انہوں نے یہوداہ کو دھتکار کیوں دیا تھا؟ یہوداہ نے خونی میدان میں اپنے آپ کو پھانسی لگا لی تھی کیا اسے ہمیشہ کے لئے تاریکی کے غار میں پھینک دیا گیا ہے؟

وہ دین کا عالم تھا۔ وہ پادری تھا مگر پہلے بھی اس کے دماغ میں یہ خیالات ایسے ابھرتے رہتے تھے جیسے دلدل میں گندے پانی کے بلبلے اٹھتے ہیں۔ اس وقت وہ سوچتا کہ یہ گندے بلبلے اس کے ایمان کو داغ دار کر رہے ہیں۔ اس کے ماتھے پر کالک مل رہے ہیں۔ لیکن اب نہایت تسلسل کے ساتھ یہ خیالات اسے اپنے نرغے میں لے رہے تھے۔ اب وہ چاہتے ہوئے بھی ان سے اپنی جان نہیں چھڑا سکتا تھا۔

اس نے سر جھٹکا اور گہرا سانس لیا۔ یوم حشر ضرور آئے گا۔ انسان بائبل کے تمام اسرار نہیں سمجھ سکتا یہ اس کا مقدر ہے۔ مگر وہ جاننا چاہتا تھا۔ وہ دریافت کرنا چاہتا تھا۔ آج تم ضرور مذہب سے انکار کرو گے۔ ترجمان نے پورے اعتماد کے ساتھ کہا تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے اس شخص نے پطرس سے کہا تھا۔'' آج رات' مرغ کی بانگ سے پہلے تم تین بار میرا انکار کرو گے۔'' صبح ابھی دور ہے۔ ابھی مرغوں کے بانگ دینے کا وقت نہیں ہوا۔

خراٹے پھر شروع ہوئے۔ یہ تو بالکل ہوا چکی کی سی آواز جو چلے جا رہی ہے۔ پادری پیشاب سے بھرے فرش پر بیٹھ گیا اور پاگلوں کی طرح ہنسنے لگا۔ انسان بھی کیسی مخلوق ہے۔ اس وقت ایک آدمی سور کی طرح منہ کھولے آرام سے خراٹے لے رہا ہے۔ اسے موت کا کوئی ڈر نہیں ہے۔ وہ مزے سے سو رہا ہے۔ پادری اپنے تصور میں اس پہریدار کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ چوڑا چکلا شراب سے پھولا چہرے مگر یہی چہرے مظلوموں کے لئے انتہائی سفاک اور کٹھور چہرہ بھی ہے۔ اس پہریدار کی سفا کی حاکموں اور سرداروں والی سفا کی نہیں ہے بلکہ غریبوں والی سفا کی ہے۔ یہ لوگ اپنا غصہ اپنے آپ سے کمزور جانوروں پر اتارتے ہیں۔ اس نے پرتگال کے گاؤں میں ایسے لوگ دیکھے ہیں۔ اس لئے وہ انہیں اچھی طرح جانتا ہے۔ ایسے لوگ بالکل محسوس نہیں کرتے کہ ان کی حرکت سے کسی کو تکلیف بھی پہنچ سکتی ہے۔ ایسے ہی ایک آدمی نے اس شخص کو صلیب پر چڑھایا تھا جس کا چہرہ دنیا

MashalBooks.com

میں سب سے اچھا اور سب سے زیادہ خوبصورت ہے۔ ایسا خوبصورت جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

یہ اس کی زندگی کی سب سے اہم اور سب سے زیادہ سنگین رات ہے اور یہ رات ان خراٹوں کی نذر ہو رہی ہے۔ یہ خراٹے اس کی یہ رات خراب کر رہے ہیں لیکن کیا یہ خراٹے ہی ہیں یا کسی کے کراہنے کی آواز ہے؟ اس خیال پر اسے سخت غصہ آیا۔ اسے ذلیل کیا جا رہا ہے۔ اسے اس کی اپنی نظروں میں ذلیل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ کراہنے کی آواز بند ہوئی تو اس نے مکوں سے دیوار کو پیٹنا شروع کر دیا۔ وہ زور زور سے مکے مار رہا تھا۔ لیکن گیت سمنی کے پہریداروں کی طرح یہ پہریدار بھی گہری نیند سو رہے تھے۔ وہ اس کی اذیت اور اس کے کرب سے بے نیاز تھے۔ اس نے پھر دیوار پر مکے برسائے۔ اب دوبارہ دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور لگا کہ کوئی تیز تیز چلتا ادھر آ رہا ہے۔

''کیا بات ہے فادر؟'' یہ ترجمان کی آواز تھی۔ اس کا لہجہ ایسا تھا جیسے بلی چوہے کے ساتھ کھیل رہی ہو۔'' تکلیف ہو رہی ہے نا؟ بات ہی تکلیف کی ہے۔ کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ آپ اپنی ضد چھوڑ دیں۔ بس آپ اتنا کہہ دیں کہ میں اپنے مذہب سے انکار کرتا ہوں۔ اس کے بعد سب ٹھیک ہو جائے گا۔ پھر آپ اپنے پریشان دماغ کو سکون دے سکیں گے۔ آپ کی ساری تکلیفیں دور ہو جائیں گی۔''

''مجھے ان خراٹوں سے تکلیف ہو رہی ہے۔'' پادری نے اندھیرے سے کہا۔

ترجمان اچانک خاموش ہو گیا۔ جیسے وہ حیران ہو گیا ہو۔'' آپ انہیں خراٹے سمجھ رہے ہیں؟......سوانو......آپ نے سنا یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ خراٹے ہیں۔''

پادری کو احساس نہیں ہوا تھا کہ فریرا بھی وہاں کھڑا ہے۔ ترجمان پھر بولا۔'' سوانو' انہیں بتایئے نا یہ کیا ہے۔''

اب پادری نے فریرا کی آواز سنی۔ ایسی آواز جو کسی زمانے میں وہ روز سنا کرتا تھا۔ اب یہ آواز نرم تھی اور ترحم کے جذبات میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ''یہ خراٹے نہیں ہیں۔ یہ ان عیسائیوں کے کراہنے کی آواز ہے جو کنویں میں الٹے لٹک رہے ہیں۔''

فریرا بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ اس کا سر کسی بوڑھے جانور کی طرح لٹکا ہوا تھا۔ ترجمان نے اپنے مزاج کے عین مطابق ادھ کھلے کواڑوں میں منہ ڈالا اور کافی دیر پادری

کو گھورتا رہا۔ پادری انتظار کر رہا تھا کہ وہ کچھ بولے مگر وہ اسے گھورتا رہا پھر بیٹھی ہوئی آواز میں بولا۔ ''میرا خیال ہے آپ کی باری ہے۔ آپ ہی کچھ کیجئے۔'' ان الفاظ کے ساتھ وہ مڑا اور غائب ہو گیا۔ اس کے قدموں کی آواز دور تک آتی رہی۔

قدموں کی آواز بالکل بند ہو گئی مگر فریرا اسی طرح سر جھکائے خاموش کھڑا رہا تھا۔ لگتا تھا اس کا جسم ہوا میں اڑ رہا ہے۔ وہ کاغذ کی طرح ہلکا اور کسی بچہ کی طرح چھوٹا سا لگ رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا اس کا ہاتھ بھی اپنے ہاتھ میں نہیں لیا جا سکتا۔ اتنا منحنی نظر آ رہا تھا وہ۔

''سنو......'' اس نے کواڑ کے ساتھ اپنا منہ لگاتے ہوئے کہا ''میری آواز سن رہے ہو نا؟''

کوئی جواب نہ ملا تو فریرا نے پھر کہا ''سنو، دیوار پر ایک جگہ میں نے کچھ لکھا ہے۔ تم اسے تلاش کرو میں نے LAUDATE EUM لکھا ہے۔ کھودا ہے لکڑی پر۔ اگر کسی نے اسے کاٹ نہیں دیا تو وہ دائیں دیوار پر ہو گا۔ ہاں بالکل بیچ میں ہے...... تم اسے چھو کر دیکھو۔''

لیکن کوٹھڑی کے اندر سے ذرا سی آواز بھی نہیں آئی۔ صرف گھپ اندھیرا تھا جس کی چادر میں لپٹا پادری دیوار کے ساتھ لگا بیٹھا تھا۔ اندھیرے کی اس موٹی دیوار کو پار کرنا ناممکن تھا۔

''میں بھی تمہاری ہی طرح تھا۔'' فریرا ایک ایک لفظ پر زور دے کر آہستہ آہستہ بول رہا تھا۔ ''میں بھی یہاں قید تھا۔ وہ رات میری زندگی کی سب سے زیادہ سرد اور سب سے زیادہ تاریک رات تھی''

پادری نے اپنا سر دیوار کے ساتھ لگا دیا اور بوڑھے شخص کی باتیں بے نیازی کے ساتھ سننے لگا۔ وہ بوڑھا نہ بھی کہتا تو وہ جانتا تھا کہ یہ رات تمام راتوں سے زیادہ تاریک ہے۔ ہاں ہاں، وہ اچھی طرح جانتا ہے۔ مگر پریشانی یہ نہیں تھی، پریشانی یہ تھی کہ فریرا اسے ورغلانے کی کوشش کر رہا تھا، وہ اسے شکست دینا چاہتا تھا۔ وہ شخص اسے ورغلا رہا ہے جو اسی کوٹھڑی میں بند رہ چکا ہے۔ وہ بھی یہ تمام اذیتیں بھگت چکا ہے۔ اب وہ اسے بھی اپنی راہ پر لانا چاہتا ہے۔ اسے ورغلانا چاہتا ہے۔

''میں نے بھی وہ آوازیں سنی تھیں۔ میں نے ان لوگوں کو کراہتے سنا تھا جو کنویں میں لٹکے ہوئے تھے۔'' فریرا نے اپنی بات ختم کی تو کراہنے کی آوازیں پھر آنے

لگی۔ وہ آوازیں کبھی ہلکی ہو جاتیں اور کبھی تیز'' اب پادری کو اصل بات معلوم ہو چکی تھی۔ یہ خراٹے نہیں، یہ ان بے چارے لوگوں کی آہیں اور کراہیں ہیں جنہیں کنویں میں لٹکایا گیا ہے۔

پادری یہاں کوٹھڑی میں بیٹھا ہے اور کوئی شخص تکلیف سے کراہ رہا ہے۔ اس کی ناک اور منہ سے خون ٹپک رہا ہے۔ یہ بات اس کے دماغ میں ہی نہیں آئی' وہ یونہی بیٹھا ہنستا رہا۔ یہ آواز اسے مضحکہ خیز معلوم ہوئی وہ اس کا مذاق اڑاتا رہا۔ کتنی ہولناک بات ہے۔ اپنی تکلیف میں وہ ایسا مغرور ہو گیا تھا کہ وہ صرف اپنے آپ کو ہی مظلوم سمجھتا رہا۔ وہ ان بے گناہوں انسانوں کا کرب محسوس ہی نہیں کر سکا۔ میں نے تو دعا تک نہیں کی۔ اب اسے خیال آیا کہ اس کے علاوہ اور بھی ایسے لوگ ہیں جو اس سے زیادہ اذیت برداشت کر رہے ہیں۔ وہ سر سے پاؤں تک لرز گیا۔ تم اپنے آپ کو پادری کہتے ہو؟ وہ پادری جو دوسروں کی تکلیفیں بھی اپنے اوپر لے لیتا ہے؟ اے خدا' کیا اب تک تو میرا تمسخر اڑاتا رہا ہے؟'' وہ زور سے چیخا

''شکر ہے تیرا(LAUDATE EUM) یہ الفاظ دیوار پر میں نے ہی کھودے تھے۔'' فریرا پھر بولا۔'' تم نے دیکھے؟ انہیں تلاش کرو۔''

''میں جانتا ہوں۔'' پادری نے پہلے سے بھی زیادہ غصے کے ساتھ جواب دیا۔'' تم چپ رہو۔ میرے ساتھ بات کرنے کا تمہیں کوئی حق نہیں ہے۔''

''مجھے کوئی حق نہیں ہے؟ ٹھیک کہتے ہو۔ مجھے واقعی کوئی حق نہیں ہے۔ رات رات بھر یہ آہیں اور یہ کراہیں سننے کے بعد میرے اندر مناجات پڑھنے کی ہمت بھی نہیں رہی تھی۔ میں دعا بھی نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے مذہب اس لئے نہیں چھوڑا کہ مجھے کنویں میں لٹکایا گیا تھا۔ ہاں' میں تین دن اس کنویں میں ضرور لٹکا رہا تھا جس میں دنیا بھر کی گندگی اور غلاظت کے ڈھیر لگے تھے۔ مگر میں نے صرف اس وجہ سے اپنے خدا سے بے وفائی نہیں کی''' فریرا کی آواز بلند ہوتی جا رہی تھی۔ وہ کتے کی طرح غرا رہا تھا۔'' اس کی وجہ اور تھی......تم سنو گے وہ وجہ؟......تیار ہو اس کے لئے؟...... مجھے یہاں بند کر دیا گیا تھا اور میں دن رات ان لوگوں کی آہیں سنتا رہتا تھا جن کی خدا نے کوئی مدد نہیں کی۔ جن کی خدا نے آواز تک نہیں سنی۔'' وہ بولے جا رہا تھا۔'' میں پورے خضوع وخشوع کے ساتھ دعائیں مانگتا رہا مگر خدا نے کچھ نہیں کیا۔''

MashalBooks.com

''خاموش ہو جاؤ۔''

''ٹھیک ہے میں خاموش ہو جاتا ہوں لیکن یاد رکھو' یہ لوگ جس کرب اور جس اذیت سے دو چار ہیں تم اسے کبھی نہیں سمجھ سکو گے۔ کل جو ہوا اور آنے والے کل جو ہو گا اور جو اس وقت' اس لمحے ہو رہا ہے وہ تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ آخر ان کا کیا گناہ ہے۔ وہ اس عذاب میں کیوں مبتلا ہیں؟ وہ جہنم کے اس عذاب میں تڑپ رہے ہیں اور تم ان کے لئے کچھ نہیں کرتے۔ اور خدا؟ خدا تو بھی کچھ نہیں کرتا۔''

پادری نے زور زور سے سر جھٹکا اور کانوں میں انگلیاں دے لیں۔ مگر فریرا کی آواز اور ان لوگوں کی آہیں بے دردی کے ساتھ اس کے کانوں کے پردے پھاڑ رہی تھیں۔ ''بند کرو یہ بکواس۔ بند کرو اسے۔ اے خدا۔ اب تو ہی اپنی خاموشی توڑ دے اب تجھے خاموش رہنا زیب نہیں دیتا۔ توڑ دے اپنی خاموشی' ثابت کر دے کہ تو عادل ہے تو رحم کرنے والا ہے۔ تو کچھ تو بول کہ یہ دنیا جان لے کہ تو ہی سب کا مالک ہے۔''

ایک مہیب سایہ اس کی روح پر منڈلاتا چلا گیا۔ جیسے جہاز کے مستول پر کسی گرانڈیل پرندے کا سایہ۔ اس پرندے کے پروں نے اسے یاد دلایا کہ عیسائی کن اذیتوں سے گزر رہے ہیں۔ وہ کن مصائب کا شکار رہے ہیں اور خدا پھر بھی خاموش رہا ہے۔ جب ایک آنکھ والے عیسائی کو چلچلاتی دھوپ میں قتل کیا جا رہا تھا وہ اس وقت بھی خاموش تھا اور جب انہیں سمندر میں پھینکا جا رہا تھا اس وقت بھی وہ خاموش تھا۔ اس کے دماغ میں پہلے بھی شکوہ وشبہات جنم لیتے تھے مگر وہ انہیں نکال پھینکتا تھا۔ لیکن اب؟ اس وقت جب ان مظلوموں کی آہیں پتھر دلوں کو بھی موم کر رہی ہیں اس وقت وہ چپ کیوں ہے؟

''وہ ایک اور کوٹھڑی میں ہیں۔'' یہ فریرا کی آواز تھی جو اس کے ساتھ سرگوشی کر رہا تھا۔'' یہ بدنصیب عیسائی کنویں میں الٹے لٹکے ہوئے ہیں۔ یہ اس وقت سے لٹکے ہیں جب سے تم یہاں آئے ہو۔''

وہ بوڑھا جھوٹ نہیں بول رہا تھا۔ پادری نے کان کھڑے کئے تو کراہنے کی جو آواز ایک شخص کی لگتی تھی وہ دو آوازوں میں بدل گئی۔ ایک آواز زیادہ بلند تھی۔ دونوں آوازیں ایک دوسرے میں مل رہی تھیں۔ ہاں' وہ دو آدمیوں کی آوازیں تھیں۔

''میں اس کوٹھڑی میں بند تھا تو پانچ آدمیوں کو لٹکایا گیا تھا۔'' فریرا بولا!

''پانچ آوازیں ہر وقت میرے کانوں میں پڑتی رہتی تھیں۔ مجھ سے کہا گیا کہ تم مذہب کی تکذیب کر دو تو انہیں فوراً نکال لیا جائے گا۔ ان کی رسیاں کھول دی جائیں گی۔ اور ان کے زخموں پر مرہم رکھا جائے گا۔ میں نے ان سے کہا یہ لوگ مذہب سے انکار کیوں نہیں کر دیتے؟ تو وہ کارندہ ہنسا تھا اور اس نے جواب دیا تھا۔'' وہ کئی بار ایسا کر چکے ہیں مگر جب تک تم ایسا نہیں کرو گے اس وقت تک انہیں نہیں چھوڑا جائے گا۔''

''آپ کو ان کے لئے دعا کرنا چاہئے تھی۔'' پادری نے گھمبیر آواز میں کہا۔

''میں نے ان کے لئے بہت دعا مانگی۔ برابر دعا مانگتا رہا۔ مگر میری دعاؤں نے ان کی اذیت کم نہیں کی۔ ان کے کانوں کے پاس ایک چھوٹا سا شگاف ڈال دیا گیا تھا۔ اس شگاف سے قطرہ قطرہ خون رس رہا تھا ان کے منہ اور ناک سے بھی خون بہنے لگا تھا۔ میں یہ باتیں خوب جانتا تھا کیونکہ میں عذاب سے گزر چکا ہوں۔ دعائیں اذیت کم نہیں کرتیں۔''

پادری کو یاد آیا کہ سائنٹو جی مندر کے پاس وہ پہلی بار فریرا سے ملا تھا تو اس کی کنپٹی پر اسے زخم کا نشان نظر آیا تھا۔ اسے اس زخم کا گلابی رنگ بھی یاد تھا۔ اسے سارا منظر یاد آ گیا۔ اس نے اس ہولناک منظر کو نظروں کے سامنے سے ہٹانے کے لئے دیوار سے سر ٹکرانا شروع کر دیا۔''ان دنیوی اذیتوں کے بدلے ان لوگوں کو دوسری دنیا میں دائمی مسرت و شادمانی ملے گی۔'' اس نے دل پر پتھر رکھ کر کہا۔

''فریب نہ دو اپنے آپ کو۔'' فریرا بولا۔''خوبصورت الفاظ کے پردے میں اپنی کمزوری چھپانے کی کوشش نہ کرو۔''

''اپنی کمزوری؟'' پادری نے زور سے سر جھٹکا۔ مگر اب اس کی آواز میں اعتماد نہیں تھا۔''کیا مطلب ہے آپ کا؟ میرا ایمان ہے کہ ان لوگوں کو دائمی مسرت ملے گی۔''

''تم اپنے آپ کو ان لوگوں سے زیادہ اہم اور زیادہ بڑا مانتے ہو۔ اصل میں تمہیں اپنی نجات کی فکر زیادہ ہے۔ اگر تم ایک بار کہہ دو کہ تم اپنے مذہب سے انکار کرتے ہو تو ان لوگوں کو اس جہنم سے نکال لیا جائے گا۔ مگر تم ایسا نہیں کہہ سکتے کیونکہ تم اپنے کلیسا سے بے وفائی نہیں کرنا چاہتے۔ تم جانتے ہو کہ اس کے بعد تم بھی میری طرح کلیسا کے لئے اچھوت بن جاؤ گے۔ عیسائی دنیا تمہارے اوپر لعنت بھیجے گی۔'' پہلے فریرا کی آواز میں جھلاہٹ تھی مگر اب آواز میں نرمی آتی جا رہی تھی۔''میں بھی تمہاری طرح ہی تھا۔ مجھے بھی

اپنی فکر زیادہ تھی۔ مگر ذرا سوچو۔ رحم اور محبت کا مطلب یہ تو نہیں ہوتا۔ پادری کو تو یسوع مسیح کے نقش قدم پر چلنا چاہئے۔ اگر آج یسوع یہاں ہوتے تو......'' فریرا پل بھر کو چپ ہوا اور پھر بولنے لگا۔'' مجھے پورا یقین ہے ایسی حالت میں یسوع مسیح بھی تکذیب کر دیتے''

اب صبح صادق کا اجالا پھیلنے لگا تھا کوٹھڑی جو اب تک کالونس کا ڈھیر نظر آتی تھی اب روشن ہونے لگی تھی۔ فریرا خاموش ہوا اور پھر بولا......''یسوع مسیح انسانوں کو اذیت سے بچانے کے لئے ضرور تکذیب کر دیتے۔''

''میں نہیں۔ بالکل نہیں۔'' پادری نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپایا اور چیخ اٹھا۔

''انسانوں سے محبت کا یہی تقاضہ ہے۔ اگر انہیں وہ سب کچھ ہی قربان کرنا پڑ جاتا جو انہیں اپنی جان سے بھی پیارا تھا۔ تو وہ انسانوں کے لئے ایسا ضرور کرتے۔''

''نکل جاؤ یہاں سے'' پادری اچھل کر کھڑا ہو گیا۔'' مجھے تنگ نہ کرو'' لیکن اسی وقت کنڈی کھلی اور صبح کا اجالا اندر آ گیا۔ دروازہ کھل گیا تھا۔

راہداری میں وہ پیر گھسیٹتا چل رہا تھا۔ جیسے اس کے پیروں میں زنجیر پڑی ہو۔ فریرا اسے راستہ دکھا رہا تھا۔ صبح کے نرم نرم اجالے سے لگ رہا تھا جیسے یہ راہداری کبھی ختم نہ ہوگی۔ مگر راہداری ختم ہو گئی۔ راہداری کے آخری سرے پر ترجمان اور تین سپاہی کھڑے تھے جیسے تین کال کٹھ پتلیاں۔

''سوانو کام ہو گیا؟۔ ہم شبیہ نکالیں؟ یہ کہہ کر ترجمان نے وہ صندوق کھولا جو اس کے پاس ہی رکھا تھا۔ اس میں سے اس نے لکڑی کا ایک تختہ نکالا۔

''اب تمہیں وہ بھیانک کھیل کھیلنا ہوگا جس کے بارے میں تم نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا۔'' فریرا نے نہایت نرمی کے ساتھ کہا۔'' کلیسا کے تمہارے رفیق پھر تمہیں بھی وہی کہیں گے جو مجھے کہتے ہیں۔ لیکن ایک چیز کلیسا سے بھی زیادہ اہم ہوتی ہے اور وہ ہے انسان۔ اب تمہیں ایک ناپسندیدہ کام کرنا ہے۔''

اس کے ساتھ ہی شبیہہ مقدس اس کے پیروں کے سامنے رکھ دی گئی۔ لکڑی کے اس تختے پر تانبے کا گول سا پتر لگا تھا وہ گرد سے بھرا ہوا تھا۔ گرد میں سے مسیح کا بدہیئت چہرہ جھانک رہا تھا اس نے سر پر کانٹوں کا تاج پہنا ہوا تھا اور دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے تھے۔ پادری کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ اس ملک میں آنے کے بعد پہلی بار وہ یہ چہرہ

دیکھ رہا تھا۔

''لو ہمت کرو۔'' فریرا پھر بولا۔ ''قدم بڑھاؤ۔''

''خداوند' ان گنت برسوں سے تیرا چہرہ میرے دل و دماغ میں بسا ہوا ہے۔ میرے خوابوں اور خیالوں میں ہمیشہ یہی چہرہ رہتا ہے۔ اس دیس میں آنے کے بعد بھی ہزاروں مرتبہ میں نے اس کا تصور کیا ہے۔ جب میں توموگی کی پہاڑیوں میں چھپا پھرتا تھا اس وقت بھی اور جب میں قید خانے کی تنہائی میں ننگی زمین پر پڑا ہوتا تھا اس وقت بھی تیرا ہی چہرہ مجھے حوصلہ اور ہمت عطا کرتا تھا۔ یہ میری روح پر نقش ہے دنیا کا سب سے خوبصورت اور سب سے قیمتی چہرہ جو میرے دل کی دھڑکنوں میں زندہ رہتا ہے۔ اور آج میں اپنے ناپاک پیروں سے اسے روندنے لگا ہوں......''

سورج کی پہلی کرن جاگ پڑی تھی وہ کرن اس کی پتلی گردن اور تنگ شانوں پر پڑ رہی تھی۔ پادری نے شبیہ کو دونوں ہاتھوں میں اٹھایا اور آنکھوں کے قریب لے گیا وہ اس چہرے کو اپنے چہرے کے قریب لے جانا چاہتا تھا جسے خدا جانے کتنے غلیظ پیروں نے روندا ہوگا۔ اس نے بھیگی آنکھوں سے اس ہستی کو دیکھا جو اس تختے کے بیچ جڑی تھی۔ اور بار بار روندے جانے کی وجہ سے گھس گئی تھی......اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ اور منہ سے ٹھنڈی آہ نکلی۔

''یہ تو محض ایک رسم ہے۔ صرف ضابطے کی کاروائی ہے۔ اس سے کوئی فرق تو نہیں پڑے گا۔'' ترجمان اسے اکسا رہا تھا۔

''بس دکھاوے کے لئے ایسا کردو۔'' کسی نے اس سے کہا۔

پادری نے پاؤں اٹھایا تو ایڑی میں زور کا درد اٹھا۔ نہیں' یہ محض ضابط کی کاروائی نہیں ہے۔ کیا وہ اس چیز کو پیروں تلے روندے گا جسے وہ اپنی زندگی سے بھی زیادہ عزیز مانتا رہا ہے؟ جس نے اس کے خوابوں کی دنیا آباد کررکھی ہے؟ اس کا پاؤں درد سے کٹا جارہا تھا۔ وہ شل ہو رہا تھا۔ لیکن اسی وقت تانبے کے اس پتر میں موجود یسوع مسیح نے پادری کو مخاطب کیا......'' روندو' ہاں' روندو' اپنے پیروں سے مجھے روندو۔ تمہارے پاؤں کا درد مجھ سے زیادہ اور کون جانتا ہے۔ روندو اسے۔ اس شبیہ کو وہ انسان ہی تو روندیں گے جن کے لئے اس دینا میں مجھے بھیجا گیا تھا۔ یہ انسانوں کا دکھ درد ہی تھا جسے میں صلیب پر اپنے ساتھ لے گیا تھا''

اور پادری نے اپنا پاؤں شبیہ پر رکھ دیا۔ اسی وقت کہیں سے مرغ کے بانگ دینے کی آواز آئی۔

MashalBooks.com

## باب 9

ان گرمیوں میں بہت بارش ہوئی۔ دوپہر کو ناگاسا کی گرمی اور گھٹن سے بھٹی بن جاتا۔ سہ پہر تک گرمی کی شدت اور بھی زیادہ ہو جاتی۔ بیل گاڑیاں باہر سے شہر کے اندر آتیں تو ان کے پہیوں کے ساتھ آنے والی گرد ساری فضا کو دھول سے بھر دیتی۔ ہر جگہ گوبر اور کھاد کی بدبو پھیلی ہوئی تھی۔

گرمیوں کا وسط تھا اور تمام گھروں اور دوکانوں کے چھجوں سے جھنجریاں لٹک رہی تھیں۔ ان کے ساتھ کاغذ کی چڑیاں اور بیل بوٹے بھی تھے۔ کاغذ کے کیڑے مکوڑے بھی بنائے گئے تھے۔ ابھی شام نہیں ہوئی تھی۔ مگر بچوں نے اچھل کود شروع کر دی تھی۔

جھنجری آئے۔ جھنجری جائے۔
جو بھی اس پر پتھر مارے اس کا ہاتھ ٹوٹ جائے

کھڑکی میں بیٹھا وہ بھی بچوں کے ساتھ ہی گا رہا تھا۔ بچے جو کچھ گا رہے تھے اس کا مفہوم وہ نہیں جانتا تھا لیکن گانے کی دھن اسے اچھی لگتی تھی۔ اس میں ایک سوز سا تھا۔ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ درد گانے والے سے پھوٹتا ہے یا گانے میں ہی ایسا درد ہے۔

سامنے والے گھر میں لمبے لمبے بالوں والی ایک عورت ناشپاتیاں' عناب اور لوبیا طاق پر سجا رہی تھی۔ یہ طاق بزرگوں کی روحوں کے لئے تھا۔ ہر جاپانی کا عقیدہ ہے کہ مرنے والے کی روح پندرھویں دن اپنے گھر ضرور آتی ہے یہ چیزیں اس روح کی خاطر مدارت کے لئے رکھی جاتی ہیں۔ پادری کے لئے یہ کوئی نئی چیز تھی۔ اسے فریرا نے ایک ولندیزی لغت دی تھی اس میں اس کا ولندیزی نام ''ہیٹ اسڑفیسٹ'' تھا۔

بچے کھیلتے کھیلتے اسے دیکھنے لگے۔ وہ شور مچا رہے تھے۔ ''منکر پال......منکر پال

MashalBooks.com

......وہ اس پر پتھر بھی پھینک رہے تھے۔

شیطان کہیں کے......'' لمبے بالوں والی عورت نے انہیں ڈانٹا۔ وہ بھاگ گئے وہ اداسی کے ساتھ انہیں دیکھتا رہا۔ اسے لزبن کا ایک ایسا ہی تیوھار یاد آگیا۔ جاپان کا تیوھار بھی اسی قسم کا ہوتا ہے۔ بتیاں جلا کر کھڑکیوں میں رکھی جاتی ہیں۔

ناگاساکی کی بہت سی چڑھائی والی گلیوں میں سے ایک گلی میں اس کا گھر تھا۔ محلے کا نام تھا۔ سوموراماچی وہ حاکم اعلیٰ کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جاسکتا تھا۔ اس کی تفریح بس یہی تھی کہ کھڑکی میں بیٹھ کر کھیلتے بچوں اور آتے جاتے لوگوں کو دیکھتا رہے۔ صبح کو اوموراا اور اسھیا سے عورتیں شہر آتیں۔ ان کے سروں پر ترکاریوں کی ٹوکریاں ہوتیں۔ دوپہر کے وقت لنگوٹی باندھے مرد مریل گھوڑوں اور بیلوں کو ہانکتے ادھر سے گزرتے۔ ان پنجر گھوڑوں کے لئے گاڑی کھینچنا بھی مشکل ہوتا تھا۔ شام کو بودھ بھی بھکشو گھنٹیاں بجاتے چڑھائی چڑھتے دکھائی دیتے وہ ایک ایک چیز کو ایسے غور سے دیکھتا جیسے اپنے وطن واپس جا کر وہ کسی کو پوری تفصیل بتائے گا۔ پھر اسے خیال آتا کہ وہ تو اپنے وطن جا ہی نہیں سکتا۔ یہ خیال آتے ہی مجبوری اور بے بسی کی مسکراہٹ اس کے دھنسے گالوں تک پھیل جاتی۔

جیسے جیسے وہ حالات پر غور کرتا اس کے اندر بے چینی اور اضطراب بڑھتا جاتا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ گوا اور میکاؤ میں اس کی تکذیب کی خبر پہنچ چکی ہے یا نہیں۔ ولندیزی تاجروں کی باتوں سے اسے کچھ اندازہ ہوا تھا کہ شاید وہاں تک یہ بات پہنچ گئی مغرب سے ولندیزی تاجروں کو جاپان آنے کی اجازت تھی۔ اس نے سوچا اگر انہیں خبر مل گئی ہے تو اسے مشن سے ضرور نکال دیا گیا ہوگا۔ اس سے پادری کا منصب چھن گیا ہوگا۔ اسے منکر قرار دے دیا گیا ہوگا۔ اسے مرتد کہا جاتا ہوگا۔ خیر اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ وہ کون ہوتے ہیں میری نیت کا فیصلہ کرنے والے۔ میرے دل کا حال تو خدا ہی جانتا ہے۔ یہ سوچ کر وہ ہونٹ چبانے لگتا۔

لیکن رات کے اندھیرے میں ایسے خیال آتے تو وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھتا۔ الہامی کتاب میں جس روز حساب کا ذکر آتا ہے کلیسائی عدالت کا احتساب بھی تو اس سے کم نہیں ہوتا۔ اسے اس احتساب کا خوف دن رات سے بے چین رکھتا تھا۔

مگر تم کیا جانتے ہو فادر سپیر یئر؟ تمہیں کیا معلوم ہم پر کیا بیت رہی ہے؟ تم تو

MashalBooks.com

آرام سے میکاؤ یا یورپ میں بیٹھے ہو۔ ان سے پوچھو جنہیں ان حالات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اس کا جی چاہتا وہ ان کے پاس پہنچ جائے اور ان کے سامنے کھڑا ہو کر چیخ چیخ کر کہے...... '' تم لوگوں کو کیا غم ہے۔ تم تو آرام وسکون کی زندگی گزار رہے ہو۔ تمہارے قریب تو کوئی طوفان کوئی ہلچل کوئی جبر اور کوئی تشدد نہیں ہے۔ تم وہاں بیٹھے ہو جہاں سب تمہارے آگے سر جھکاتے ہیں۔ تمہاری عزت کرتے ہیں۔ تمہیں خدا کا مقرب خاص مانتے ہیں۔ تم وہ جنرل ہو جو میدان کارزار میں سپاہی بھیج کر انہیں بھول جاتے ہیں۔ اگر وہ سپاہی قیدی بنالئے جائیں تو انہیں لعن طعن تو نہیں کرنا چاہئے بلکہ ان حالات کا جائزہ لینا چاہئے۔ جن میں وہ دشمنوں کی قید میں گئے...... (لیکن یہ تو اپنی دل کو سمجھانے والی باتیں ہیں...... میں اپنے آپ کو دھوکا دے رہا ہوں!) پادری نے زور سے سر جھٹکا (اب میں یہ ذلیل حرکت کیوں کر رہا ہوں؟) میں بھٹک گیا ہوں۔ مگر اسے خدا تو اچھی طرح جانتا ہے کہ میں نے اپنا ایمان نہیں بیچا۔ اہل کلیسا پوچھ سکتے ہیں کہ تو کیوں بھٹکا؟ یہ گناہ تجھ سے کیوں سرزد ہوا؟ کیا تو کنویں کی سزا برداشت نہیں کرسکتا تھا؟ کیا تو اذیتوں سے اتنا ڈرتا ہے؟ میرے پاس اس کا جواب یہ ہے کہ میں ان مظلوم اور بے سہارا انسانوں کی آہیں نہیں سن سکتا تھا۔ میں ان کی کراہیں برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ فریرا نے مجھے سمجھایا تو میری سمجھ میں آ گیا۔ میں جان گیا کہ اگر میں اپنے مذہب کی تکذیب کردوں تو وہ غریب بچ جائیں گے اور ایسا ہی ہوا۔ لیکن میرے دل کو پھر بھی چین نصیب نہیں ہوا اب رہ رہ کر مجھے یہ خیال ستاتا ہے کہ کہیں انسانوں پر ترس کھانے کی باتیں کر کے میں اپنی کمزوری اور اپنی بزدلی تو نہیں چھپا رہا ہوں؟

نہیں میں اپنی کمزوری نہیں چھپا رہا ہوں۔ میں خوب جانتا ہوں میں اپنی بزدلی پر پردہ نہیں ڈال رہا ہوں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ مجھ میں اور کچی جیرو میں کیا فرق ہے۔ لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میرا خدا اس سے مختلف ہے جس کی تعلیم کلیسا میں دی جاتی ہے۔

شبیہہ مقدس کی یاد اسے جب بھی آتی اس کی پلکوں کے پیچھے آگ سی لگ جاتی۔ ترجمان نے اس کے پیروں کے آگے لکڑی کی ایک تختی رکھی تھی۔ اس پر تانبہ کا ایک پتر لگا تھا۔ جس پر کسی جاپانی کاریگر نے نہایت بھدے طریقے سے وہ چہرہ بنادیا تھا۔ مگر وہ چہرہ وہ نہیں تھا جو اس نے پرتگال گویا میکاؤ میں دیکھا تھا۔ تانبے کے پتر پر یسوع مسیح کا وہ چہرہ

نہیں تھا جس پر شاہانہ جلال برستا ہے ۔ چہرہ وہ بھی نہیں تھا جس پر فقر وغنا کی خوبصورتی چمکتی ہے وہ چہرہ وہ بھی نہیں تھا جس میں وہ قوت اور وہ توانائی دکھائی دیتے ہے جس نے حرص و ہوس کو دور بھگا دیا تھا۔

اس کے پیروں کے سامنے کسی تھکے ماندہ شخص کا چہرہ تھا۔

اس پتر کو پہلے بھی کئی لوگ اپنے پیروں تلے روند چکے تھے۔ اس لئے پتر کے گرد جو لکڑی تھی وہ کالی پڑ گئی تھی ۔ وہ چہرہ بھی گھس چکا تھا۔ پاؤں مارنے سے اس پر لکیریں پڑ گئی تھیں ۔ اس گھسے ہوئے چہرہ نے پادری کی طرف غمزدہ نظروں سے دیکھا تھا اور کہا تھا''روند ڈالو مجھے ۔ میں یہاں اس لئے پڑا ہوں کہ تم لوگ مجھے روندو۔''

اسے ہر روز معائنہ کے لئے باہر نکالا جاتا تھا۔ اس کا معائنہ اوتو نایا کوئی اور معزز شخصیت کرتی تھی اوتو ناشہر کا میئر تھا۔ ہر مہینے اس کا لباس تبدیل کیا جاتا اور اس حاکم اعلیٰ کے سامنے پیش کیا جاتا اور کئی موقع ایسے آتے تھے جب اوتو نا اسے باہر نکالتا اور حاکم اعلیٰ کے سامنے پیش کرتا۔ وہاں اسے ایسی چیزیں دکھائی جاتیں جن کے بارے میں انہیں شبہ ہوتا کہ وہ عیسائی مذہب سے تعلق رکھتی ہیں ۔ وہ اس سے تصدیق کراتے میکاؤ سے آنے والے بدیسی تاجر ایسی چیزیں اپنے ساتھ لاتے تھے ۔ یہ کام فریرا اور اس کا تھا کہ ان چیزوں کی اصلیت بتائیں ۔ اس کام کے بعد انہیں اچھی اچھی چیزیں دی جاتیں اور ان کی خوب خاطر مدارات کی جاتی ۔ گویا یہ ان کا معاوضہ ہوتا۔

وہ حاکم اعلیٰ کے دفتر پہنچتا تو ترجمان اور دوسرے سرکاری کارندے نہایت احترام کے ساتھ اس کا خیر مقدم کرتے ۔ ترجمان کا برتاؤ تو ایسا ہوتا جیسے اس سے پہلے کچھ ہوا ہی نہیں ہے ۔ لیکن وہ جیسے ہی اس دفتر میں قدم رکھتا۔ اس کے دل میں ایک ٹیس سی اٹھتی ۔ یہ ٹیس اس وقت اٹھتی جب وہ اس راہداری سے گذرتا جہاں سے احاطہ نظر آتا تھا۔ ادھر سے گزرتے ہوئے وہ اپنے قدم تیز کر دیتا اور ادھر سے نظریں ہٹا لیتا۔ ایک صبح اسی مقام پر اس نے فریرا کے قدموں میں اپنا سر رکھ دیا تھا اور اپنے منہ پر کالک مل لی تھی۔

اسے فریرا سے ملنے کی اجازت نہیں تھی ۔ اسے معلوم تھا کہ فریرا سائنٹو کے نزدیک ہی تیراماچی میں کہیں رہتا ہے ۔ فریرا سے اس کی ملاقات صرف حاکم اعلیٰ کے دفتر میں ہی ہوتی تھی ۔ وہاں بھی وہ تنہا نہیں مل سکتے تھے ۔ افسروں کے سامنے دونوں جاپانی

زبان ہی بول سکتے تھے۔ وہ اپنی عجیب وغریب جاپانی میں ایک دوسرے کی خیریت دریافت کرتے۔

حاکم کے دفتر میں وہ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتا کہ اسے فریرا سے کوئی کدنہیں ہے۔ پھر بھی اسے دیکھتے ہی اس کے چہرے کا رنگ بدل جاتا۔اس کے اندر ایسے جذبات سر اٹھاتے جو اپنے مدمقابل کو سامنے دیکھ کر اپیدا ہوتے ہیں۔ دونوں کے ہی دل صاف نہیں تھے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے نفرت کرتے تھے۔لیکن وہ فریرا سے اس لئے نفرت نہیں کرتا تھا کہ فریرا اس کی گروٹ کا سبب بنا تھا(اس بات پر اسے فریرا سے کوئی شکائیت نہیں تھی) بلکہ فریرا کو دیکھ کر اسے اپنا وہ گھاؤ یاد آجاتا جسے وہ اپنے آپ سے بھی چھپانے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔فریرا اس کا آئینہ تھا اور وہ آئینے میں اپنا مکروہ چہرہ نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ فریرا اس کے سامنے بیٹھا ہوتا' جاپانی لباس پہنے اور جاپانی زبان میں باتیں کرتا۔

فریرا ہنس ہنس کر ان لوگوں سے باتیں کرتا۔ وہ ان سے پوچھتا کیا ولندیزی کمپنی کے جہاز آگئے ہیں۔ پچھلے مہینے میں دیجی میں تھا تو انہوں نے بتایا تھا کہ وہ آرہے ہیں۔

وہ فریرا کی دھنسی آنکھیں اور جھکے شانے دیکھتا رہتا۔اس کی تیز آواز اس کے کانوں میں تیر بن کر چبھتی رہتی ان دونوں میں ایک چیز مشترک تھی۔خود رحمی۔ ان کے چہروں پر لکھا تھا کہ وہ اپنے آپ پر ترس کھا رہے ہیں۔ ہاں وہ دونوں جڑواں بھائی تھے۔ ایسے جڑواں بھائی جو ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے تھے مگر انہیں ایک دوسرے کی بدصورتی سے کراہت آتی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی شکل دیکھنا نہیں چاہتے تھے لیکن کیا کرتے۔ وہ مجبور تھے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے تھے۔

دفتر میں کام ختم ہوتا تو عام طور پر شام ہو جاتی۔اس وقت چمگادڑیں پیڑوں اور گھروں کے چکر لگا رہی ہوتیں۔ اوتونا دونوں کو آنکھ سے اشارہ کرتا اور وہ کھڑے ہو جاتے، چلنے لگتے تو پادری کنکھیوں سے فریرا کو دیکھتا۔فریرا بھی اس وقت اسے دیکھ رہا ہوتا۔ دونوں جانتے تھے کہ اگلے مہینے سے پہلے اب وہ نہیں مل سکیں گے۔اور اگلے مہینے بھی ملیں گے تو ان میں سے کوئی بھی دوسرے کی تنہائی دور نہیں کر سکے گا۔

# باب 10

(ناگاساکی میں مقیم ولندیزی فرم کے کلرک جوناسن کی ڈائری سے اقتباسات)

جولائی 1644ء (جون۔شوھو کا پہلا سال)

3 جولائی۔ تاجروں سے حساب کتاب کیا۔ سکے جانچنے والوں سے بات ہوگئی۔ مالک مکان اور مسٹر شرومون سے بھی بات ہوگئی۔ حاکم اعلیٰ کے حکم پر بعض چیزوں کے آرڈر لکھے۔ یہ اشیاء ہالینڈ' کارومنڈل اور سیام بھیجی جائیں گی۔

9 جولائی۔ ایک آدمی کے گھر سے کنواری مریم کی شبیہ برآمد ہوئی۔ اس گھر کے تمام افراد کو قید خانے بھیج دیا گیا۔ تفتیش کے بعد اس آدمی کو بھی پکڑ لیا گیا جس نے وہ شبیہ فروخت کی تھی۔ اس کے گھر کی بھی تلاشی لی گئی۔ کہا جاتا ہے اس تلاشی کے وقت پادری سوانو اور پادری روڈریگیز بھی موجود تھے۔

اس مقام پر تین مہینے سے ایک شخص کے گھر سے ایک ایسا سکہ برآمد ہوا تھا جس پر کسی عیسائی سینٹ کی شبیہ تھی۔ کہا جاتا ہے اس پر سارے گھر کو گرفتار کر کے اذیتیں دی گئی تھیں۔ اور ان سے کہا گیا تھا کہ وہ اپنے مذہب کی تکذیب کریں۔ انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ پادری روڈریگیز جو مذہب سے منکر ہوگیا ہے اس وقت وہاں موجود تھا۔ اس نے حکومت سے ان لوگوں کو معاف کرنے کی درخواست کی اور بڑی منت سماجت کی۔ لیکن اس کی نہیں سنی گئی۔ ان لوگوں کو موت کی سزا دے دی گئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ میاں بیوی کو ان کے دو لڑکوں کے ساتھ مریل گھوڑوں پر سوار کر کے چار دن شہر کے گلی

کوچوں میں پھرایا گیا تھا تاکہ دوسرے لوگ ان سے عبرت حاصل کریں۔ ان کے آدھے سر مونڈھ دیئے گئے تھے۔ سنا ہے ماں باپ کو بیٹوں کے سامنے الٹا لٹکا کر مارا گیا۔ وہ دونوں مر گئے تو دونوں لڑکوں کو قید میں ڈال دیا گیا۔

تیسرے پہر ایک چینی جہاز بندرگاہ پر آ کر لگا ہے اس میں شکر، چینی کے برتن اور ریشمی کپڑا ہے۔

یکم اگست۔ ایک اور جہاز فوجو سے یہاں پہنچا۔ اس میں متفرق سامان ہے۔ دس بجے کے قریب پہریداروں نے ایک بادبانی جہاز دیکھا جو خلیج ناگاساکی سے پرے پھر رہا تھا۔

2 اگست۔ صبح کو اس چینی جہاز سے سامان اتارنے کا کام شروع ہوا۔ کافی کام مکمل ہو گیا۔ دوپہر کے قریب حاکم کا منشی اور کئی ترجمان میرے پاس آئے اور کئی گھنٹے پوچھ گچھ کرتے رہے۔ دراصل سوانو چوان نے، جو عیسائیت سے منکر ہو گیا ہے، اور روڈریگیز نے، جو خود بھی منکر ہو گیا ہے انہیں اطلاع دی تھی کہ میکاؤ میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ اب مشنری ان ولندیزی جہازوں میں چوری چھپے جاپان بھیجے جائیں گے جو ہندوستان کے یہاں آتے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ مشنری ولندیزی جہازوں پر قلیوں کا کام کریں گے۔ انہوں نے خبردار کیا کہ اگر وہ مشنری ہمارے جہازوں پر آئے تو اس کا خمیازہ ہمیں بھگتنا پڑے گا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ چونکہ ہم یہاں رہ کر شہنشاہ جاپان کی رعایا تصور ہوتے ہیں اس لئے ہمیں وہی سزا دی جائے گی جو جاپانی باشندوں کو دی جاتی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے ایک فرمان دیا جو جاپانی زبان میں تھا۔ وہ فرمان یہ تھا۔

## فرمان کا ترجمہ

پادری سوانو نے، جسے ہاکاتا کے حاکم نے گزشتہ سال گرفتار کیا تھا، ایدو میں اعلیٰ حکام کے سامنے شہادت دی ہے کہ ہالینڈ کے ولندیزی شہریوں میں بہت سے کیتھولک بھی ہیں۔ اس نے اس بات کی بھی تصدیق کی کہ کچھ ولندیزی کمبوڈیا میں پادریوں سے ملے ہیں اور انہوں نے اپنے رومن کیتھولک ہونے کا اقرار کیا ہے۔ وہاں فیصلہ کیا گیا ہے کہ یورپ کے پادری ولندیزی جہازوں میں قلی بن کر بھرتی ہو جائیں اور کسی طرح ناگاساکی پہنچ جائیں۔ حکومت نے اس (سوانو) کی بات کا اعتبار نہیں کیا اور کہا کہ وہ ولندیزیوں کو

نقصان پہنچانے کے لئے ایسی باتیں کر رہا ہے۔ کیونکہ پرتگالی اور ہسپانوی دونوں ولندیزیوں کے دشمن ہیں۔ تاہم سوانو اپنی بات پر اصرار کرتا رہا اس لئے حاکم اعلیٰ نے جہاز کے کپتان کو حکم دیا کہ وہ خود ہی تفتیش کرے کہ اس کے جہاز میں کوئی رومن کیتھولک تو نہیں ہے۔ اور یہ بھی خبردار کیا کہ اگر کسی ولندیزی جہاز کے ذریعہ کوئی رومن کیتھولک جاپان میں داخل ہوا اور حکومت کو اس کی اطلاع نہ دی گئی تو کپتان بذات خود اس کا ذمہ دار ہوگا۔

3 اگست۔ شام تک مذکورہ جہاز سے سامان اتارنے کا کام مکمل ہوگیا۔ حاکم اعلیٰ نے معلوم کرایا کہ جہاز میں کوئی توپچی ہے جو چھوٹی توپ سنبھال سکے۔ اسسٹنٹ کلرک پولیس افسر کو معلومات کے لئے جہاز پر بھیجا گیا مگر وہاں کوئی ایسا آدمی نہیں ہے۔ حاکم اعلیٰ کو اطلاع کر دی گئی۔ انہوں نے مزید حکم دیا ہے کہ ہر آنے والے جہاز پر معلوم کیا جائے اور ایسا آدمی ملے تو فوراً بتایا جائے۔

4 اگست۔ صبح حکومت کا اعلیٰ سمورائی مسٹر ہونجو یہاں آیا اور اچھی طرح تلاشی لی۔ حتیٰ کہ کونوں میں رکھے صندوق بھی کھکھوڑ ڈالے۔ اس نے بتایا کہ ایک سابق پادری سے پوچھ گچھ کی گئی ہے تو اس نے بتایا ہے کہ ولندیزیوں میں چند کیتھولک ہیں جو جہاز پر یہاں آ سکتے ہیں۔ ایک سال پہلے شاید ایسی تلاشی کی ضرورت پیش نہ آتی۔ اس کے ساتھ میں خود جہاز کے عرشے پر گیا اور وہاں سب کو اکٹھا کر کے اعلان کیا کہ اگر کسی کے پاس کوئی مشتبہ چیز ہو تو فوراً حوالے کر دے۔ اس وقت کسی کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔ بعد میں تلاشی پر اگر ایسی چیز برآمد ہوئی تو سخت سزا دی جائے گی، پھر ان لوگوں کو سارے قوانین پڑھ کر سنائے۔ میں نے یہ ہدایت اپنی زبان میں کی تھی۔ مسٹر ہونجو نے مجھ سے پوچھا کہ میں نے ان لوگوں سے کیا کہا ہے تو میں نے اپنی باتوں کا ترجمہ کر دیا۔ وہ مطمئن ہو کر چلا گیا۔

شام کو ایک چینی جہاز بندرگاہ پر لگا وہ چیانگ چو سے آیا ہے۔ اس میں جالی دار ریشمی کپڑا اور اسی قسم کے دوسرے کپڑے ہیں۔ اس کی مالیت 80 کان ہوگی۔ اس کے ساتھ شکر اور کچھ اور چیزیں بھی ہیں۔

7 اگست۔ میں نے پہلے جن میاں بیوی کا لکھا تھا ان کے دونوں بیٹوں کو بھی مریل گھوڑوں پر سوار کر کے شہر میں پھرایا گیا۔ وہ ہمارے دفتر کے سامنے سے بھی

گزرے۔ پھر میدان میں لے جا کر ان کے سر قلم کر دیئے گئے۔

(1645......نومبر۔دسمبر۔شوہو کا دوسرا سال)

16۔نومبر۔ایک چینی جہاز نانکنگ سے پہنچا۔اس میں آٹھ نو سو کان کا سامان ہے۔اس میں ریشم، سوتی بیلیں، ساٹن زربفت اور بیل بوٹوں والا ریشمی کپڑا ہے۔اطلاع ملی ہے کہ مہینے دو مہینے میں بھاری سامان لے کر تین چار جہاز اور آنے والے ہیں۔آنے والے لوگ بتاتے ہیں کہ اگر وہاں کے افسروں کو ایک سو سے چھ سو تائیل (سامان کے حساب سے) تک رقم دی جائے تو جاپان آنے کی اجازت مل جاتی ہے۔

29۔نومبر۔صبح کو حاکم اعلیٰ کی ہدایت پر چند ترجمان میرے پاس آئے اور مجھے انجیل کی ایک آیت کا ولندیزی ترجمہ دکھایا۔وہ آیت کنواری مریم کے نیچے لکھی تھی۔آیت یہ تھی......"سلام تجھ کو جس پر فضل ہوا ہے خداوند تیرے ساتھ ہے۔تو عورتوں میں مبارک ہے۔(لوقا۔1......28) انہوں نے بتایا کہ یہ تصویر شمونو کے ایک بودھ بھکشو کے پاس سے ملی ہے۔انہوں نے اس کا مطلب پوچھا۔اور کہا کہ سوانو اور روڈریگیز اسے نہیں سمجھ سکے۔وہ کہتے ہیں یہ پرتگالی یا اطالوی میں نہیں ہے۔لاطینی بھی نہیں ہے۔ظاہر ہے یہ تصویر ہمارے جہازوں میں لائی گئی ہوگی۔مگر میں خاموش رہا۔سوچا انہیں خود ہی تفتیش کرنے دو۔البتہ تصویر کے بارے میں سچ سچ بتا دیا کیونکہ میں جانتا تھا کہ سوانو اور روڈریگ انہیں پہلے ہی بتا چکے ہوں گے۔

30۔نومبر۔آج مطلع صاف ہے۔بڑی پتوار اور بارود جہاز پر لادی گئی اور باقی سامان لادنے کا کام بھی مکمل کر لیا گیا۔دوپہر کو عملے کے ارکان کی حاضری لگائی اور انہیں ضروری کاغذات دیئے۔دفتر واپس آ کر موجوائے اور اس کے خادموں کی خاطر تواضع کی۔شام ہونے سے پہلے ہوا کا رخ تبدیل ہو گیا اور شمال مغربی ہوا چلنے لگی۔اس لئے اورشی جہاز روانہ نہیں ہو سکا۔

میں جب سے جاپان آیا ہوں منکر ہو جانے والے پادریوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ایک جاپانی جس کا نام ٹامس اراکی ہے کافی عرصے روم میں رہ چکا ہے۔وہ وہاں پوپ کا منصرم تھا۔اس نے کئی بار اپنے عیسائی ہونے کا اعلان کیا مگر حاکم اعلیٰ مانتا ہی نہیں تھا۔کہتا تھا بڈھا پاگل ہو گیا ہے۔جب اس نے بہت اصرار کیا تو آخر اس کنویں میں لٹکایا گیا۔اس نے مذہب کی تکذیب کر دی لیکن وہ بچ نہیں

MashalBooks.com

سکا۔ وہ اسی حالت میں مرگیا۔ اب دو منکر رہ گئے ہیں۔ ایک تو سوانو چوان ہے جو کسی زمانے میں عیسائی انجمن کا سربراہ تھا اور دوسرا روڈ ریگیز ہے جو لزبن کا رہنے والا ہے۔ یہ شخص حاکم کے دفتر کے سامنے اپنے پیروں سے مقدس شبیہ کی بے حرمتی کر چکا ہے یہ دونوں ناگاساکی میں رہتے ہیں۔

9۔ دسمبر محترم سائبورو زوا ایمون کو مختلف قسم کے مرہم اور خوشبوئیات پیش کیں۔ یہ چیزیں شہنشاہ اور حاکم اعلیٰ کو بھی دی گئی ہیں انہوں نے انہیں بصد خوشی قبول کیا ہے۔ کہا جاتا ہے ہے حاکم اعلیٰ وہ فہرست پڑھ کر بہت خوش ہوا تھا جس میں ہر شے کی تاثیر بیان کی گئی ہے۔ شام کو فوچو سے ایک جہاز آیا۔

15 دسمبر۔ پانچ چینی جہاز بندرگاہ سے روانہ ہوئے۔

18۔ دسمبر۔ چار چینی جہاز بندرگاہ سے روانہ ہوئے۔ نانکنگ کے جہاز کے عملے کے چار پانچ ارکان نے نانکینگ یا کوچین جانے کی اجازت طلب کی۔ حاکم اعلیٰ نے انہیں اجازت نہیں دی۔

جزیرہ کے ایک مالک مکان نے انہیں اطلاع دی ہے کہ مرتد چوان ولندیزیوں اور پرتگالیوں کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرتا پھرتا ہے اور بہت جلد وہ شاہی دربار میں ہم لوگوں کے بارے میں کوئی رپورٹ پیش کرنے والا ہے۔ میں تو خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اس سور کو موت ہی آجائے تو اچھا ہے۔ اس کی وجہ سے ہم سب کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ خیر' خدا ہماری حفاظت کرنے والا ہے۔ شام کو دو جاپانی جہاز آئے۔ ہم ایک جہاز میں جائیں گے۔ سہ پہر کو ترجمان اپنے ساتھ ایک آدمی لایا جو نوکر کی حیثیت سے ہمارے ساتھ کامی جائے گا۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ ہمارے کھانا وغیرہ پکا دیا کرے گا۔ لیکن بعد میں پتہ چلا کہ حاکم اعلیٰ نے حکم دیا ہے کہ کوئی ایسا شخص ہمارے لئے کام نہیں کرے گا جو ولندیزی زبان جانتا ہو۔ مجھے اس پر یقین نہیں آیا۔ وہ تو صرف پرتگالی زبان کو پسند نہیں کرتے ولندیزی زبان سے انہیں کوئی شکایت نہیں ہے۔ دراصل جاپان میں ولندیزی بولنے والا کوئی جاپانی عیسائی نہیں ہے البتہ پرتگالی بولنے والے کافی جاپانی ہیں جو عیسائی ہیں۔

23۔ دسمبر فوچو سے آنے والا ایک چھوٹا جہاز آج بندرگاہ سے روانہ ہوا۔ سہ پہر کو ایک چینی جہاز خلیج کے دہانے پر پہنچا۔ چونکہ ہوا مخالف تھی اس لئے کھینچنے والی کشتیوں

MashalBooks.com

کے ذریعے اسے ناگاسا کی لایا گیا۔اس پر لوگ سوار تھے جو ریشمی جھنڈے لہرا رہے تھے۔ یہ لوگ خوب ڈھول اور تاشے بھی بجا رہے تھے۔

1- یہ ناگاسا کی ہے۔جنوری کا پہلا دن ہے۔ایک آدمی گلے میں ڈھول ڈالے گلی گلی پھر رہا ہے۔لوگ باگ اسے پیسے دے رہے ہیں۔آج کے دن دو دو تین کے تین کی ٹولیوں میں بھکاری فوناتسو اور کوئی ہارا سے یہاں آتے ہیں۔ان کے سروں پر دھاگے سے بنی ہوئی ڈبیاں ہوتی ہیں۔یہ لوگ ڈھول بجا بجا کر مانگتے ہیں۔انہیں یارا کہا جاتا ہے۔

2- تجارتی مرکزوں' دفتروں اور گھروں میں سال کا نیا کاروبار شروع ہوا ہے لوگوں نے منہ اندھیرے ہی اپنے گھر اور دکانیں سجائی ہیں۔کھیر بیچنے والے گھر گھر جا کر کھیر بیچ رہے ہیں۔

3- آج کا دن ایک خاص تقریب کے لئے مخصوص ہے آج تمام شہروں کے زعماء حاکم اعلیٰ کے دفتر میں ہوتے ہیں۔وہ شبیہ مقدس مانگتے ہیں اور سب کے سامنے اسے اپنے پیروں سے روندتے ہیں۔یہ کھیل شام تک جاری رہتا ہے۔ایدو' امازاکا' فوناتسو اور اوتوناتک سے رؤسا یہاں آتے ہیں۔یہ لوگ شبیہ مقدس اٹھا کر گھر گھر بھی جاتے ہیں اور ہر شخص سے اس کی بے حرمتی کراتے ہیں۔سب لوگ اپنے گھروں میں ان کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔جیسے ہی وہ آتے نظر آتے ہیں ایک شور اٹھتا ہے کہ وہ آ گئے وہ آ گئے' اس کے ساتھ ہی لوگ دروازے سے باہر نکل آتے ہیں۔سات یا آٹھ انچ کا تانبے یا پیتل کا پتر ہے جس پر کنواری مریم اور بچے کی تصویر بنی ہے۔وہ پتر گھر کی دہلیز کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے۔پہلے گھر کا بزرگ اس پر پاؤں رکھتا ہے پھر باری باری ہر فرد یہ رسم پوری کرتا ہے۔بچہ والی ماں بچے کو گود میں لے کر ایسا کرتی ہے اگر گھر میں کوئی بیمار ہوتا ہے جو اٹھ نہیں سکتا تو اس کے بستر کے قریب جا کر اس شبیہ کو اس کے پیروں کے ساتھ لگایا جاتا ہے یہ کام افسروں کی موجودگی میں کئے جاتے ہیں۔

جنوری...... پادری کو حاکم اعلیٰ کا حکم ملا۔اسے دفتر طلب کیا گیا تھا۔ترجمان اپنے ساتھ پالکی لایا تھا۔ہوا بند تھی اور آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ہلکی ہلکی سردی تھی۔شبیہ مقدس کی بے حرمتی کی رسم کی وجہ سے راستے بدلے بدلے دکھائی

MashalBooks.com

دے رہے تھے۔ ہر طرف سناٹا تھا۔ حاکم اعلیٰ کے دفتر میں ایک افسر زرق برق لباس پہنے اس کا انتظار کر رہا تھا۔

حاکم اعلیٰ فرش پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ اس کے نزدیک انگیٹھی رکھی تھی آہٹ سن کر وہ اپنے لمبے لمبے کانوں سمیت مڑا اور پادری کو دیکھ کر ہنسنے لگا۔ مگر یہ ہنسی عجیب تھی۔ اس کے ہونٹ تو ہنس رہے تھے مگر آنکھوں میں ہنسی کا شائبہ تک نہیں تھا۔

''صبح بخیر۔'' اس نے بناوٹی نرمی کے ساتھ کہا۔

تکذیب کے بعد حاکم اعلیٰ سے پادری کی یہ پہلی ملاقات تھی۔ اس کے باوجود اس کے سامنے اسے کسی قسم کی ذلت کا احساس نہیں ہوا تھا۔ آہستہ آہستہ اسے احساس ہو گیا تھا کہ اس کی جنگ چکوگو کے حاکم اعلیٰ یا جاپان سے نہیں ہے۔ اس کی اصل لڑائی تو اپنے ساتھ ہے۔ اب وہ چاہتا تھا کہ یہ حقیقت حاکم اعلیٰ پر بھی عیاں ہو جائے۔

''بہت دن بعد ہم مل رہے ہیں۔'' انوئے اسی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ پھر انگیٹھی پر ہاتھ تاپنے لگا۔ ''اب تو آپ ناگا ساکی سے خاصے مانوس ہو گئے ہوں گے؟ اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر ہی وہ اسکی خیریت معلوم کرنے لگا۔ آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟ کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتائے۔ پادری سمجھ گیا کہ یہ شخص تکذیب کے واقعہ کے ذکر سے گریز کر رہا ہے۔ تو کیا اس کا دل رکھنے کے لئے ایسا کر رہا ہے؟ یا اپنی رعونت دکھانا چاہتا ہے؟ پادری کبھی کبھی اس شخص کے چہرے پر نظر کرتا مگر وہاں کسی قسم کا تاثر بھی نہیں تھا۔ وہ بڈھا گھاگ بالکل بت بنا بیٹھا تھا۔

''فادر' ایک مہینے کے اندر آپ اندو تشریف لے جائیں گے۔ وہاں آپ زیادہ خوش رہیں گے۔ وہاں آپ کے لئے مکان کا بندوبست کر دیا گیا ہے۔ کوبی ناتا جو کے محلے میں وہ مکان ہے۔ اس مکان میں خود میں بھی رہ چکا ہوں۔''

پادری نے یہ ساری بات پوری توجہ سے نہیں سنی تھی۔ اس نے تو اس شخص کے منہ سے ادا ہونے والا لفظ ''فادر'' سنا تھا اور سوچ میں پڑ گیا تھا۔ کیا اس شخص نے فادر کا لفظ جان بوجھ کر استعمال کیا ہے؟ اس کی زبان سے نکلنے والا یہ لفظ تیز دھار بھالے کی طرح اس کے دل میں اتر گیا تھا۔

''آپ سے ایک بات اور بھی کرنا ہے۔'' حاکم اعلیٰ پھر بولا۔ ''اب آپ کو جاپان میں ہی رہنا ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ اپنا جاپانی نام بھی رکھ لیں۔ خوش قسمتی سے

حال ہی میں یہاں ایک آدمی مرا ہے اس کا نام تھا اوکا داسن ایمون ۔ ایدو پہنچ کر آپ یہی نام رکھ لیجئے گا۔''

حاکم اعلیٰ نے کسی قسم کے جذبات سے عاری لہجے میں یہ نام لیا تھا۔ پھر انگیٹھی پر ہاتھ تاپتے ہوئے اس لہجے میں کہا۔''اس آدمی کی بیوی بھی زندہ ہے۔ آپ کے لئے وہاں تنہا رہنا بہت مشکل ہوگا اس لئے اس عورت کو اپنی بیوی بنا لینا۔''

پادری نگاہیں نیچی کئے ساری باتیں سن رہا تھا۔ اسے ایسا لگا جیسے کسی پھسلن پر سے وہ پھسلتا چلا جا رہا ہے۔ نیچے نیچے اور نیچے۔ اسے روکنے والی کوئی چیز نہیں ہے۔ اس کے لئے جھکنا یا مقابلہ کرنا اب ممکن ہی نہیں رہا تھا۔ جاپانی نام تو رکھنا ہی پڑے گا۔ مگر بیوی نہیں رکھوں گا۔'' اس نے سوچا۔

''آپ نے کوئی جواب نہیں دیا؟'' حاکم اعلیٰ نے تھوڑا انتظار کیا اور پھر پوچھا۔

''ٹھیک ہے۔'' پادری کی زبان سے نکلا اور اس کے ساتھ ہی مجبوری اور بے بسی کے احساس نے اس کے سارے وجود کو اپنے پنجوں میں جکڑ لیا۔ اسے لگا جیسے وہ بہت تھک گیا ہے۔ پھر اس نے سر اٹھایا اور حاکم اعلیٰ کو دیکھا۔ ہاں ٹھیک ہے۔ اگر ساری دنیا کے عیسائی اور سارے پادری مجھے عیسائی مشن کی تاریخ کا سیاہ داغ سمجھتے ہیں تو سمجھا کریں۔ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ میں جو ذلت اٹھا چکا ہوں وہ میں ہی جانتا ہوں۔

''جاپان کی سرزمین عیسائی مذہب کے لئے بالکل موزوں نہیں ہے۔ یہاں عیسائی مذہب کبھی جڑ نہیں پکڑ سکتا۔'' حاکم اعلیٰ نے جیسے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ اسے یاد آیا کہ فریرا نے بھی اس سے یہی بات کی تھی۔

''فادر۔ آپ کو میں نے شکست نہیں دی ہے۔'' انوئے کی نظریں انگیٹھی کی راکھ پر لگی ہوئی تھیں'' آپ کو جاپان کی دلدل نے شکست دی ہے۔''

''نہیں، نہیں۔'' پادری کی آواز غیر ارادی طور پر ہی بلند ہوگئی۔''میں تو خود ہی اس مذہب کے ساتھ لڑ رہا تھا۔''

''اچھا......؟ انوئے کے چہرے پر استہزائیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔'' آپ نے تو فریرا کو یہ بتایا تھا کہ اس شبیہ کے یسوع نے آپ سے خود ہی کہا تھا کہ مجھے روند ڈالو؟ کہیں آپ اپنے آپ کو دھوکا تو نہیں دے رہے ہیں؟ کہیں اپنی کمزوری پر پردہ تو نہیں ڈال رہے ہیں؟ کم سے کم میں یقین نہیں کر سکتا کہ کوئی سچا عیسائی ایسی بات کہہ سکتا ہو۔''

MashalBooks.com

''آپ کا جو جی چاہے سمجھ لیجئے۔'' پادری نے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھ کر نظریں نیچی کر لیں۔

''اوروں سے تو آپ ایسی بات کہہ سکتے ہیں لیکن مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔'' انوئے نے کڑک کر جواب دیا۔''میں کئی پادریوں سے یہ سوال کر چکا ہوں کہ یسوع کی نجات اور بدھ کی نجات میں کیا فرق ہے۔ جاپانیوں کا عقیدہ ہے کہ بدھ کی بخشش سے انسان نروان حاصل کرتا ہے۔لیکن عیسائی جس نجات کی بات کرتے ہیں وہ بالکل مختلف چیز ہے عیسائی مذہب میں نجات صرف خدا پر بھروسہ کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔انسان کو اپنا ایمان پختہ رکھنا پڑتا ہے۔اس دلدل میں جسے جاپان کہا جاتا ہے اس نکتہ پر اختلاف موجود ہے۔عیسائی تعلیمات یہاں گڑ بڑ کر جاتی ہیں۔''

پادری کا جی چاہا وہ اپنا گلا پھاڑ کر چیخے کہ جسے تم عیسائیت کا عقیدہ کہہ رہے ہو وہ اس طرح نہیں ہے۔لیکن الفاظ اس کے حلق میں اٹک گئے۔اس نے سوچا اب کیا فائدہ۔ وہ کچھ بھی کہہ لیں اس سے کیا فرق پڑے گا۔اس کے خیالات کوئی نہیں سمجھ سکے گا۔ یہ انوئے بھی نہیں اور ترجمان بھی نہیں جو اس کی باتوں کا ترجمہ کر رہا ہے۔

وہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھے پلکیں جھپکتا رہا۔

''شاید آپ نہ جانتے ہوں مگر گوتو اور اکتسو کی میں اب بھی کافی عیسائی کسان ہیں۔'' انوئے کہہ رہا تھا۔''مگر ہم انہیں پکڑنا نہیں چاہتے۔''

''کیوں؟'' پادری کے منہ سے نکل گیا۔

''کیونکہ ان کی جڑیں کاٹ دی گئی ہیں۔اب دنیا کے کسی کونے سے بھی پادری کی شکل کا کوئی آدمی یہاں آیا تو ہم اسے نہیں چھوڑیں گے۔'' انوئے نے قہقہہ لگایا۔''اب ہمیں کوئی ڈر نہیں ہے۔ اگر کسی پیڑ کی جڑ ہی کاٹ دی جائے تو اس کے پتے خود بخود ہی مرجھا جاتے ہیں۔آپ خود ہی دیکھ لینا۔گوتو اور اکتسو کی کے کسان اب جس خدا کو مانتے ہیں وہ عیسائی خدا نہیں ہے۔ وہ کچھ اور ہی بن گیا ہے۔''''اس نے لمبا سا سانس کھینچا۔ سینہ پھلایا اور پھر اطمینان کے ساتھ بولا۔''فادر' جاپان ملک ہی ایسا ہے۔آپ کچھ نہیں کر سکتے۔''

پادری نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کے چہرے پر شرارت بھری مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔'' آپ اپنے ساتھ جو مذہب لائے تھے اس کی شکل بگڑ چکی

ہے۔''

حاکم اعلیٰ کا اطمینان جائز تھا۔ اس کی خود اعتادی میں تکبر اور رعونت کا عنصر نمایاں تھا۔ پھر انوئے نے ترجمان کو اشارہ کیا اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ پادری بھی اس کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا۔

آسمان پر بادل اور گھر آئے تھے۔ سردی اور بڑھ گئی تھی۔ اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ سامنے دور تک سمندر پھیلا تھا جو آسمان کی طرح آلودہ لگ رہا تھا۔ جلد ہی وہ ایدو پہنچ جائے گا۔ چکوگو کے حاکم نے وہاں سے مکان دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ عیسائیوں کے اس قید خانے میں بند ہو جائے گا جس کے بارے میں اس نے بہت کچھ سن رکھا تھا۔ گویا اب اس کی ساری زندگی اس قید میں گزرے گی۔ وہ سیسے جیسے سمندر کا سینہ چیر کر اب کبھی اپنے وطن نہیں جا سکے گا۔ عجیب بات ہے۔ پرتگال میں اس نے جس وقت پادری اور مشنری بننے کا ارادہ کیا تھا اس وقت اس نے یہی سوچا تھا کہ تبلیغ کے لئے وہ جس ملک بھی جائے گا وہ وہیں کا ہو رہے گا۔ وہ جاپانی عیسائی بننا چاہتا تھا۔ اسے بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ قدرت نے گویا اس کی اپنی تمنا ہی پوری کی ہے۔ مگر تمنا پوری کرنے کا یہ انداز کتنا ظالمانہ ہے۔ میں نے مجرد رہنے کا عزم کیا تھا مگر اب شادی کروں گا بیوی رکھوں گا۔ (اے خدا، میں تجھ سے شکایت نہیں کر رہا ہوں۔ میں تو انسان کی قسمت پر ہنس رہا ہوں تیرے اوپر میرا ایمان اب وہ نہیں ہے جو پہلے تھا۔ لیکن میں پھر بھی تجھ سے پیار کرتا ہوں۔)

شام تک وہ اسی طرح کھڑکی سے ٹیک لگائے بیٹھا بچوں کے کھیل دیکھتا رہا۔ بچے پتنگ اڑا رہے تھے۔ وہ ڈور پکڑ کر ڈھلان سے نیچے بھاگتے پتنگ اوپر اٹھتی چلی جاتی مگر پھر نیچے گر جاتی۔ ہوا بالکل بند تھی۔

شام ہوئی تو بادل چھٹے۔ بچے بھی پتنگ بازی سے تھک چکے تھے۔ اب انہوں نے دوسرا کھیل شروع کیا وہ چھڑی لے کر پادری کے دروازے پر مارتے اور زور زور سے کہتے۔

مارو مارو چھچھوندر مارو
بونومی بونومی۔ اس گھر پر خدا کی رحمت ہو۔
مارو مارو چھچھوندر مارو۔

MashalBooks.com

مارو مارو ڈنڈے مارو
ایک دو تین ۔ایک دو تین
تین چار پانچ ۔تین چار پانچ

اس نے بھی دھیمی آواز میں بچوں کا ساتھ دینا شروع کر دیا۔مگر اس کی آواز نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔ وہ اداس ہو گیا۔ سامنے والے گھر سے عورت نکلی اور اس نے بچوں کو ڈانٹا۔ یہی وہ عورت تھی جو اسے تین بار کھانا دینے آتی تھی۔

اب ہوا چلنے لگی تھی۔ اس نے کان لگا کر سنا۔ یہی وہ ہوا تھی جو قید خانے کی کوٹھڑی کے باہر بھی چلا کرتی تھی۔ پھر وہی ہوا جو اس کے ساتھ ہوتا آ رہا تھا۔ یسوع مسیح کا چہرہ۔ وہ چہرہ جسے اس نے اپنے پاؤں سے روندا تھا۔اس کے سامنے آ گیا۔

''فادر......'' ایک آواز آئی۔کوئی اسے پکار رہا تھا۔

اس نے اپنی مرجھائی آنکھوں سے دروازہ کی طرف دیکھا۔آواز جانی پہچانی تھی۔''فادر'' پھر وہ آواز آئی۔ وہ کچی جیرو تھا۔

''اب میں فادر نہیں ہوں۔'' اس نے سختی سے کہا اور دونوں بازوؤں میں اپنے گھٹنے دبوچ لئے۔''نکل جا یہاں سے کسی نے دیکھ لیا تو بہت برا ہوگا۔''

''میرے اعترافات تو سن لیجئے فادر۔'' وہ پھر بولا۔

''میں نہیں سن سکتا۔ مجھے حق نہیں ہے اس کا۔ میں اب پادری نہیں ہوں۔''

''ناگاساکی میں لوگ آپ کو منکر پال کہتے ہیں۔ وہاں ہر ایک آپ کو اسی نام سے پکارتا ہے'' کچی جیرو بولے جا رہا تھا۔

یہ سن کر پادری ہنسا۔ بھلا اسے یہ بتانے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ پہلے ہی جانتا ہے کہ لوگ اسے کیا کہتے ہیں۔اسے معلوم ہے کہ فریرا کو منکر پطرس اور اسے منکر پال کہا جاتا ہے۔ بچے اس کے گھر کے سامنے کھڑے ہو کر یہی نام لے کر اسے چڑاتے ہیں۔''

میرے اوپر رحم کیجئے اور میرے اعترافات سن لیجئے۔ تکذیب کرنے والے پادری کو بھی دعا دینے کا اختیار تو ہوتا ہے۔خدا کے لئے میرے گناہ بخش دیجئے۔''

یہ کام کوئی انسان نہیں کر سکتا۔ ہماری لغزشیں اور ہمارے گناہ صرف خدا ہی معاف کر سکتا ہے۔ یہ بات اس نے کچی جیرو سے نہیں اپنے آپ سے کہی۔

''فادر' میں نے آپ کے ساتھ دغا کی ہے۔'' کچی جیرو پھر بولا۔''اب وہ

MashalBooks.com

رونے لگا تھا۔ ’’اس دنیا میں ہر قسم کے انسان ہیں۔ ان میں کمزور بھی ہیں اور طاقتور بھی بھی۔ طاقتور کبھی کسی کے سامنے نہیں جھکتے وہ سیدھے جنت جاتے ہیں۔ مگر ان کا کیا کیا جائے جو پیدا ہی کمزور اور بزدل ہوئے ہیں۔ انہیں جب اذیتیں دی جاتی ہیں اور شبیہ کی بے حرمتی کا حکم دیا ہے تو......‘‘

پادری نے اس سے آگے کچھ نہیں سنا۔ اسے پھر ہولناک یادوں نے آ گھیرا۔ میں بھی تو اس مقدس شبیہ پر کھڑا ہوا تھا۔ میرا پاؤں بھی ایک لمحے کے لئے اس چہرے پر تھا۔ وہی چہرہ جو پہاڑوں میں‘ سمندر میں اور قید خانے میں ہمیشہ میرے ساتھ رہتا تھا۔ وہ چہرہ جو دنیا میں سب سے حسین ہے اور جسے دیکھنے کی آرزو دنیا کا ہر شخص کرتا ہے۔ وہ جس کی محبت میں ہمشہ سرشار رہا۔ جب میں اس کی بے حرمتی کر رہا تھا اس وقت بھی وہ چہرہ افسردہ نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ ان مہربان نظروں نے مجھ سے کہا تھا۔ ’’روندو۔ مجھے روندو۔ روند ڈال مجھے۔ تیرے پاؤں بھی اسی طرح درد سے دکھیں گے جیسے ان سب کے پاؤں دکھے جنہوں نے مجھے روندا ہے۔ میں اس دکھ اور اس درد کو جانتا ہوں۔ اسی لئے میں یہاں موجود ہوں۔‘‘

اے خدا‘ میں نے تیری خاموشی پر طیش کھایا۔

’’مگر میں خاموش نہیں تھا۔ میں تو تیرے ساتھ دکھ جھیل رہا تھا۔‘‘

لیکن تو نے یہوداہ سے کہا تھا...... ’’تو جو کرنے آیا ہے جلدی کر۔‘‘ پھر یہوداہ کا کیا ہوا؟

’’میں نے تجھ سے کہا تھا۔ اس تختی پر پاؤں رکھ دے۔ جیسے میں نے یہوداہ سے کہا تھا تو جو کرنے آیا ہے جلدی کر لے۔‘‘ پھر یہوداہ بھی ایسے ہی کرب میں مبتلا ہوا تھا۔ جس میں آج تو تڑپ رہا ہے۔

اس نے کیچڑ اور خون میں لتھڑا پیر اس تختی پر رکھا تھا۔ پیر کی پانچوں انگلیاں اس چہرے سے مس ہوئی تھیں جسے وہ جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ لیکن عجیب بات ہے ایسا کرتے ہوئے اسے اپنے اندر جس خوشی اور اطمینان کا احساس ہوا تھا اس پر وہ حیران رہ گیا تھا۔

’’یہاں کوئی طاقت ور اور کوئی کمزور نہیں ہے‘ پادری بولا۔‘‘ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ طاقتور کمزور سے زیادہ اذیت برداشت کر سکتا ہے۔؟ وہ زیادہ تکلیف اٹھا سکتا ہے۔؟

''یہ کہ کراس نے دروازہ کی طرف منہ کیا اور جلدی سے بولا'' چونکہ اس ملک میں تیرے اعترافات سننے والا اور کوئی نہیں ہے اس لئے آؤ میں سن لیتا ہوں۔ اعترافات کے بعد مناجات پڑھنا۔ خداوند ہمارا خدا تیرے اوپر فضل کرے گا۔''

کچی جیرو چپکے چپکے روتا رہا۔ پھر خاموشی سے اٹھا اور چلا گیا۔ پادری نے وہ مقدس فریضہ انجام دیا تھا جو باضابطہ پادری ہی انجام دے سکتے ہیں۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے ساتھی اس کی اس حرکت پرلعن طعن کریں گے اسے برا بھلا کہیں گے مگر اسے پروانہیں تھی۔ انہیں کہنے دو۔ وہ ان کے ساتھ دغا کر رہا ہے اپنے خدا کے ساتھ تو نہیں کر رہا۔ اب تک جو کچھ ہوا ہے وہ اس مقام تک پہنچنے کے لئے ضروری تھا۔ اس ملک میں آج بھی میں آخری پادری ہوں۔ ہمارا خدا خاموش نہیں تھا۔ اگر وہ خاموش ہوتا تو آج تک میری زندگی جیسی بھی گزری ہے اس کے ذکر سے ہی سرشار رہی ہے۔

MashalBooks.com

ضمیمہ

# عیسائیوں کی قیام گاہ

سردست اوکاوا سان ایمون کے لئے دس افراد کا راشن مقرر کیا گیا ہے۔ بو کوئی' ژواں' نانہو اور جکان کے لئے فی کس سات افراد کا راشن۔

17۔ جون کوتو تو مینو کی خدمت میں درج ذیل یاداشت پیش کی گئی۔

1- سئی بی۔عمر 50 سال۔ساں ایمون کی بیوی کا رشتے دار جہاز کا بڑھئی فو کا گلوا۔
2- گین ایمون عمر 55 سال اسی کا رشتے دار گوا کوئی میں رہتا ہے۔دوئی اوئنو کا می کا نوکر۔
3- سانو جواس کا بھتیجا سئی بی کا بیٹا۔
4- شوکورو۔عمر 30 سال۔اساشی جو کا مزدور۔
5- ساداچی گونز بورو۔کاریگر بو کوئی کا شاگرد بتایا جاتا ہے۔
6- جن ایمون ژواں کی بیٹی کے شوہر کا رشتے دار۔ ہو جو حکومت کے زمانے میں یہاں آیا۔اس سال (چوہے کے سال) 26 اپریل کو ژواں سے ملنے آیا تھا۔

این پو کا پہلا سال پانی اور بچھڑے کا سال

9 نومبر- بو کوئی چند دن بیمار رہ کر آج صبح چھ بجے مر گیا۔انسپکٹر کمورا یوئی مون اور پوشیدہ تفتیش کے لئے آئے ان کے ساتھ دو نائب بھی تھے۔ پولیس کے یہ سپاہی ہی ان کے ساتھ تھے۔ اسا کورا' مابوروئے مون' اراکاوا کو بوزے مون' کائے نوما کون ایمون' فوکودا ہاچی روبے' اینڈو تسومتا بے...... لاش کو مندر میں جلایا گیا۔ جلانے کے بعد اسے بودھ نام دیا گیا اینڈو ہکوبے اور سپاہ کا جوزا ایمون نے بو کوئی کے نوکر کی تلاشی لی۔ بعد میں

MashalBooks.com

اس سے شبیہہ کی بے حرمتی کرائی گئی۔ اس کے بعد اسے چھوڑ دیا۔

این پو جنگل...... بڑے چیتے کا دوسرا سال

20 جنوری تا 8 فروری......تو مینو کے حکم پر اوکا داسان ایمون ایک دستاویز لکھ رہا ہے۔ جس میں اپنے مذہب سے انکار کی وجہ بیان کر رہا ہے۔ اس لئے اس کے فرائض شوزائے ایمون اور ہوشیو این کے سپرد کر دئے گئے ہیں۔ ان لوگوں کو ان کے اپنے فرائض سے سبکدوش کر دیا گیا ہے۔

14۔ فروری۔ اوکا داسان ایمون اپنی کتاب لکھنے میں مصروف ہے۔ کا یو دین ایمون اور کوارا کو سان ایمون کی خدمت پر مامور کر دیا گیا ہے۔

سان ایون 14 جون سے 24 جون تک پہاڑی بنگلے میں بیٹھ کر مذہب سے اپنے قطع تعلق کی دستاویز تحریر کریں گے۔ کا یوا یمون اور جنگو بے ان کی خدمت کر رہے ہیں۔

5 ستمبر۔ ژواں کو قید خانے بھیجا جا رہا ہے۔ اس کی ناپسندیدہ رویئے کی وجہ سے کچھ عرصے اسے وہاں رکھا جائے گا۔ جب اسے سزا سنائی گئی تو اس وقت وہاں جو لوگ موجود تھے ان میں دوایمون' شوزائے ایمون' سوبے' دین ایمو کاراوا اور کامئی وغیرہ شامل تھے۔

این یو۔ آتش بڑے اژدر کا چوتھا سال

اوکا داسان ایمون کے خدمت گار کچی جیرو کو' جو ان کے ساتھ ہی یہاں آ گیا تھا' مشتبہ حرکات کی بنا پر قید خانے بھیج دیا گیا۔ پہریداروں کے دفتر میں اس کی تلاشی لی گئی تو اس کے پاس ایک منڈھا ہوا تعویز برآمد ہوا۔ یہ تعویز اس نے گلے میں ڈال رکھا تھا۔ اس کے ایک طرف سینٹ پال اور پطرس کی تصویر ہے اور دوسری طرف زیویئر اور کسی فرشتے کی تصویر ہے۔ عیسائی ان سب کا احترام کرتے ہیں اس سے اس کا پتہ پوچھا گیا اور اس کے رشتے داروں کے بارے میں معلوم میں کیا گیا۔ پتہ چلا کہ اس کا تعلق کوتو سے ہے۔ اژدر کے اس سال اس کی عمر 54 سال ہو گئی ہے۔

ہنوسو باشی متابے کا عقیدہ بھی کچھ مشکوک سا ہے۔ کچی جیرو سے اس کی بہت دوستی تھی۔ کچی جیرو نے جب تک اپنی صفائی پیش نہیں کی اس وقت تک اسے قید میں رکھا گیا۔ متابے کو بھی کچی جیرو کی دوستی کی وجہ سے سزا دی گئی۔ کورازائے ایمون اور شنبے کے بارے میں بھی پتہ چلا کہ ان کی بھی کچی جیرو سے دوستی تھی اس لئے ان کی بھی ایک یک چیز

کی تلاشی لی گئی ۔ کمر پر باندھے والا پٹکا اور لنگوٹی تک کھول کر دیکھی گئی ۔ کچی جیرو سے پوچھ گچھ کے لئے تو مینو کامی خود تشریف لائے تھے ۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ عیسائی مذہب کا یہ تعویز تو نے کس سے لیا تھا اس نے بتایا کہ تین سال پہلے ایک خدمت گار یہاں آیا تھا وہ اپنی چیزیں چھوڑ گیا تھا ۔ اسے میں نے اپنے پاس رکھ لیا دربان تو کوایمون کو بھی اس کا پتہ ہے......اس پر تو کوایمون کو طلب کیا گیا ۔ اس نے بتایا کہ وہ لوگ کپڑوں کو ہوا لگا رہے تھے تو اس نے ان کے پاس اسے دیکھا تھا ۔ کچی جیرو سے سوال کیا گیا کہ اکادوساں ایمان نے تو اسے یہ تعویز نہیں دیا؟ اس کا جواب اس نے یہ دیا کہ ان سے لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ جب بھی میں نے ان سے ملتا ہوں ان کے پاس کوئی ضرور موجود ہوتا ہے ۔

17 ۔ ستمبر......سردار تو تو کا مینو بذات خود بنگلے پر تشریف لائے ۔ دفتر میں خدمت گاروں کو طلب کیا گیا ۔ ان سے پوچھا گیا کہ ان میں کوئی عیسائی تو نہیں ہے ۔ کچی جیرو وغیرہ سے بھی دوبارہ پوچھ گچھ کی گئی ۔ پھر حکم دیا گیا کہ ہر پہریدار کے گھر کی تلاشی لی جائے ۔ سرکاری قیام گاہوں اور دفتروں کو بھی چھانا جائے ۔ اسی وقت یہ کام شروع کر دیا گیا ۔ عورتوں اور بچوں کو بھی افسروں کے سامنے ننگا کیا گیا ۔ حتیٰ کہ مہاتما بدھ کی مورتیوں کے پیچھے بھی دیکھا گیا سوگی یاما اور کوبورے کی تلاشی پر ان کے پاس ایک ایسا پرانا کاغذ ملا جس پر عیسائی مذہب کے الفاظ لکھے ہوئے تھے یہ الفاظ تھے ''فادر' آرچ بشپ اور پوپ ۔ یہ کاغذ اعلیٰ حکام تک پہنچا دیا گیا ۔

18 ۔ ستمبر......سردار تو تو کا مینو تشریف لائے ۔ تینوں خدمت گاروں کی عرض داشت کی سماعت فرمائی ۔ پھر کچی جیرو اور کوئے ایمون کو لایا گیا ۔ اعکاداسان ایمون کی بیوی' اس کے لڑکے اور نوکرانی کو بھی بلایا گیا اور ان سے پوچھ گچھ کی گئی ۔ اوکاداسان ایمون سے پوچھا گیا کہ انہوں نے کچی جیرو کو عیسائی بنانے کی کوشش تو نہیں کی ۔ دوسرے لوگوں سے اس کی تصدیق کرائی گئی ۔ پھر سامان ایمون سے ایک حلف نامے پر انگوٹھا لگوایا گیا ۔ اس سے حلف لیا گیا کہ وہ کسی کو عیسائی بنانے کی کوشش نہیں کرے گا ۔ اس کے بعد سوگی یاما کو طلب کیا گیا اور اس سے دریافت کیا گیا کہ اس نے وہ کاغذ اپنے پاس کیوں رکھا تھا ۔ اس نے بتایا کہ ہوجواوانو کی حکومت کے دنوں میں مجھ سے کہا گیا تھا کہ ان ناموں کو یاد کر لو تمہیں ان کی نگرانی کرنا ہے ۔ مجھے یہ کاغذ پولیس افسر ہاتوری ساہے نے دیا تھا ۔ اس

کے بیان کی تصدیق ہوگئی اور اسے واپس بھیج دیا گیا۔

کا شاہارا کے خدمت گار تاھےکو' جو تاتے باشی کے لئے بھی کام کرتا ہے اور شنبے پہریدار کو طلب کیا گیا اور کچی جیروکوان کے سامنے پیش کیا گیا۔ انہوں نے کچی جیرو کے قبضے سو وہ تعویز برآمد کیا تھا۔ تاہے نے بتایا کہ اس نے شنبے کو وہ تعویز اپنے ہاتھ میں لئے دیکھا تھا۔ انہیں واپس بھیج دیا گیا۔

اس دن متابے کو قید خانے کے اندر ہاتھ پاؤں باندھ کر رکھا گیا۔ متابے پر خوف تشدد کیا گیا۔

18- اکتوبر۔ انسپکٹر سایاما اور کوارا بھی وہاں آئے اور انہوں نے متابے اور اس کی بیوی کو لکڑی کے گھوڑے پر بٹھانے کی اذیت دی۔ کچھ اور لوگوں سے بھی پوچھ گچھ کی گئی اور کچھ لوگوں نے اپنے جرم کا اقبال کرلیا۔

24- نومبر بنگلے کے دروازے پر ایک نوٹس بورڈ لگایا گیا ہے جس پر ان لوگوں کے نام درج ہیں جنہوں نے عیسائیوں کی مخبری کی تھی اس کے صلے میں انہیں جو انعام دیا گیا وہ بھی درج ہے۔ ایسا ہی ایک بورڈ اور بھی لگایا گیا اس میں اعلان کیا گیا ہے۔

## اعلان

کئی سال سے اس ملک میں عیسائی مذہب ممنوع ہے۔مشتبہ افراد کی مخبری کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے انہیں انعام واکرام سے نوازا جاتا ہے۔ اعلان کیا جاتا ہے کہ مخبری کرنے والوں کو اس حساب سے انعام ملے گا۔

کسی فادر کی مخبری کرنے پر...... چاندی کی تین سومہریں۔

برادر کی مخبر پر...... دوسومہریں۔

تکذیب کے بعد دوبارہ مذہب سے رجوع کرنے والے کی مخبری پر...... ایضاً

عام عیسائی کی مخبری پر...... ایک سومہریں۔

اگر مخبر خود بھی عیسائی ہو تو اس کے مرتبہ کے لحاظ سے اس انعام دیا جائے گا۔ اگر کسی شخص نے ایسے کسی مجرم کو پناہ دی تو اس شخص' اس کے خاندان کے افراد' اس کے رشتے داروں' مالک مکان اور پڑوسیوں کو بھی سزادی جائے گی۔

10۔ دسمبر۔ ژواں کو قید خانے بھیج دیا گیا۔ دونوں حاکموں کی جانب سے تاکا

ہای اور مونوری وہاں آئے اور انہوں نے پولیس افسروں کی موجودگی میں یہ بیان پڑھ کر سنایا۔

ژواں' جو ہمیشہ ہی نافرمان رہا ہے' اگلے روز کا یوگین زا ایمون سے لڑ پڑا۔ اس نے نہایت بدتمیزی کا مظاہرکیا۔ اسے قید کی سزا دی جاتی ہے۔ اسے حکم دیا جاتا ہے کہ وہ بخوشی یہ سزا قبول کرے۔''

ژواں نے کھڑے ہوکر اعلان کیا کہ وہ بخوشی یہ سزا قبول کرتا ہے۔ قید خانے جاتے ہوئے اس نے اپنا بٹوا نکال کر افسروں کو دے دیا۔ بٹوہ محفوظ کرلیا گیا ہے اور اسے جیل بھیج دیا گیا۔ پولیس افسروں کو اس بٹوہ سے سترہ ریو اوران سے کم مالیت کی ریزگاری ملی۔ ژواں کے باقی سامان کی تلاشی بھی لی گئی اور وہ سامان رجسٹر میں درج کرلیا گیا۔ وہ سامان اس کے گھر میں ہی سربمہر کر دیا گیا۔ اس سامان میں ایک زنجیر' تشدد کے دو آلات' دو تسبیحیں اور علم فلکیات کا ایک نقشہ ملا۔

این پو۔سونا چھوٹے مرغ کا نواں سال

25۔ جولائی اوکا دا سان ایمون بندر کے گھنٹے کے حساب سے دو بج کر تین منٹ پر فوت ہوگیا۔ بوکائی گینگوا ایمون اور جیروزائیوون نے حاکم اعلیٰ کے دفتر میں حاضری دی اور انہیں اس کی اطلاع پہنچائی۔ حاکم اعلیٰ نے فوراً تاکاہارا' سکی نوجوا ورایسا گاری جو ایمون کو وہاں بھیجا۔ سان ایمون کی میت پر تین سپاہی مسلسل پہرہ دیتے رہے۔

سان ایمون کے پاس سے جو رقم نکلی وہ تیرہ یو' تین بو اور چھوٹی ریزگاری میں کل ملا کر پانچ طلائی یو بنتے تھے۔ اس کا سامان سربمہر کر کے گودام میں رکھ دیا گیا۔

28۔ جولائی۔ تفتیش کے لئے یہ افسر بنگلے پر آئے۔ انسپکٹر امورا' مورایاما' اسٹینٹ انسپکٹر شمویاما' سوھاچیز' نومورایوچیدا اور فوروکاوا۔ اس وقت یہ بیان پیش کیا گیا۔

بیان کی نقل۔

اوکا دا سان ایمون' جو عیسائیوں کی قیام گاہ میں رہتا تھا' 25 تاریخ کو ساڑھے چار بجے سے تھوڑی دیر بعد فوت ہوگیا۔ وہ پرتگال یورپ میں پیدا ہو۔ وہ پہلا شخص تھا جسے قریب تیس سال پہلے' مینڈھے کے سال میں انوئے چیکوگونو کامی کی براہ راست نگرانی میں رکھا گیا تھا۔ وہ دماغ کے موجودہ سال تک یہاں قیام پزیر رہا۔ وہ گزشتہ مہینے بیمار پڑا۔ اس کی بھوک جاتی رہی تھی۔ قید خانے کی معالج اشیو دوتیکی کے علاج کے باوجود اس کی